بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهٖ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ

تصدیق براہین احمدیہ

بجواب

تکذیب ۔ خبط ۔ تنقیہ وغیرہ

از

حضرت حکیم مولوی نور الدّین بھیروی ؓ

خلیفۃ المسیح الاوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی نبیہ الامین

انٹروڈکشن

جہاں تک تاریخی واقعات قدیمہ اور جدیدہ آثار اور عقل شہادت دیتی ہے اس دنیا میں اضداد کا مقابلہ ہوتا رہا اور یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ بھی کسی مدت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

کیمسٹری[۱] کی گواہی ذرات عالم کی نسبت اس وقت چھوڑ دو۔ انسانی گروہ پر نظر کرو سعید کے ساتھ شقی یا سریشٹ[۲] کے ساتھ ڈیسیو[۳] کب سے مقابلہ کر رہا ہے مومن و کافر کا جھگڑا اور عالم و جاہل کا تنازع کوئی پہلے قسم سے جدا فساد نہیں یہ الفاظ سعید اور شقی۔ بھلے اور برے یا سریشٹ اور دیسیو کے ہی عنوان ہیں اور ان کا مخاصمہ وہی اضداد کی باہمی جنگ ہے یہ باہمی حملہ بڑے بڑے نتائج کا موجب اور خدا ترس پر سمجھ والوں کے واسطے انواع واقسام فوائد کا باعث ہے۔ ان منافع کا تذکرہ جو اس جدال و قتال سے اس حملہ کے مجاہدین اور شہدا کے حق میں پیدا ہوتے ہیں اس رسالے میں ناموزوں ہے۔ مگر قدرت کے کارخانہ میں جب اختلاف موجود ہے پھر ایسی قوت اور طاقت کے ساتھ ہو رہا ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی نہیں گزرا اور نہ ہے جس نے اس اختلاف کو مٹایا ہو۔ بلکہ یہ سچا الہام

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ[۴] (ھود:۱۱۹،۱۲۰) اس جنگ کے قیام کی خبر دیتا

---

[۱] علم الکیمیا　[۲] اچھا　[۳] بُرا

[۴] اور ہمیشہ رہیں گے اختلاف مچاتے مگر جن پر رحم کیا تیرے پروردگار نے۔

ہے۔ کارخانہ قدرت کا کام چونکہ خبیر وعلیم اور عزیز وحکیم کے صفات کا نتیجہ اورانہی کا اثر ہے۔ اور اس واسطے ظہور پذیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کاملہ صفات کا اقتضا پورا ہو اور وہ صفات منتج نتائج اور مثمر ثمرات ثابت ہوں نہ نکمی اور بیکار!

اس لئے ممکن ہی نہیں کہ بے وجہ اور بدوں حکمت ہو بلکہ ضرور یہ الٰہی کام بھی انواع واقسام حکمتوں پر مبنی ہو گا اور ظاہر ہے کہ اختلاف اور تضاد کے وقت دونوں گروہ ایک دوسرے کے مغلوب کرنے میں اولوالعزمی سے کام لیتے ہیں۔

پس ضرور ہے کہ ان میں سے ایک فتحیاب ہو اور دوسرا شکست پاوے۔ گو ایک کی کامیابی اور دوسرے کی ناکامی کچھ دیر کے بعد اور دونوں کا فیصلہ بعضوں کو مختنی مجاہد غازی اور شہید اور بعض کو اسیر اور مقتول بنادینے کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ بھی عیاں ہے کہ ان دونوں گروہوں کی لڑائی گو ہر زمانے میں نئے رنگ سے شروع ہوتی ہے دونوں نئے، ان کی وردیاں نئی، زبانیں نئی، ہتھیار بھی نئے ہوتے ہیں۔ مگر اصلی دعووں پر گہری نگاہ کرو تو وہی پُرانے دعوے ہیں ہاں طرز بیان میں کچھ ایسی تراش وخراش ہو جاتی ہے کہ سرسری نگاہ والا ان دعووں کو نئے دعوے اور اثبات ونفی کے سوالوں اور جوابوں کو نئے سوال اور نئے جواب خیال کرتا ہے۔ مگر متامل جانتا ہے کہ یہ وہی آدم اور شیطان والا پرانا جھگڑا ہے جو نئے رنگ سے رنگین کیا گیا ہے۔ یہ امر بھی شاید فروگذاشت کے قابل نہ ہو گا کہ ان حملوں کے دیکھنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، کمزور، کم حوصلہ، ناتجربہ کار، یا قوی، بلند حوصلہ اور تجربہ کار، گو پہلے گروہ کا یہی خیال ہوتا ہے کہ مومن اور سریشٹ آج نہ گرے تو کل پسپا ہوں گے۔

کیونکہ یہ مقدس گروہ ابتدا میں بلحاظ اپنی سوسائٹی کے بہت ہی قلیل اور اس پر غربا اور ضعفا کا مجمع ہوتا ہے۔ دنیاوی سامان کے لحاظ سے اس جماعت کے عام ممبر ابتدائی حالت میں ہیچمیرز نظر آتے ہیں۔ مال ومنال اور حصص سلطنت میں اس گروہ کے اعضا کم قدر دکھائی دیتے ہیں۔

اس لئے ان مخلصوں اور سچے اہل ایمان کو ان کے مخالف حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔

[۱] لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنفقون:۹)

مگر عاقبت اندیش اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اور رحم اور صفت فوقیت علی الکل پر ایمان رکھنے والا فتح ونصرت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو یقین کرنے والا۔ تمام نظام عالم کا قابض اور متصرف صرف ایک الٰہ الحقّ قدوس رب کو سمجھنے والا اللہ تعالیٰ ہی کو حق اور راستی کا حامی اور مددگار جاننے والا جانتا ہے کہ الٰہی امداد انجام کار راستبازی کے ساتھ ہے۔ حق ہی کی عمارت مستحکم چٹان پر قائم ہے سچائی کامیابی سے مآل کار علیحدہ نہیں ہوتی۔ اور وہ الہام الٰہی بالکل سچ ہے جس میں ہے۔

[۲] وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ (الزخرف: ۳۶)

متمول مگر کافر کے مقابلہ میں یہی مفلس مگر مومن آخر کار دولتمند ہوا کرتے ہیں۔ ابتدائی حالت میں ظاہر کے ذلیل مگر اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار ہی ظاہری عزت سے بھی معزز ہوتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْعَظَمَةُ لِلّٰهِ تَعَالىٰ !!!

یہ عجیب وغریب راستی اور راستبازی کی معیار ہے۔ یہی ہمیشہ ہر ملک میں تعجب انگیز اور راحت بخش معجزہ اور الٰہی نشان ہے! اور یہی بھلوں کو بروں سے مقابلہ کرتے وقت یقیناً تسلی دِہ رہا اور ہے اور رہے گا۔

آدم سے پہلے ملائکہ، دیوتا ''سروں[۳] کے سامنے جنّ ، شیاطین'' اور اسروں[۴] کی جو گت ہوئی اور جس ذلت کو وہ پہنچے آثار صحیحہ اور اپنشدوں[۵] سے عیاں ہے۔

---

[۱] اگر ہم شہر میں گئے تو ضرور معزز لوگ ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

[۲] آخر کار کامیابی خدا کے پاس پرہیز گاروں ہی کا حصہ ہے۔

[۳] فرشتوں [۴] شیطان [۵] ویدوں کے خلاصے یا تفاسیر

پھر آدم علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کی عداوت سے جو وبال ابلیس پر آیا اور اس کی شرارت کے بدلے شیطان کی جو حقارت ہوئی وہ غالب عمرانات کے زن و مرد بلکہ بچے سے بھی مخفی نہیں مگر آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ آخر اہل ایمان کے مورث اعلیٰ بنے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں ہزاروں ہزار انبیا اور ملوک اپنے پیارے پیدا کئے۔

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَاحْشُرْنَا مَعَھُمْ۔ آمین

ہم ہرگز اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ شیطان کی اولاد بھی چلی اور ان میں بھی بڑے بڑے شہنشاہ ([2] اخنع الاسماء) اور فرعون پیدا ہوئے جو ہمہ تن شیطان کے مظہر، اس کے لِمّہ اور تعلق کے باعث شیطان اور شیطان کی ذریت کے اولیا۔ ان ملاعنہ کے اعضاء ہتھیار ان کے پیادے اور سوار ہوئے اور کسی وقت تک رہیں گے۔ مگر کیوں ہوئے؟ غور کرو۔

اسی نشان کے قائم رکھنے اور یاد دلانے کو کہ بھلوں کے مخالف شیطان اور اس کے مظہر اور اس کے اولیا بُرے لوگ کیسے ہی کثیر التعداد قوی اور دولتمند کیوں نہ ہوں آخر ایسے ذلیل اور خوار ہوا کریں گے جیسے آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت میں شیطان۔

کون بتا سکتا ہے؟ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدو کدھر گئے؟ کچھ کھوج تو لگاؤ کیا ہوئے؟ سب بے نام و نشان ہیں اب تاریخ بھی ان کی تشخیص سے ساکت ہے۔ اور الٰہی غضب نے پانی کو جو ایک آیت رحمت اور حیات کا مدار ہے ایسی شکل بخشی کہ ایک طرف اس کی خانہ زاد لکڑیوں سے جہاز بنے جس میں اس سعید اور مومن کے متبع نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام جا بیٹھے اور پانی نے جوش سے انہیں اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور دوسری طرف نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کو، نہیں نہیں راستی کے مخالفوں، حق کے مقابلہ کرنے والوں کو ان کی بدکرداری کے بدلہ جہنم پہنچا دیا۔

---

[1] ترجمہ۔ اے اللہ ہم کو بھی ان میں سے کر اور ان کے ساتھ اٹھا اور ہماری عرض قبول کر۔

[2] نہایت مکروہ نام

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ قرآن کریم میں عقل والوں کو عبرت دلانے اور نصیحت پر چلنے والوں کو نصیحت کے واسطے بارہا مذکور ہوا۔ سنو۔

[1] وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا [2] تَسْخَرُونَ (ھود: ۳۹)

نوح علیہ السلام کے نام لیوے اور اس کی طرف منسوب ہونے پر فخر کرنے والے آج تک موجود ہیں اور ان میں ہزاروں ہزار روحانی معلم اور پر اُپکاری [3] الٰہی انعامات اور احسانات سے سرافراز اور ممتاز ہیں۔ نوح علیہ السلام کے مخالفوں کے معبودان باطلہ وُدّ، سُواع، یغُوث، یعُوق، نَسر کا کوئی حامی نہیں رہا۔ اور نوحؑ کی تعلیم توحید نبوت اور معاد کے ہزاروں ہزار ناصر و معین موجود ہیں۔ نوح علیہ السلام کے مخالفوں حق کے دشمنوں پر کمزور اور مظلوم کی وہ آہ اثر کر گئی جس کا بیان آیت ذیل میں ہے۔

[4] رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح: ۲۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو برکت پائی وہ ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ اور بڑے بڑے معلوم اور آباد جزائر کی آنکھ سے مخفی نہیں۔ اور جو وبال اس کے دشمنوں پر ان کی بے ایمانی بدکرداری اور حق کی عداوت کے بدلے پڑا کیا اس کا یہ نشان کچھ کم ہے کہ وہ تمام بے نام ونشان ہو گئے؟ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''اور تجھ کو مبارک اور تیرا نام بڑا کروں گا اور تو ایک برکت ہوگا اور جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دوں گا اور ان کو جو تجھ پر لعنت کرتے ہیں لعنتی کروں گا۔'' (پیدائش باب ۱۲۔ آیت ۳)

---

[1] اور وہ (نوح علیہ السلام) جہاز بناتا تھا اور جب اس کے پاس سے نکل جاتے اس کی قوم کے سردار ہنسی کرتے نوح علیہ السلام سے (نوح علیہ السلام) نے کہا اگر تم ہنسو ہم پر تو ہم ہنستے ہیں تم پر پھر یہ بھی اس لئے یا اتنا جو تم ہنستے ہو۔

[2] کاف سبب کے معنے دیتا ہے یا مثل کے۔

[3] خیر خواہ۔ نفع رسان

[4] اے میرے رب مت چھوڑ اس زمین پر ان کافروں سے کوئی بسنے والا۔

اورفرمایا۔ [1] وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰھٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (البقرة: ۱۳۱)

حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام کے نہایت صحت بخش اور نجات دہ نصائح پر کان نہ رکھنے والے وضع الٰہی کے دشمن فطرت کی مخالفت میں قویٰ کو برباد کرنے والے موذی [2] کدھر گئے؟ ان کی بستی کی یہی خبر ہے [3] جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا۔ (ھود: ۸۳)

غریب، سعید اور راستباز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مصری بادشاہ کے اس سخت ظلم اور تعدّی کو دیکھ کر جو اس نے آپ کی قوم پر شروع کر رکھی تھی اس خیال سے کہ جس بادشاہ کی رعایا ہو کر رہے اس سے بغاوت کرنا اہل ایمان اور سچے اسلام والوں کا کام نہیں فرعون شاہ مصر سے درخواست کی اور بجا درخواست کی۔

[4] فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ (طٰہٰ: ۴۸)

پر اس نافہم نے حضرت موسیٰ جیسے مومن ناصح کی عمدہ اور بجا درخواست کی طرف توجہ نہ کی الٹا بنی اسرائیل کو زیادہ تر دکھ دینے لگا بلکہ جناب موسیٰ علیہ السلام جیسے پاک خیر خواہ کی نسبت ناعاقبت اندیشی کے باعث حقارت کی راہ سے کہا۔

[5] یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ [6] اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (الزخرف: ۵۲تا۵۴)

---

۱ اور ابراہیمی ملت سے کون روگردان ہوسکتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے تئیں احمق ٹھہرایا۔

۲ یہ بدکار لونڈے باز تھے نعوذ باللہ۔

۳ ہم نے اس کو زیروبالا کر دیا۔

۴ بنی اسرائیل (میری قوم) کو میرے ہمراہ کر دے اور انہیں دکھ نہ دے۔

۵ اے میری قوم کیا تم نہیں دیکھتے۔ ملک مصر کا میں مالک ہوں اور یہ ندیاں میرے نیچے بہتی ہیں بلکہ میں بہت اچھا ہوں اس ذلیل سے اور یہ تو صاف صاف بول بھی نہیں سکتا۔ بھلا کیوں نہ ڈالے گئے اس کو سونے کے کنگن۔ اور نہ آئے اس کے ساتھ فرشتے پر باندھ کر۔

۶ کنگن اس کے زمانہ میں عزت کا نشان تھا جیسے ہندوستان کی ہندو ریاستوں میں اب بھی ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کا ضعیف مگر سعید اور دشمنوں کی سختیوں پر صابر گروہ آخر اسی قاعدہ الٰہی کے مطابق کہ صادق بخلاف کاذب ومکذب کامیاب ہوتا ہے کامیاب ہوا۔

[1] وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ (الاعراف: ۱۳۸)

بے بس نہایت خاکسار، بنی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم الانبیاء، رسول، مسیح ابن مریم علیہما السلام کے قسی القلب دشمن کدھر گئے؟ کوئی ان کا پتہ بتا سکتا ہے؟ ان ''بے ایمان'' ''سانپوں'' اور ''سانپوں کے بچوں'' پر فتویٰ لگ گیا۔ ان پر حکم ہو چکا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے اتباع جس جاہ و حشم کے ساتھ جناب مسیح علیہ السلام کے منکروں پر حکمران ہیں اس سے ہندوالے کیا تمام آباد دنیا بے خبر نہیں۔

ہمارے ہادی (اے رب اے رحمٰن اے رحیم مولیٰ کریم مجھے بھی اس کے خدام میں رکھیو اور اسی کی مرافقت جنت میں عطا کریو) کے آیات نبوت میں حضرت مسیح کے اتباع اور ان کے منکروں کا تذکرہ بطور پیشینگوئی مندرج ہے۔ اس پر غور کرو۔

[2] اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (ال عمران: ۵۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور ان کے ساتھ والے مسلمان ہیں یا عیسائی اور ان

۱؎ اور ہم نے مالک بنایا موسیٰ کی ضعیف قوم کو مبارک ملک شام کی تمام زمین کا۔ اور پوری ہوئی اچھی بات تیرے رب کی بنی اسرائیل پر اس لئے کہ صابر ہوئے اور خراب کیا اس کو جسے بنایا فرعون اور اس کی قوم نے۔

۲؎ جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا۔ تجھے کافروں سے اور کرنے والا ہوں تیرے اتباع کو کافروں کے اوپر قیامت تک۔

کے منکر یا یہود ہیں اور تھے یا اس انڈیا میں آریہ اور مختلف بلاد میں کچھ پارسی اور کچھ بدھ[1]۔ یہ تمام منکر قومیں، حضرت مسیح علیہ السلام کے اتباع کے ماتحت ہیں اور ہمیشہ ماتحت رہیں گی اور یہ پیشینگوئی قیامت تک ثابت اور استحکام کے ساتھ ظاہر رہ کر قائل کے واسطے آیت صداقت اور نشان نبوت رہے گی۔

کیا جس کتاب میں اس پیشینگوئی کا تذکرہ ہے جس کتاب میں اس پیشینگوئی کا دعویٰ اس طرح پر ہے کہ قیامت تک اسی طرح رہے گی وہ کتاب ایسے علیم وخبیر کی نہیں۔ جو جزئیات اور کلیات پر محیط اور ان پر بہ تفصیل واقف ہے؟

اب میں تمام سریشٹوں[2] کے سریشٹ اور تمام اہل ایمان کے سردار اسعد الخلق (فداك ابی و امی صلی اللّٰہ علیك و سلم) کے قصہ پر اس کلام کو ختم کرتا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے ایسے وقت جب تمام دنیا پر روحانی، تمدّنی اور اخلاقی حالت کی نسبت ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی تھی اور دنیا کے لوگ گم کردہ راہ بُھول بُھلیّاں میں مبتلا تھے۔ آفتاب کی مانند طلوع فرما کر راہ نمائی کا بیڑا اٹھایا اور لگے نکالنے لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف۔

خدا کے واسطے ذرا غور تو کرو۔ اس سراج منیر کی نورافشانی کے وقت تمام آباد دنیا کا کیسا حال تھا؟ دنیا کے اشیاء جنہیں انسان کے خادم کہنا چاہیئے اور حسب الحکم۔

[3] اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (لقمان: ۲۱)

انسان کے ماتحت ہیں بالعکس انسان کے معبود بنائے گئے۔ غور کرو۔ ہندوستان کا ملک ایسا تھا کہ اس میں پتھر اور درخت پوجے جاتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آریہ ورت بقول آریوں کے بھی ہندوستان ہو چکا تھا۔

---

[1] کچھ بدھ اور اَور قومیں مسیح علیہ السلام سے ابھی ناواقف ہیں اور ان کے پورے منکر نہیں ہوئے ہیں یاد رہے۔

[2] تمام عمدہ لوگوں سے افضل۔

[3] کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ نے مفت تمہاری خدمت میں لگا دیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

حیرانی ہوتی ہے کہ لنگ[۱] کی مہماں[۲] اور اس کی پوجا کا دور دورہ یہاں تھا ! بھگ[۳] اور شکتی کی پرستش یہاں تھی !وام مارگ ،اگھور، کپال مت کے بانی اور گروہ یہاں ہی تھے۔جین اور ناستکوں کا مبدا اور مولد یہی آریہ ورت تھا!

آریوں کے یا ہندوؤں کے ہمسایہ یا پہلے استاد بلکہ بھائی بند قدیم ایرانی اگنی ہوتری تھے۔جنہوں نے آسمانی بروج سیاروں،ستاروں اور خاص کر سورج کو معبود بنا رکھا تھا بلکہ ان کے نہایت ناپاک اثر سے فارسی لٹریچر میں تمام سکھوں اور دکھوں کو آسمانی گردش کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔اسلام کے مدعی لائق منشیوں نے سورج کو حضرت نیر اعظم وغیرہ مقدس الفاظ سے یاد کیا۔

یہ لوگ یزدان اور آہرمن دو خداؤں خالق خیر اور خالق شر کے معتقد تھے مغرب اور شمال بلکہ اندرونی حصہ عرب میں یہود اور عیسائی تھے۔

عیسائیوں کا یہ حال کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ازلی بیٹا بلکہ خدا یقین کرتے اور اس کو اصل ایمان جانتے تھے۔اور ان کا اعتقاد تھا اور ہے کہ اللہ تعالیٰ **وحدہ لا شریک لہ من کل الوجوہ** ایک ہے اور تین ہے۔پناہم بخدا!!!عیسائی کہتے ہیں۔خدا باپ ازلی،خدا بیٹا ازلی،خدا روح القدس ازلی۔تینوں خدا ہیں پھر خدا ایک ہے!!!

[۴]تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم:۹۱ تا ۹۴)

---

۱ لنگ پوجا حسب اعتقاد عام ہنود کے شیو جی کے عضو تناسل کی پرستش ہے۔

۲ عظمت۔

۳ عورت کا عضو تناسل۔

۴ قریب ہے کہ آسمان چور چور ہو جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ذرہ ذرہ ہو کر گر پڑیں کہ وہ رحمٰن کا بیٹا پکارتے ہیں۔ اور رحمٰن کو سزاوار نہیں کہ بیٹا اختیار کرے کیونکہ سب جو آسمان وزمین میں ہیں رحمٰن کے حضور میں بندہ بن کر آنے والے ہیں۔

اس وقت کیتھولک فرقہ کا عروج تھا اور عیسائیوں میں بعض ایسے بھی تھے جو صدیقہ مریم علیہا السلام کو متمم تثلیث جان کران کی تصویر پر گوٹے کناری کے کپڑے ڈالتے تھے۔ ہند میں بھی بعض لوگ بتوں کو گرمی اور سردی کا لباس علیحدہ علیحدہ چڑھاتے ہیں۔

پادری کا مذہبی مقدس کا یہ رعب اور یہ عظمت تھی اور ہے کہ عیسائیوں کا بچہ بدوں مذہبی مقدس، اس کے خاص لباس اور اس خاص رسم کے جو مسیحی کلیسیا کے واسطے ضرور ہے کلیسیا کا عضو اور اس کا ممبر نہیں ہوسکتا۔

کوئی عیسائی بدوں وساطت پوپ کے نکاح نہیں کرسکتا۔ نماز کے واسطے کنیسہ میں جانا ضرور ہے اور وہاں قسیس کا ہونا لازم، گناہ گار کو گناہ کی معافی لیتے وقت لابد ہے کہ قسیس کو اپنی بدکرداریوں پر واقف کرے۔ اگر بدکار اپنے گناہوں پر پادری کو آگاہ نہ کرے تو گناہ گار کا گناہ معاف ہی نہ ہو!

مرنے کے بعد دفن کے موقع پر اگر پادری موجود نہ ہو تو یہ لابُدّی سفر یہ آخری منزل طے ہی نہ ہو۔

عیسائیوں کے استاد اور معلم اور ان کے پاک کتاب کے پہلے اور آج تک کے محافظ یہود تھے۔ جنہوں نے توحید کو تشبیہ تک اور عبادت کو اس کے صرف جسمانی مظہر تک اور اخلاق کو قساوت قلبیہ کے ساتھ مختلط اور محدود کر رکھا تھا توحید اور اخلاق فاضلہ کی طرف عام دعوت ہرگز نہیں کرتے تھے۔

یہود کے کئی فرقے قیامت کے منکر بھی تھے۔ بلکہ اناجیل سے واضح ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام سے بھی اس مسئلہ میں انہوں نے تکرار کی۔

اور اکثر یا قریباً کل اس بُرے اور تمام بُرائیوں کے سرچشمہ بداعتقاد کے معتقد تھے کہ ''یہود۔ بنی اسرائیل خدا کی برگزیدہ قوم ابراہیمؑ راستباز کی راستبازی سے انجام کار نجات

پائیں گے‘‘۔جس کا قرآن کریم نے تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ (البقرۃ:۱۳۵) کہہ کر ابطال کیا۔

پھر عیسائی یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا نیک بندہ اور رسول بلکہ عیسائیوں کا خدا تمام عیسائیوں کی لعنتوں سے ملعون ہو کر اور عیسائی قوم کی بدکاری اور فسق و فجور اور گنہگاری سے گنہگار بن کر عیسائیوں کا کفارہ ہوا[۱]!!!

اس لئے عرب کے لوگ شرک میں ڈوبے ہوئے تھے اور شرک کی ذاتی لازم جہالت میں سخت مبتلا تھے اور اس کے نتیجہ باہمی اختلاف میں پھنس کر ایک دوسرے پر حملہ کر کے کمزور اور ذلیل اور مفلس بن رہے تھے۔ نہ ان میں کوئی ہدایت نامہ تھا نہ کوئی قانون شراب خوری، قمار بازی، عزت اور فخر اور بہادری کا نشان تھا۔اور بس۔

تعصّب، ہٹ، ضد اور عداوت، گویا ان کی فطرت ہو رہی تھی۔ایسے وقت میں حضرت خاتم الانبیاء، اصفیٰ الاتقیا سید ولد آدم، فخر بنی آدم واعظ سعادت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت اور راہنمائی پر کمر باندھی اور ساتھ ہی یہ بھی دعویٰ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملہم ہوا ہوں۔ میں بھی ان سعیدوں میں سے ایک ہوں جن میں آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، لوط علیہ السلام، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔

انبیا کے قصے بار بار قرآن کریم میں پڑھ کر لوگوں کو یاد دلاتے کہ گزشتہ رؤساء اہل ایمان اور اعداء حزب شیطان کی تاریخ پڑھ لو۔اس پاک گروہ کے مخالفوں کی تباہی سے عبرت پکڑو۔ان سرشتوں کے قصوں کو پڑھ کر نصیحت حاصل کرو۔یہی قصے میری راستی اور راستبازی کے آیات اور

---

[۱] یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت آریوں اور پادریوں کا خیال ہے کہ اسلام بلکہ ہادی اسلام کے معلم تھے اسلام نے اگر اقتباس کیا ہے۔تو غور کرو کیسی جوہر شناسی اور کامل ہدایت کو کام میں لایا ہے۔کھوٹے اور کھرے ملے جلے جواہرات میں سے کھرے موتیوں کو الگ کرنا کیا چھوٹا سا کام ہے؟ غور کرو۔

علامات یا بطور محاورہ محدّثہ معجزات اور خوارق عادات ہیں۔

منکرو! جس طرح بھلے ہمیشہ بروں کے مقابلہ میں انجام کار فتحیاب ہوتے رہے اور راستی کے دشمن یا انبیا علیہم السلام کے مخالف ہر زمانہ میں آخر شکست پاکر بے نام ونشان ہوتے رہے ہیں ایسے ہی او دشمنو! حق کے مخالفو! میری مخالفت میں تم ذلیل اور خوار ہو جاؤ گے۔ حملہ آوروں کے حملوں کی خبر دی اور یہ بھی بتا دیا کہ میرے مخالفو! اگر تم مجھ پر حملہ آور ہوگے تو نتیجہ یہ ہوگا۔

[1] سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر: ۴۶)

سورہ شعرا وغیرہ میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ان قصص کا بیان ہے جن میں انبیا علیہم السلام کے ساتھ ان کے دشمنوں کے مقابلوں کا تذکرہ ہوتا ہے اور مخالفوں کی بے وجہ تکذیب کا آخری نتیجہ اور دائمی ثمرہ بتایا جاتا ہے۔ اور پھر آخر میں ہر قصہ کے یوں کہا جاتا ہے۔

[2] اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (الشعراء: ۶۸)

اسی سورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے اعدا نے جب نوح علیہ السلام کو یہ کہہ کر وعظ سے روکا۔

[3] لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (الشعراء: ۱۱۷)

اس وقت حضرت علیہ السلام نے یہی فرمایا اور اس طرح دعا کی۔

[4] رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء: ۱۱۸، ۱۱۹)

۱؎ شتاب ہے وہ وقت کہ میرے مخالفوں کی جمعیّت ہزیمت پاوے اور پیٹھ دے کر بھاگیں۔

۲؎ اس قصہ میں بے ریب ایک نشان معجزہ ہے اور اکثر نہیں مانتے۔

۳؎ اگر تو اس منادی سے اے نوح نہ رکا تو تجھ پر پتھراؤ کیا جاوے گا۔

۴؎ اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔ تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے ایمان والوں کو بچا لے۔

پھر جونتیجہ نکلا اس کا بیان ہے۔

[1] فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً (الشعراء:۱۲۰تا۱۲۲)

اسی طرح اس سورہ شعرا میں قوم عاد کا جناب ہود علیہ السلام سے مقابلہ اورقوم ثمود کا حضرت صالح علیہ السلام سے جھگڑا اورقوم لوط کا جناب لوط علیہ السلام کے مواعظ حسنہ پر کان نہ دھرنا ایسی ہی طرز سے بیان ہوتا ہے۔

سورہ مزمل مکہ معظّمہ میں اُتری جب حضور علیہ السلام بظاہر نہایت کمزوری کی حالت میں تھے اور بظاہر کوئی سامان کامیابی کا نظر نہ آتا تھا۔قرآن نے صاف صاف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔

یہ رسول اس رسول کی مثل ہے جو فرعون کے وقت برگزیدہ اور بنی اسرائیل کا ہادی بنایا گیا۔جس طرح اس رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن بے نام ونشان ہو گئے۔ایسے ہی اس رسول کے دشمن معدوم ہوں گے۔

[2] اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ (المزمل:۱۶تا۱۸)

اور جس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم دشمنوں سے نجات پا کر آخر معزّز اور ممتاز اور خلافت اور سلطنت سے سرفراز ہوئی۔اسی طرح ٹھیک اسی طرح لاریب اسی طرح اس رسول کے اَتباع بھی موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کی طرح بلکہ بڑھ کر ابراہیمؑ کے موعود ملک بالخصوص اور اپنے

---

[1] پھر بچالیا ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری کشتی میں اور غرق کر دیا اس کے پیچھے سب کو۔لاریب اس قصہ میں ایک نشان معجزہ ہے۔

[2] ہم نے ہی بھیجا تمہاری طرف رسول نگران تم پر جیسے بھیجا تھا فرعون کو رسول پھر جب نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی تو سخت پکڑ لیا ہم نے اسے۔پھر تم اگر اس رسول کے منکر ہوئے تو کیونکر بچو گے۔

وقت کے زبردست بادشاہوں پر علی العموم خلافت کریں گے۔

[1]وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [2] وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا (النور:۵۶)

آخر دیکھ لو۔ اس فطرت کے قاعدہ نے۔ اس الٰہی سنت یا عادۃ اللہ نے ناظرین کو وہی نتیجہ دکھایا جو ہمیشہ اہل ایمان کے ساتھ ان کے بے ایمان مخالفوں کے بیجا حملوں کے وقت دکھاتی چلی آتی ہے۔

ہمارے ہادی، بلکہ ہادی انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم میں۔ نہیں نہیں۔ آپ کے مولد مسکن اور آپ کے ملک میں آپ کا کوئی دشمن نہ رہا۔ دشمن کیسے؟ ان کے آثار بھی نہ رہے! مکہ معظّمہ نہیں، بلکہ جزیرہ نمائے عرب پر نگاہ کر لو تمام عرب آپ کے خدام یا خدام کے معاہدین کی جگہ ہو گیا۔

اللہ اللہ!!!

جیسے آپ بے نظیر ہیں ویسے ہی آپ کی کامیابی بھی بے نظیر واقع ہوئی۔

ناظرین! ایسی کامیابی کسی ملہم، کسی مدعی الہام، کسی ریفارمر، کسی مصلح، کسی رسول یا کسی بادشاہ کو کبھی ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کس مقتدا نے، کس بادشاہ نے، نام تو لو، وحدت ارادی کی روح پھر الہامی دعوے کے بعد اپنی قوم میں اپنے ملک میں۔ اولاً و بالذات اس طرح پھونکی؟ کس نے، بتاؤ تو سہی، اس طرح کی نئی زندگی بخشی؟ کس کے وسیلے ایسی عملی طاقت ظہور میں آئی؟ مذہب والو!

---

[1] وعدہ دے چکا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تم میں سے جو ایمان لائے اور کام کئے انہوں نے اچھے ضرور خلیفہ کر دے گا ان کو اس خاص زمین میں (جس کا وعدہ ابراہیم سے ہوا) جیسے خلیفہ بنایا ان کو جوان اسلامیوں سے پہلے تھے اور طاقت بخشے گا انہیں اس دین پھیلانے کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا اور ضرور ہی بدل دے گا انہیں خوف کے بعد امن سے۔

[2] من قبلھم سے وہ قوم موسیٰ کی بنی اسرائیل مراد ہے جن کا ذکر وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا (الاعراف: ۱۳۸) میں ہے۔

کس کا مولد آزاد دیکھتے ہو؟

حضور علیہ السلام نے نہ صرف اپنا ملک بلکہ اپنے مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موعود ملک آزاد کرالیا۔

ہمیشہ حق کے مخالف اور متکبّر، انبیا اور ان کے غریب جان نثاروں کو ستاتے اور ان کے مقابلہ میں ظالمانہ صف آرا ہوتے ہیں۔ پر مآل کار وہی کمزور اور مومن غالب ہوتے ہیں، سچ ہے۔

[1] اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۗ لَا يَسْتَوٗنَ (السجدة :۱۹)

یاد رکھو یہی ایک راحت بخش قانون ہے جو سچائی کا معیار رہا۔ اور رہے گا اور یہی تسلّی دِہ معجزہ ہے جس سے بھلائی اور بُرائی کو عام نظر کا آدمی بھی امتیاز کر سکتا ہے۔

ہاں فتح مندی اور کامیابی کا تاج لینے کے واسطے استقامت[ا]، حسن ظن[ب]، وفاداری[ج]، راستی[د] اور کوشش[ہ] شرط ہے۔

ا۔ [2] اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (حٰمٓ السّجدة:۳۱)

ب۔ [3] اَلظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۗ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (الفتح:۷)

ب۔ [4] وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا (الفتح:۱۳)

۱؎ کیا جو مومن ہے وہ فاسق کا سا ہو سکتا ہے نہیں وہ برابر نہیں۔

۲؎ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ پکے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ۔

۳؎ اللہ کی نسبت بدظن کرنے والے۔ ان کی نسبت سخت سزا کا فتویٰ ہے اور ان پر اللہ کا غضب پڑا۔

۴؎ اور تم نے بُرا گمان کیا اور تم کھپ جانے والے لوگ ہو گئے۔

ب۔[۱] وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (حٰمٓ السّجدة:۲۴)

ج۔ [۲] اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (البقرة:۴۱)

د۔ [۳] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبة:۱۱۹)

ہ۔ [۴] وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (النجم: ۴۰،۴۱)

یہ ایک مختصر تذکرہ ہے جو گزشتہ واقعات پر مبنی ہے جس کی شہادت آثار باقیہ اور تواریخ صحیحہ سے ظاہر ہے۔

یہاں انڈیا میں ہمارے مورث آئے، استقامت، باری تعالیٰ پر حسن ظن، وفاداری، صداقت اور سعی اور سعادت کا مخزن توحید الوہیت اور جزا اور سزا کا مستحکم مسئلہ اور ایمان بالملائکہ اور ایمان بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اور اِيْمَان بِالْاَنْبِيَاء کا پاک اعتقاد جو تمام نیکیوں کا منشا ہے۔ اور تقدیر کا نہایت سچا مسئلہ جو تمام بلند پروازیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور مروت، شجاعت، ہمت، عدل اور اخلاص۔ یہ ساری صفات فاضلہ اپنے ساتھ لائے ان کا ظاہر و باطن ایک تھا جیسا ایمان اور اخلاص رکھتے تھے ویسے ہی کامیاب بھی ہوتے رہے۔

مگر ان کی اولاد نے اپنے آباء کی اقتدا میں سستی کی، بزرگوں کی چال نہ چلے۔ بلکہ حسب [۵] فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (مریم:۶۰)

حرص و ہوا کے پیچھے پڑے تب ان کو حسب الٰہی وعید

۱۔ اور اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب سے کیا تمہیں ہلاک کیا پھر تم زیاں کار ہو گئے۔

۲۔ میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

۳۔ اے مومنو اللہ سے ڈرو اور صادقوں کا ساتھ اختیار کرو۔

۴۔ انسان کا بہرہ وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس کی کمائی دیکھی جاوے گی۔

۵۔ پھر ان کے بعد ایسے جانشین پیدا ہوئے جنہوں نے عبادت الٰہی کو ترک کیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔

[۱] فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم:۶۰)

بُت پرستوں کی رسوم اور عادات لینے کی سزا ملی جس کو آج تم او مسلمانو! دیکھتے ہو اور سنتے ہو۔ اگر قلب سلیم رکھتے ہو تو فکر کرو۔

البتہ ان میں نہایت نیک اور باایمان بھی تھے اور ہیں۔ اِلَّا عام گروہ نافرمان ہوا۔ بھلوں کو ان نافہموں کے ساتھ ملا جلا رہنے اور علیحدہ نہ ہونے کے باعث بروں کی سزا کا حصہ دار ہونا پڑا اور کیونکر شریک نہ ہوتے؟

[۲] لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود:۱۱۴)

کی ممانعت پر ان کا بھی عمل درآمد نہ رہا

[۳] اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

ہاں۔ اللہ تعالیٰ کے ان پیارے بندوں نے اپنی قوم کے نافرمانوں کا ساتھ کیوں نہ چھوڑا؟ کیوں ایسے لوگوں سے الگ نہ ہوئے؟ غالبًا قوم کی خیرخواہی، ان کی بھلائی کے خیال سے مگر ہدایت نامہ قوم کے پاس تھا اور کم وبیش اس پر عملدرآمد بھی تھا۔ پاک کتاب کی زبردست تاثیر کبھی کبھی غافل، مست قوم کو جگاتی رہی۔ اس لئے ان میں اللہ تعالیٰ کے پیارے راستباز، اولیاء کرام، علماء عظام، واعظ حق پیدا ہوتے رہے اور بقدر استعداد و ہمت سچائی کو پھیلاتے رہے اور ان کے مجاہدات، دعاؤں، خلوص اور توجہ کی برکات سے اپنے بیگانے متنبہ ہوتے رہے اور ان پاک لوگوں کی کوششیں مثمر ثمرات ہوئیں والحمد للّٰہ رب العالمین۔

ہندوستان کی بُت پرستی، ہندوؤں کا دوراز عقل قصص کو یہود سے بھی زیادہ مقدس جاننا۔ دنیا سے مخفی نہیں اور ان دونوں مہلک مرضوں سے جو بدنتائج ظہور میں آئے اُن سے دیانندی پنتھ کو بھی انکار نہیں۔

---

[۱] جلدی وہ سزا کو پہنچیں گے۔

[۲] ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

[۳] اے خدا تو معاف کرنے والا ہے۔ عفو کو دوست رکھتا ہے۔ ہم سے درگزر فرما۔

توحید الوہیت اور اعلیٰ درجہ کے علوم اتفاق یکتائی کے حاصل کرنے میں یہی دونوں۔ (۱) غیر اللہ کی پرستش۔(۲) خیالی جھوٹے افسانوں پر یقین کرنا بڑی روک ہوتے ہیں۔میرے پیارے بھائی مسلمانو! یہی دونوں آفتیں اب تم کو دامنگیر ہوگئیں اور یہی دونوں برباد کن اسباب جو مشرکوں اور یہودوں کی بدولت تمہاری سوسائٹی میں ور آئے تمہیں ان کے ساتھ ہی لے ڈوبے۔

عاقبت اندیشی کرو! اللہ تعالیٰ کا خوف کرو! مشرکوں یہودوں کی شاگردی سے توبہ کر کے اور قرآن کریم اور حدیث نبی رؤف الرحیم کا اتباع اختیار کر کے دیکھ لو! جیسے کہ اِس اتباع سے تمہارے اسلاف، دین و دنیا کے سلاطین اور امراء وخلفاء بن گئے۔ویسے ہی تم بھی بن جاؤ گے۔ یاد رکھو! نصرانیت، دہریت، یہودیت، شرک کے اجتماع سے جن سے اب تمہارے اکثر **کالجئیرز** مرکب ہیں۔کبھی بھی تم کامیاب نہ ہوگے!

غرض ان باہمت ارواح مقدسہ کے قوی اثر سے ہند میں ہمیشہ اسلام پھیلتا رہا۔نہ جیسے ہمارے بعض طلیق اللسان لیکچراروں کا بیان ہے کہ ''اسلام ہند میں بجبر داخل ہوا''۔زمانہ حال کا تذکرہ ہے کہ مولوی شیخ عبید اللہ صاحب ساکن بنت نے ایک تحریک کی جس سے صدہا اپنے اور بیگانے بیدار ہوگئے۔ بلکہ مخالفوں کی تعلیم یافتہ سوسائٹی بلند آواز سے پکار اٹھی کہ ''بت پرستی اور لغو افسانے بے ریب تباہی کا موجب ہیں''۔مولوی صاحب کا ایک بڑا مکذب اپنا قدیمی طرز ترک کر کے دیانندی عالی جنابوں میں آ داخل ہوا مگر ترقی ہمیشہ بتدریج ہوا کرتی ہے اور ان نئے جاگنے والوں کو پوری راستی پر پہنچ جانا شاید اس لئے بھی نصیب نہ ہوا کہ قومی تعلقات اور انواع واقسام کی جسمانی ضرورتوں نے یکدم قوم سے علیحدگی کی اجازت نہ دی۔ برہمو مذہب والوں نے آریہ سے زیادہ جلدی قدم اٹھایا۔ بہ نسبت آریہ کے بہت کچھ اسلام کے قریب آ گئے اور آریہ

برہموں کے ساتھ اس لئے بھی شریک نہ ہوئے کہ ذات پات کا امتیاز جو بدظنی، تکبر اور باہمی تنفّر کا منشاء ہے اور بنی نوع کے اتحاد میں سخت خلل انداز ہے، چھوڑ نہ سکے، بلکہ میں کہتا ہوں دفعی جذب اس واسطے بھی نصیب نہ ہوا کہ دل صرف اللہ تعالیٰ کا طالب نہ تھا۔ دنیوی آسائش اور نیشنیلٹی کا خیال قوت ایمانیہ پر غالب آ گیا۔ ایسے ہی اسباب نے نور فطرت اور سلیم کانشنس کی بینائی کو دھندلا کر دیا اور آخرت یا پیچھے آنے والی حالت پر دنیا یا موجودہ خیالی راحت کو ترجیح دے دی۔ سبحان اللہ!!!

کسی زمانہ میں آخرت کو دنیا پر ترجیح تھی اور دنیا ایک فانی اور محض خواب خیال سمجھی جاتی تھی اور اب اس زمانہ میں نوجوانوں کالجئیروں اور ان کے ہم خیالوں میں عام طور پر دیکھا جاوے (اِلَّا مَنْ عَصِمَہُ اللّٰہُ) تو صرف چندروزہ دنیوی آسائش ہی نجات اور آرام کی جگہ ہے۔ ان نئے جاگنے والوں نے قصہ مختصر اسلام کے قریب آتے آتے روگردانی اور اجتناب کیا۔ معلوم ہوتا ہے اور یقیناً ہے بھی یوں ہی کہ کسی شریر کی یہ خواہش

[1] اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (الاعراف:۱۵)

منظور ہوگئی۔ اس منظوری میں کیا حکمت ہے؟ یہ ایک جدا بحث ہے اور یہ فرمان بالکل سچ ہے کہ اُسے کہا گیا۔

[2] فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (الحجر:۳۸،۳۹)

مگر تعجب ہے! اس گروہ نے جس کتاب کو کافی ہدایت نامہ یقین کیا اس کے پورے سمجھنے والے پنجاب کے منتہا تک نظر کرو کہیں نہ ملیں گے۔ ویدک سنسکرت کی عبارت بھی نہیں پڑھ سکتے۔

---

[1] مجھ کو بعثت کے دن تک مہلت دے۔ [2] یقیناً تجھے وقت معلوم کے دن تک ڈھیل دی گئی۔

مگر یہ کہے جاتے ہیں کہ ہماری ہی کتاب تمام علوم اور فنون کی معلم اور استاد ہے۔ثبوت پوچھیئے تو کیا ہوگا!

اس کتاب کے وجود سے آریہ کے ماوراء اور بلاد کے لوگ واقف بھی نہ تھے ہند سے کس ملک میں وید کا ترجمہ پہنچا؟ آریہ صاحبو! کوئی مستحکم دلیل چھوڑ، ناقص شہادت ہی پیش کرو۔

مسلمانو! اس حملہ کا باعث جو آریہ جماعت اس وقت مسلمانوں پر کررہی ہے اور اس تنفر کا موجب جو آریہ نے ظاہر کیا ہے۔صرف آریہ ہی نہیں بلکہ تمہاری غفلت اور اپنی پاک کتاب کی خدمت میں علمی اور عملی طور پر بے پروائی بھی اس کی علت ہے۔تم نے اپنی کتاب کو طاق نسیاں پر رکھ دیا جس کا وبال تم پر یہ پڑا کہ تمہارے کئی فرقے ہوگئے۔ میں مانتا ہوں کہ یہود اور عیسائیوں کا سا تمہارا حال نہیں۔تم کو باہم الفت بھی ہے مگر نہ ایسی جیسے چاہیئے۔ اہل کتاب کا نمونہ دیکھ لو! اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فرماتا ہے۔

[1] وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ (المائدۃ : ۱۵)

سوچو اگر انہیں اتفاق ہوتا تو تمام دنیا پر جو چاہتے کرتے۔مگر جرمن سے فرانس، روس سے انگلستان کو جو کچھ کھٹکا ہے ظاہر ہے۔ باایں‌کہ سب عیسائی ہیں! مسلمانو! تمہارا مالک رازق اللہ ایک، تمہاری کتاب ایک، تمہارا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ایک۔عیسائی تین کے بندے ہیں۔آریہ چار کتابوں کے متبع۔ان میں اختلاف ہوتا تو ہوتا۔ہم میں ایسی وحدت کے ہوتے اتنا تفرقہ بھی کیوں ہوا؟

---

[1] اور ان لوگوں سے جنہوں نے کہا ہم نصرانی ہیں۔ہم نے پختہ اقرار ان کا لیا۔اس یاد دلائی گئی بات پر عمل کرنا بھول گئے۔ پھر ہم نے ان میں عداوت اور بیر کو اکسا دیا۔

الحاصل مشرکوں سے نکلتے، توحید کی طرف آتے ہوئے گروہ، بلکہ یوں کہیئے اسلام کے قریب آنے والے دیانندی پنتھ کو جب مختلف اسباب سے رکاوٹ ہوئی اور دھوکے میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان میں کے سعیدوں کی غلطی سے بچنے کے لئے **حضرت میرزا غلام احمد صاحب مجدد** کو پیدا کیا اور انہیں توفیق دی کہ آریہ اور ان کے سوا جس قدر اسلام کے مخالف ہیں ان سب کو موجہ اقوال سے سمجھاویں اور مغالطات کے مواقع سے انہیں آگاہ کریں۔ حضرت میرزا صاحب نے اس مقصد اعلیٰ کی ابتدائی تحریک کے واسطے ایک کتاب لکھی اور اس کا نام **براہین احمدیہ** رکھا۔

اللہ تعالیٰ کے سامان قدرت کو دیکھو غافل قوم کے جگانے کو کیا تدبیر نکالی! اس کتاب کی تکذیب پر ایک پولیس مین کھڑا ہو گیا۔ الحمد للّٰہ تعالیٰ ۔اس مکذب نے تمام مباحث ضروریہ کو ایک جا جمع کرنا شروع کر دیا۔ آریہ کے عام مذہب میں گو کاسہ لیسی اور جوٹھا کھانا ناپسند ہے مگر اس شخص نے تمام عیسائیوں اور پادریوں کے اعتراض بھی لے لئے۔

اس واسطے عیسائیوں کے ایک ریفارمر نور افشاں نے تکذیب کی مدح میں کئی صفحے سیاہ کئے ہیں۔ایک جگہ لکھتا ہے۔

''تکذیب براہین ایسی دلچسپ ہے جب اسے ابتدا سے دیکھنا شروع کرو تو دل یہی چاہتا ہے کہ آخر تک دیکھ لی جاوے''۔ سبحان اللہ کیا سچ ہے!

[1] اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (النساء : ۵۲)

---

[1] دیکھو تو ان کتاب والوں کو یقین لا رہے ہیں ساتھ بدکاروں اور نافرمانوں حد سے نکلنے والوں کے۔ اور منکروں کو کہتے ہیں۔ یہ اسلامیوں اور مومنوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اگر چہ عیسائیوں میں ایسے منصف بھی ہیں جن میں سے ایک نے مجھے لکھا ہے

''تکذیب کے ریویو سے اتفاق صرف صاحب ریویو کے سے مزاج والوں کا ہوگا۔ تکذیب براہین کو بندہ بھی دیکھ چکا ہے بجز یاوہ گوئی کے میرے ہاتھ تو کچھ نہیں آیا۔ ہاں کوئی فحش سیکھنا چاہے تو اچھی کتاب ہے۔عیسائی اعتراض بہم پہنچا کر اپنی لیاقت ضرور جتائی ہے ایسے مباحثہ سے چکلے کی کہانیاں اچھی ہیں۔''

خاکسار نے جب اس کتاب تکذیب کو دیکھا تو وہ کل مکذب یاد آ گئے جو آدم سے لے کر ہمارے ہادی (فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ و سلم) تک آپ کے اور آپ کے سچے اور نیک فرمانبرداروں اور جان نثاروں کے مقابل گزرے۔مگر وہی الٰہی سنت اور خدائی قاعدہ کہ انجام کار اہل ایمان اور راستباز ہی فتحیاب ہوتے ہیں میرے واسطے جان افزا، راحت بخش ہوا۔ ہمارے ہادی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

[۱] وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتّٰى أَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَإِى الْمُرْسَلِيْنَ (الانعام:۳۵)

اور جگہ جب حضور علیہ السلام تنہا مکہ معظّمہ میں تھے فرماتا ہے کہ اپنے مخالفوں اور بیجا حملہ آوروں نافہم مکذبوں کو سنا دے۔

[۲] سِيْرُوا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (الانعام:۱۲)

کوئی دیکھ لے جو حالت انبیاء علیہم السلام کے مکذبوں کی ہوئی اس سے بڑھ کر ہمارے

---

۱ بے شک جھٹلائے گئے رسل تجھ سے پہلے پھر صبر کیا انہوں نے تکذیب پر اور دکھ دیئے گئے یہاں تک کہ آئی ان کے پاس مدد ہماری اور الٰہی باتیں کوئی نہیں بدل سکتا۔ اور بے ریب آ چکی تجھے خبر پہلے رسولوں کی۔

۲ زمین میں سیاحت کرو پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

حضور علیہ السلام کے نافہم مکذبوں کی ہوئی۔ جہاں سے مکذبوں نے آپ کو نکالا وہاں سے خود ہی ابدالآباد کے واسطے نکل گئے۔ سچ ہے والعاقبة للمتقین۔

حضرت مرزا صاحب خاتم الانبیاء اصفی الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خادم اور اسلام کے با اخلاص حامی اس زمانہ کے مجدد ملہم ہیں۔

میں نے چاہا (اور خدا کے فضل سے یقین ہے کہ میری نیت کا ثمرہ مجھے ضرور ملے گا) کہ راستبازوں کا ساتھ دوں اور ان کے انصار سے بنوں۔ اس لئے براہین کی تصدیق پر کمر ہمت کو چست باندھ کر اس رسالہ کو لکھا۔

وانما الاعمال بالنیات۔ وانما لامرءٍ ما نویٰ۔ اللھم وفقنی لما تحب و ترضٰی وانت حسبی ونعم الوکیل

تکذیب صفحہ اول۔ ''انسانیت سے باہر آزادی مبدأ فساد ہے اصل میں وہ آزادی نہیں بلکہ آواگون کی بنیاد ہے''۔

مصدق براہین۔ بے ریب انسانیت سے باہر کی آزادی مبدأ فساد ہے۔ وہ آزادی نہیں بلکہ انواع واقسام کے سزاؤں کی موجب اور تکالیف کی باعث ہے۔ لیکن آریہ دیانندیو! بتاؤ تو سہی تمہارے اعتقاد کے بموجب کبھی کوئی انسان اس آزادی اور مبدأ فساد آزادی سے پاک بھی ہوا یا نہیں؟ بتاؤ وید کا کوئی قاعدہ ہے جس پر عمل کرنے سے کوئی شخص ابدی نجات پا سکتا ہے؟ اور تمہاری مقدس کتاب نے ہی مخلوق کو کوئی ایسا ذریعہ بتایا ہے جس سے انسان آئندہ آواگون سے بچ جاوے؟

مکذب کی کتاب صفحہ نمبر ۲۲۰ میں ہے۔

''محدود ارواح کے اعمال محدود ہیں۔ اور محدود اعمالوں کا نتیجہ بے حد نہیں ہو سکتا''

اس واسطے (بطور دیانندی پنتھ) نجات ابدی روح حاصل نہیں کر سکتی۔ اور نہ ابدی دکھ

بھوگ سکتی ہے اور یہ بھی آپ لوگوں کا اعتقاد ہے۔

''مہان پرلے کے وقت (جب مرکبات کے اجزا الگ الگ ہو جاویں گے اور اجزا کا باہمی تعلق ٹوٹ جائے گا) بیج انکر ماتر (بقدر تخم) اعمال اور برائی اعمال کے ارواح میں موجود رہتی ہے اور اسی مقدار اعمال سے مہان پرلے کے بعد جاندار اشیاء کا پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔'' یاد رہے۔ ایسے مہان پرلے کا وجود صرف خیالی ہے دیانندیوں کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں۔

مکذب! تمہاری تحریر اور دیانندیوں کی تقریر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس مبداء فساد اور آواگون کی محکم بنیاد کا حامی صرف آپ کا خیال یا اعتقاد ہے اور اسی بُرے اعتقاد کا ثمرہ ہے جو آپ کو اُس مذہب سے سخت بغض ہو رہا ہے۔ جس میں ابدی نجات اور دائمی آرام کو جو روح کا اصلی تقاضا اور سلیمہ فطرت کا منشاء ہے تسلیم کیا گیا اور جس مذہب نے ایسی یاس اور قنوط کو کفر کہا ہے اُس کے مقابلہ میں آپ سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں اور اموال کو خرچ کرتے ہیں اگرچہ مجھے یہ صدا آرہی ہے۔

[1] سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعراء:۲۲۸)

اور اس مال کے خرچ کرنے پر یہ الٰہی وعید اُس کے انجام کی خبر دے رہا ہے۔

[2] اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (الأنفال:۳۷)

---

[1] ان ظالموں کو پتا لگ جائے گا کہ کیسی گردش ان پر آنے والی ہے۔

[2] جو لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کے رستہ سے روکیں۔ سو وہ خرچ تو کریں گے پھر مآل کار پشیمان ہو کر مغلوب ہو جائیں گے۔

تمام سلیم الفطرتوں کا اعتقاد ہے۔ جب ارواح اللہ تعالیٰ کے رحم یا عدالت یا دونوں سے بری الذمہ اور غیر مجرم ٹھہریں گے یا جب ارواح اپنے اعمال بد کی سزا الٰہی عدالت سے پا چکیں گے۔تو وہ نجات پاکر اعلیٰ درجہ کی نیکی حمد اور ثنائے الٰہی میں مشغول رہیں گے اور ہمیشہ فرمانبرداری کریں گے اور چونکہ نیک اعمال کا نتیجہ ہمیشہ آرام ہی ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ کے آرام اور سدیوکال کے آنند میں مسرور ہوں گے۔

غیر محدود زمانہ میں اُن کے محدود اعمال کا نتیجہ یا ان کے غیر محدود اعمال کا ثمرہ جن کو وہ غیر محدود زمانہ میں کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابدی نجات بے انت سکھ ہوگا۔آپ کے پاس کون سی دلیل ہے کہ محدود اعمال کا نتیجہ غیر محدود آرام نہیں ہوسکتا؟ کیا فضل الٰہی محدود ہے؟ غیر محدود نہیں؟ یا اس میں کمی ہے؟ بطور آپ کے بھی میں اس مشکل کو حل کر دیتا ہوں کیونکہ یہاں فضل کا بیان ہے۔آپ نے تکذیب کے صفحہ دوسو بیس میں ''اعمال محدودہ کے عوض غیر محدود نجات کا ملنا اسنبھو یا محال کہا ہے''۔حالانکہ یہ صرف آپ کا دعویٰ ہے جو دلیل نہیں رکھتا آپ نے محدود کاموں کا پھل غیر محدود ملنا اپنی عقل سے جس کو آپ نے سلیم مان رکھا ہے پسند نہیں کیا حالانکہ روح کا تقاضا یہ نہیں۔حل اشکال یوں ہے ''نیک اعمال کا نتیجہ اللہ کے فضل سے وہ آرام ہوگا جس کو اہل اسلام جنت اور تم لوگ خوشی کا مقام کہتے ہو''۔

[1] وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الزخرف:۷۳)

انسان کو بلحاظ انسانیت ضرور ہے اپنے خالق اپنے رازق اپنے محسن رحیم اور کریم مالک کی حمد اور ثنا کرے اور اسی کے شکریہ میں مشغول رہے۔اور اس کے بعد تمام خلق سے عموماً اور ابناء جنس سے خصوصاً پیار اور محبت کرے اور بنی نوع سے برادرانہ برتاؤ سے پیش آوے۔اور بغض و کینہ سے پاک رہے اب قرآن کریم پر نظر کرو اس میں اہل جنت کی نسبت کیا تذکرہ ہے اور اس آرام گاہ میں

[1] اور یہی وہ جنت ہے جس کے وارث اپنے اعمال کے سبب تم ہوئے۔

پہنچنے کے بعد کیسے صلح آمیز اور با امن انجمن کا ذکر فرماتا ہے۔

[۱] اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ دَعْوٰىھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس :۱۰،۱۱)

[۲] وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْھَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (الزمر:۷۴،۷۵)

جنت میں باہمی تعلقات کیسے ہوں گے

[۳] وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ (الحجر :۴۸،۴۹)

مسلمانو! کیا تم اسی دنیا میں اسلام کی برکت سے اَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا (ال عمران :۱۰۴) کے مخاطب نہیں ہو چکے؟ اب تم کو کیا ہو گیا؟ کیا بغضبہ اعداء تو نہیں ہو گئے؟ غور کرو مَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ کا جملہ دوام نجات کا مثبت ہے اور جس آیت کو مکذب نے تکذیب کے صفحہ ۲۲۰ میں لکھا ہے اس کا جواب موقع پر دیں گے یہاں اتنا یاد رہے اس اَلسَّمٰوٰتُ کا الف و لام جو آیت مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ میں خصوصیت کے معنی

۱؎ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کا رب انہیں راحت کی جنتوں میں لے جاوے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کی پکار ان (جنتوں) میں ہوگی، اے اللہ تو قدوس ہے! اور ان کی باہمی دعا و سلام کی باتیں امن اور سلامتی ہوں گی۔ اور آخری پکار ان کی یہ ہوگی کہ اللہ رب العالمین کی حمد ہو۔

۲؎ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جنت کو گروہ گروہ میں انہیں لے چلیں گے۔ جب اس کے پاس آویں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے جنت کے نگہبان انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم نے پاک زندگی بسر کی تو اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے در آ ؤ۔ اور وہ (بہشتی) کہیں گے اللہ کی حمد ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور اس زمین کا وارث ہمیں بنایا۔ اس جنت میں جہاں ہم چاہیں ٹھکانا بنالیں عاملوں کا اجر کیا ہی خوب ہے۔

۳؎ اُن (اہل بہشت) کے دلوں میں کوئی (دنیوی) بغض رہا بھی ہوگا تو ہم اسے نکال ڈالیں گے (وہاں) وہ بھائی بن کر چوکیوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ وہاں انہیں کوئی دکھ درد نہ ہوگا اور نہ وہ نکالے جائیں گے۔

دیتا ہے۔یعنی جنت کے سمٰوات اور وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ کے الف ولام سے دنیا کے سمٰوات مراد ہیں جوفنا ہو جائیں گے دیکھو آیت یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (إبراھیم:۴۹)

تکذیب براہین احمدیہ صفحہ نمبر:۲ و۳،قرانی کرانی پرانی۔تمام الخ

مصدق براہین۔ناصحانہ گزارش پرداز ہے۔مکذب براہین! اپنی بے باکی کے نتائج پر جو آپ کے دوراز اخلاق کلمات ہیں سلیم کانشنس یا بے تعصب فطرت کے ساتھ یا غضب اور طمع سے ذرہ الگ ہو کر نظر ثانی کر کے دیکھئے اور زیادہ نہیں اس وقت بقدر امکان راستی اور راستبازی کی خوبی آپ کے مدنظر رہے۔پھر کہتا ہوں منصفانہ نگاہ سے دیکھئے قرآن کریم مناظرات اور مباحثات کے وقت کیا پسندیدہ طرز سکھاتا ہے اور تہذیب وشرافت سے کام لینے کے فوائد کیسی حکیمانہ تدبیر سے بیان فرماتا ہے۔مکذب! آپ اپنی بناوٹ سے بے ریب کسی قدر معذور ہیں مگر انسانی ملکی قویٰ سے اللہ کریم نے آپ کو بالکل محروم نہیں رکھا۔پس آپ پر فرض ہے کہ اُن سے بھی کام لیا کریں اللہ کریم نے اگر چاہا۔آہستہ آہستہ بتدریج وہ قوی ہو جاویں گے۔

انسانی گروہ کمزور ہے۔اس میں ایسے بھی گزرے جو’’کلوخ انداز راپاداش سنگ است‘‘ کا فتویٰ دے گئے۔میں ان کے کہے پر عمل کرتا تو بدلہ میں گالی گلوچ کی مجھے بھی اجازت تھی مگر قرآن کریم نے میری دستگیری فرمائی جہاں فرمایا۔

[1] اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (حٰمٓ السجدة:۳۵،۳۶)

غور کرو قرآن کریم کی تہذیب کیسی ہے۔ٹھوکر کھانے کے اسباب ہیں جو بغض آلود دل کی

---

[1] تو بری بات کو نیک بات کے عوض میں ٹال دے۔تب جلد تیرا دشمن بھی دلی دوست ہو جاوے گا۔اس کام کا ذمہ اٹھانا بڑی برداشت والوں کا کام ہے۔اور اسے بڑے حظ والے اختیار کرتے ہیں۔

راہ میں بکثرت موجود ہیں۔ پر انصاف اور راستی بھی اگر کوئی مثمر برکات ہے تو حق کے لینے میں بھی کوئی روک نہیں۔

دنیا میں بہ سبب اختلاف مذاہب اور عادات کے بے شک وریب یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ ایک مذہب کا پابند دوسرے مذہب والے کو برا نہیں بہت ہی برا کہتا ہے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کے سوا دوسرے مذہب اور دوسرے مذہب والوں میں کسی خوبی کا وجود تسلیم نہیں کرتا!

شدت غیظ وغضب میں غالب اشخاص ہمیشہ اپنے مقابل کو یہی کہتے ہیں ''تو کچھ راہ پر نہیں'' افسوس؟ کئی مسلمانوں نے بھی باہمی جھگڑوں میں بخلاف حکم قرآنی یہی طرز اختیار کر رکھا ہے۔ مگر قرآن اسلامیوں کے اعلیٰ درجہ کی مُربّی اور وَرُچُو سکھانے کے واسطے یہود اور عیسائیوں کے اس بُرے برتاؤ کو بیان کرتا ہے جو ہٹ اور ضد اور جہالت کا لازمہ ہے۔ کیونکہ اسلامی تعلیم کے وقت بھی دونوں قومیں مدعی اتباع کتاب اللہ اور مدعی علوم حقہ ابتداءً جناب خیر خواہ انام علیہ التحیۃ والسلام کے سامنے موجود تھیں جس سے غرض یہ ہے کہ پیروان قرآن کریم بلکہ خواہشمندان راستی اور راستبازی اُس بُری طرز سے محفوظ رہیں۔

[1] وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (البقرة: ۱۱۴)

یہود نے کہا عیسائی کچھ راہ پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا یہود کچھ راہ پر نہیں۔ حالانکہ ممکن ہے بلکہ واقعی یوں ہے کہ عیسائیوں میں بہت سی خوبیاں ہوں۔ پس یہود کا عام طور پر یہ کہنا کہ عیسائی کچھ راہ پر نہیں غلطی اور ناسمجھی ہے۔ ایسا ہی ممکن ہے بلکہ واقعی ہے کہ یہود میں کچھ بھلائی بھی ہو۔ پس عیسائیوں کا علی العموم یوں کہہ دینا کہ یہود کچھ بھی راہ پر نہیں بڑی ناسمجھی اور بے انصافی ہے۔ غرض علی العموم کسی مذہب کو یوں کہہ دینا کہ وہ بالکل ہی بھلائی سے مبرّا ہے کوئی علمی بات نہیں۔ اس

[1] اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کچھ بھی نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ وہ کتاب (مقدس) کو پڑھتے ہیں نادان ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔

واسطے قرآن اوراس کے لانے والے محسن خلق نے یہود اور نصاریٰ کی مقدس کتابوں کو جہاں یاد کیا بڑے انصاف اور راستبازی سے یاد کیا مدح کے الفاظ بولے۔

[1] اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ (المائدة:۴۵)

[2] وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ (المائدة:۴۷)

یاد رہے تمام قرآن اور صحیح احادیث میں توریت، انجیل اور مجوسیوں کی مقدسہ کتب کی اہانت کا نام ونشان نہیں باا ینکہ ان میں انواع واقسام کا تبدل اور تغیر اور ایزاد ہے۔ بلکہ تمام دنیا کی مقدس کتابوں کی نسبت ایسا اشارہ بھی نہیں کیا جس کی نسبت خلافِ ادب کا وہم بھی کرسکیں۔ حالانکہ اس وقت بہت سی کتابیں اور صحف دنیا میں موجود تھے جو انبیا کی طرف منسوب کیے جاتے۔ بلکہ بقول دارا شکوہ کے جس کو آپ نے صفحہ تکذیب نمبری ۹۷ میں نقل کیا ہے۔ اپنشد (وید کے ضمیمہ یا اس کے خلاصے یا کسی قسم کی تفسیر) کو بھی قرآن نے کتاب مکنون اور اس کے چھونے والوں کو مطہرون کہا! گو یہ قول حاشیہ کا محتاج ہے۔ قرآن کریم نے تمام مذاہب کے ان معبودوں کی دشنام دہی سے جن کو بت پرست پکارتے ہیں حکماً قطعی ممانعت کر دی ہے جہاں فرمایا ہے۔

[3] وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ (الأنعام:۱۰۹)

مکذب براہین کے ان عالی جنابوں میں سے جن کی فہرست تکذیب کے صفحہ ۲۹ میں دی گئی ہے۔ ایک نے جس کو عربیت کا دعویٰ ہے مجھے فرمایا۔ ''قرآن کریم نے اگر گالی سے منع کیا ہے تو تعجب ہے کہ بتوں کے توڑنے کا کیوں تاکیدی حکم کیا''۔ اس وقت ان کی خدمت میں کہا گیا کہ

---

[1] ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے۔

[2] ہم نے اسے انجیل دی اس میں ہدایت اور نور ہے۔

[3] ان کو جنہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں برا مت کہو۔ پھر وہ ضد اور نادانی سے اللہ کو بُرا کہیں گے۔

آپ قرآن دانی کے بڑے مدعی ہیں از راہ مہربانی آیت کا نشان دیجیئے جس میں قرآن کریم نے بتوں کے توڑنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ ہاں کسی تاریخی واقع کے بیان میں اگر قرآن نے کہا ہے فلاں موحد بت پرستی کے دشمن نے اپنے یا اپنی قوم کے بت توڑے تھے تو یہ امر اور ہے اور ایک واقع اور نفس الامر کا بیان ہے۔

تکذیب صفحہ۴ میں فرماتے ہیں ''مرزا صاحب کی کتاب (براہین احمدیہ) میں کہیں برہمو دھرم کو گالی گلوچ ہے۔ کسی جگہ مرزا صاحب عیسائیوں کو کوس رہے ہیں۔ کسی جگہ آریوں کو بُرا بھلا بتا رہے ہیں''۔

برہمو اور عیسائیوں کے تو آپ وکیل نہیں۔ وہ ہم سے یا مرزا جی سے نپٹ لیں گے۔ اگر مرزا صاحب نے آپ کو برا بھی کہا اور بھلا بھی کہا تو خفگی کی کیا بات ہے۔ برائی کے لحاظ سے برا کہنا اور بھلائی کی جہت سے بھلا کہنا تو انصاف ہے اور منصف کا کام ہے۔ برا ہی کہنا اور بھلائی و برائی ہر دو پر برائی کا برتاؤ بے ریب بُرا ہے جو اکثر مقامات میں آپ سے ہوا۔ غور کیجیئے! آپ کے اس شعر میں جو ذیل میں درج ہے۔ (تمام) کا لفظ کس طرح انصاف کا خون کرتا ہے۔

قرانی ۔ کرانی پرانی تمام
فتادند ہر یک ز بنیاد خام

اور آپ نے صفحہ ۳۶ میں کس قوت سے کام لیا جہاں کہا ہے۔ ''خدائے محمدیان بے علم، نافہم، دھوکہ باز، فریبی وغیرہ وغیرہ'' باری تعالیٰ اپنے رحم اور فضل سے تمہیں ہدایت کرے یا سفاقلوس کے مبتلا عضو کو کاٹ ڈالے۔ آمین

کیا آپ نے اور آپ کے عالی جناب اندرمن نے تہذیب سے کام نہ لینے میں کچھ کمی فرمائی ہے؟ بالفرض اگر مرزا صاحب نے آپ کے نزدیک تہذیب کے خلاف سخت کلامی سے کام لیا تھا تو کیا آپ مرزا صاحب کے پیرو تھے؟ آپ کو دعویٰ ہے کہ آپ ایک کامل کتاب کے متبع ہیں!

برائی کا پیرو کیا آریہ اور سر یشٹ ہوسکتا ہے؟ کیا آپ کی کامل کتاب یہ چال سکھلاتی ہے جو آپ نے تکذیب میں برتی ہے؟ قرآنی طرز مباحثات میں جو خوبی ہے کچھ تو آگے بیان کر چکا ہوں اور اور گزارش کرتا ہوں۔ قرآن کریم منادی، مناظرات اور جدال کے وقت حکم کرتا ہے۔

[1] اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ (النحل: ۱۲۶)

ہر ایک سلیم الفطرت، دنیا کے معاملات کا واقف خوب جانتا ہے کہ بعض لوگ صبر سے کام نہیں لے سکتے اور یہ بھی کہ بعض اوقات چشم پوشی، صبر، درگزر نقصان عظیم کا موجب ہوتی ہے۔ چور، باغی اور راستہ لوٹنے والے کو اگر سزا نہ دی جاوے اور صرف رحم ہی اس پر کیا جاوے تو کتنا نقصان ہوتا ہے۔ فطری قویٰ میں انتقامی طاقت بھی سلیم الفطرت انسان کے ساتھ لازمی ہے۔ پھر اگر کوئی قوت انتقام کو ہی کام میں لاوے اور مقابلہ ہی چاہے تو اسے بھی قرآن کس طرح نیک روی کی تعلیم کرتا ہے اور کس طرح صبر اور نرمی کی ترغیب دیتا ہے۔

[2] وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ لَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَہُوَ خَیۡرٌ لِّلصّٰبِرِیۡنَ ۔ وَ اصۡبِرۡ وَ مَا صَبۡرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَ لَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا تَکُ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل: ۱۲۷ تا ۱۲۹)

فائدہ۔ قرآن کی تعلیم سبحان اللہ کس حکیمانہ طرز کی ہے اور کیوں نہ ہو؟ عزیز حکیم کی تعلیم ہے۔

---

۱ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے (لوگوں کو) بُلا اور ان سے پسندیدہ طرز سے مباحثہ کر تیرا رب انہیں بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہک گئے اور وہ راہ پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔

۲ اور اگر تم سزا دو تو اتنی جتنی تمہیں دی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو صابروں کے حق میں تو وہ بہت ہی بھلا ہے۔ اور تو (اے محمد) صبر کر اور تجھے صبر دینا اللہ کا کام ہے اور ان پر غمگین نہ ہو اور ان کی بدسگالیوں سے ملول نہ ہو۔ جان لے کہ اللہ ڈرنے والوں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

صبر کے بیان میں بھی کہیں الصابرین میں الف ولام عہد کا لگا کر اور کہیں[1] فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:۴۱) فرما کر جتادیا کہ جس عفو میں اصلاح اور سنوار نہ ہو وہ بے جا اور برا ہے اور جس میں اصلاح اور سنوار ہو اس پر اجر ہے اور اس کا اجر اور بدلہ پروردگار دے گا۔

مکذب براہین۔ ''محمدی اور عیسوی معجزات اب قدر کے لائق نہیں۔شعبدہ بازی روتی ہے''

مصدق۔ عیسوی معجزات کے مثبت کمزور نہیں اور وہ میرے جواب کے محتاج نہیں آپ کے مذہب میں یہی دنیا سورگ اور یہی دنیا نرگ ہے۔دنیوی عیش وآرام، نیک اعمال اور راستی کا نتیجہ اور اسی کا ثمرہ اور اسی کا پھل ہے۔عیسوی معجزات کے قائلین کی سچائی تو بقول آپ کے عیسائیوں کے عیش وآرام سے ظاہر ہے۔محمدی معجزات کی بابت مجھ سے سن لیجیئے۔

اوّل تو خود آپ نے جو تکذیب کے صفحہ ۱۶۳ میں کئی آیات لکھ دیئے ہیں جن سے آپ نے اپنے خیال میں ثابت کرلیا ہے کہ قرآن شریف میں محمد صاحب نے معجزات سے انکار فرمایا۔ اپنی کتاب خبط نام میں اور ایسے دلائل دیئے ہیں جن سے بزعم خود ثابت کرلیا ہے کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معجزات سے انکار فرمایا۔پس میں کہتا ہوں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزات سے انکار فرمایا تو آپ کا اعتراض کس قدر اور خوبی کا رہا! اور بطریق اولیٰ آپ ہی کے قول کے موافق اسلام ہر قسم کے شعبدوں سے بری ٹھہرا۔

دوم یہ عربی لفظ معجزہ قرآن کریم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نہیں آیا۔اگر معجزے کے معنی شعبدہ بازی اور بھان متی کا تماشا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شعبدہ بازی کا دعویٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا۔آپ عربی دانی کے بڑے مدعی ہیں قرآن کریم میں کہیں دکھلایئے کہ حضرت نے شعبدہ بازی کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ صحیح احادیث کی اعلیٰ

---

[1] جس نے درگزر کی اور سنور گیا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

طبقہ کی کتابوں بخاری، مسلم اور ترمذی میں اس لفظ معجزہ کا پتہ دیجئے۔ ہاں ایک صورت آپ کی تصحیح کلام کی بن سکتی ہے۔ جب ہادی اسلام نے شعبدہ بازی کا دعویٰ نہ کیا اور اس کو کام میں نہ لائے تو بے شک شعبدہ بازی روتی ہوگی کیونکہ قدر کے لائق نہیں رہی۔ اگر قدر کے لائق ہوتی تو اسے اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ، برگزیدوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کا پیارا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ترک نہ فرماتا۔ جب انہوں نے شعبدہ بازی کو ترک فرمایا اور آپ کے کروڑوں فرمانبرداروں نے آپ کی باعث نجات پیروی کو اختیار کر کے شعبدہ بازی کو چھوڑ دیا اور لغو جانا تو بے ریب شعبدہ بازی روئے گی اور روتی ہے۔ مگر اکثر اہل ہند اور آریاورت کا شکریہ کرے جس کی طفیل اس کو ہند میں اب تک جگہ مل رہی ہے۔ اگر انکار ہو تو آپ کا اور آپ کے بعض عالی جنابوں کا امرتسر سے تعلق ہے وہاں بت پرست آپ کے بھائی بنداس کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں دیکھ لیجئے۔

سوم معجزہ کے معنی عربی میں دوسرے کو عاجز کر دینے والا ہیں۔ آپ لغت عرب میں تحقیق کر لیں اور بعد تحقیق کامل اور انصاف محمدی اور عیسوی معجزات کی تصدیق کے واسطے کچھ تو اپنی تاریخ ہند سے کام لیں اور کچھ ہمارے آثار دیکھ لیں۔

میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کو محمدی اور عیسوی معجزات یا محمدیوں کا اور عیسائیوں کے افعال معجزہ سے ہرگز انکار نہ ہوگا۔ اگر شک ہو تو حسب ہدایت وید مقدس دُشٹ قوموں کے نکالنے کے واسطے ذرہ شستر (ہتھیار) اٹھا کر امتحان کر لیجئے۔ خوب واضح ہو جاوے گا کہ ان دونوں اہل کتاب قوموں نے بت پرست حریفوں کو عاجز کر دینے میں کیا کیا معجزات اور کارہائے نمایاں دکھائے ہیں اور اب بھی ان کا مقتدر ہاتھ ویسے ہی معجزات دکھانے کو تیار ہے۔ آپ تو صفحہ ۳ میں کہہ چکے ہیں کہ آپ کو واقفیت رزم و آزرم ہے پھر دیر کیا ہے؟ یا اس وقت کا انتظار ہے جس کے واسطے آپ چست و چالاک سرپٹ گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔

چہارم اب اثباتِ معجزہ لیجیئے اور جب معجزہ ثابت ہوگیا تو بھی آپ کا اعتراض اٹھ گیا۔ یہاں میں نے معجزہ کے معنے خرق عادت بھی مان لئے ہیں۔ مگر بغور پڑھیئے۔ آپ کو تواریخ عرب سے عیاں ہوگا کہ حضور (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وسلم یتیم رہ گئے تھے۔ جس ملک میں آپ نے وعظ شروع کی وہاں کی بت پرستی ایک خطرناک تھی اور وہاں جس قدر لوگ آباد تھے قریباً کُل اس میں گرفتار تھے اور اس پر بھی جیسا بت پرستی کا لازمہ ہے سخت کندے ناتراش اور ضدی جاہل تھے۔

عرب کے حدود واطراف کا حال دنیا جانتی ہے مشرق میں ایک طرف یہی آپ کا آریہ ورت تھا آپ اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان دنوں میں اس آریہ ورتا کی کیا حالت تھی اور اب تک ہے۔ مگر آئندہ امید ہے کہ جیسا اسلام کے فیض و برکت سے کسی قدر بت پرستی کی گھنونی عادت کو چھوڑا ہے کامل موحد دیندار بھی ہو جائیں گے دوسری جانب پارسی تھے جنھوں نے سیّارہ پرستی اور یزدان اور آہرمن دو خداؤں کا ماننا ایمان سمجھ رکھا تھا۔ شمال اور مغرب میں یہود اور عیسائی تھے جن کا تذکرہ گزر چکا اگر اور مطلوب ہے تو اس کے واسطے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ لو جس میں ان کی حالت کا خوب فوٹو کھینچا ہے۔

[1] اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (النساء:۵۲)

اُن کے کامل نمونے ہمارے وطنی عیسائی بھائیوں کو دیکھ لو نور افشاں میں کس زور وشور سے تکذیب کا ریویو دیا ہے اور محض بغض وعناد کی وجہ سے کتاب والوں (اہل اسلام) کے مقابلے میں مانی ہوئی بت پرست قوم کی ستائش میں فصاحت کو خرچ کیا ہے یہود کا بچھڑوں کی پوجا کرنا موسیٰؑ کے سامنے کا واقعہ ہے اور بعد کی بت پرستی قاضیوں کی کتاب سے جو کتب مقدسہ میں کی ایک کتاب ہے پڑھ لیجیئے۔ عیسائیوں کی بت پرستی ظاہر ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے خاکسار نیک بندے کو خدا یقین کرتے ہیں۔ اگر بیٹا کہتے ہیں تو اول مسیح کو خدا کا ازلی بیٹا اور خود خدا ہاں ذاتاً خدا

---

[1] دیکھتے ہوان کو جن کو کتاب سے بہرہ ملا وہ شیاطین اورناپاک روحوں پر اعتقاد لارہے ہیں اور (ضد میں) کافروں کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ مومنوں سے اچھی راہ پر ہیں۔

سے متحد بتاتے ہیں۔ دوم اس کی انسانیت کے ساتھ اس کی الوہیت کے اعتقاد اور پرستش کو ایمان اور باعث نجات یقین کرتے ہیں۔ اس سے استعانت اور نجات طلب کرتے ہیں۔ کفارات معاصی پر جو کچھ ان قوموں کا خیال ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ اور اس مسئلہ سے جو خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ عیاں، یہ قصہ طول ہے۔ اور اس وقت یہود عیسائیوں اور پارسیوں سے بحث نہیں بلکہ تاریخی طور پر اس کا تذکرہ مطلوب ہے۔ میرے مخاطب آریہ تسلیم کریں گے کہ یہ طرز عیسائیت کا بے ریب شرک ہے گو عیسائی اس کا کچھ ہی جواب دیں۔

خود عرب کیا تھے سابق میں کہہ چکا ہوں ان کے رسومات کا تذکرہ کہیں اور جگہ کروں گا۔ ایسے وقت حضرت نے توحید کی وعظ شروع کی۔ ایسے وقت میں توحید الوہیت اور صرف باری تعالیٰ کے معبود برحق ہونے کی منادی اختیار کی بے شک علمی طور پر توحید الوہیت کا وعظ کتب مقدسہ میں موجود ہوگا یا تھا۔ اِلاّ عملی حالت بالکل مفقود تھی عملاً تو اعتقادِ توحید پر ظلمت کا ابر چھایا ہوا تھا۔ عیسائیوں نے لُوتھر کے زمانہ میں کچھ ترقی مذہب میں کی۔ مگر شرک سے پاک نہ ہوئے اور آریہ ورت میں اب تک توحید کا جو کچھ حال ہے آپ سے مخفی نہیں۔ گو خدا کے فضل سے برہمو بہت کچھ ہمارے قریب آ گئے اور بت پرستی سے بیزار ہو گئے ہیں۔ اور قرآنی راستی ظہور پاتی جاتی اور اس کا اصل مطلب پورا ہوتا جاتا ہے اور امید قوی ہے کہ انشاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد آفتاب حق وصدق ضرور جلوہ گر ہوگا۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت میں توحید الوہیت کی طرف بلایا جب چاروں طرف اندھیر مچا ہوا تھا اور کہا۔

[1] وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (النساء:۳۷)

[2] اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۴۹)

[3] وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء:۱۱۷)

۱؎ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔

۲؎ اللہ اس کو کہ اس سے شرک کیا جاوے معاف نہ کرے گا اور اس کے سوا جسے چاہے گا معاف کردے گا۔

۳؎ اور جس نے اللہ سے شرک کیا وہ سخت گمراہ ہوا۔

تمام ملک کے رؤساء امراء اور بت پرستی کی عادی قومیں مخالفت پر کھڑی ہوگئیں اور سخت سخت ایذائیں دینی شروع کر دیں جس قدر موحد دیندار جناب رسالت مآب کے ساتھ ہوئے ان سب کو ملک چھوڑ چھاڑ ہجرت کرنی پڑی اور حبش کو چل دیئے۔ آخرنوبت بانیجا رسید کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ مدینے چل بسے۔ بت پرستوں نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور استیصال کے درپے ہوگئے تب قرآن کریم میں حکم ہوا کہ جب مشرکوں نے اسلام کا استیصال چاہا تو اہل اسلام کو بھی اپنے تحفظ پر کمر باندھنی چاہیئے۔

[1] قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرۃ:۱۹۱)

اور کسی آئندہ زمانہ میں اعتراضات کو دفع کرنے کی خاطر قرآن کریم نے صریح طور پر مقاتلہ کی وجہ بیان فرمائی ہے جہاں فرمایا۔

[2] اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (التوبۃ:۱۳)

آخر الٰہی نصرت شامل اسلام اور اہل اسلام ہوئی کہ صاحب اسلام ہی غالب رہے۔ اور آپ کے دشمنوں کی ایک نہ چلی اور آپ کی تمام پیشین گویاں فتح ونصرت کی پوری ہونے لگیں اس نعمت کا بیان آیت ذیل میں دیکھو۔

[3] وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (الانفال: ۲۷)

---

۱ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرنا اللہ زیادتی کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

۲ تم کیوں نہیں لڑتے ایسے لوگوں سے جنہوں نے توڑ دیئے عہد اور قسمیں اور فکر میں رہے کہ رسول کو نکال دیں۔ اور انہوں نے تم سے پہلے چھیڑ کی۔

۳ اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور اس سرزمین (مکہ) میں ناچیز سمجھے جاتے تھے تمہیں ڈر تھا کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے ایسے حال میں تم کو (خدا نے) جگہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور عمدہ چیزیں مرحمت فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی معجزات تھے کہ تمام عرب مقابلہ میں عاجز ہو گئے ۔ اور ایسا عجز اختیار کیا کہ اپنے خیالی مذہب سے آخر دست بردار ہو گئے ۔ اللہ اللہ کیسے آیات بینات ہیں اور کیسے برکات ہیں ۔ کیا کوئی قریشی آپ کا مخالف دنیا میں موجود ہے ۔ آپ کی ساری قوم آپ کے سامنے آپ کے جیتے جی اس دین میں داخل ہوگئی ۔ جس میں داخل کرنے کا آپ نے بیڑا اٹھایا تھا ۔ عرب کے ایسے شہر میں جہاں آپ نے وعظ شروع کی (قربانت شوم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ الہام سن لیا ۔

[1] اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ: ۴)

یہ نصرت کسی ہادی مذہب کو اپنے سامنے اپنی زندگی میں ہوئی ہے تو اس کی نظیر دو ۔ اس بے نظیر کامیابی میں بھی اعجاز ظاہر ہے اور عدمِ نظیر میں اس کامیابی کے خرق عادت ہونے میں کونسا شبہ ہے؟ مسیح علیہ السلام کو بڑی کامیابی ہوئی مگر کیا ان کی اپنی قوم اُس بادشاہت میں داخل ہوئی جس میں داخل کرنے کے لئے حضرت مسیح کو بادشاہ بنایا گیا تھا اور جس کے حصول کی امید میں اُس کے سر پر پاک تیل ڈالا گیا تھا؟ کیا وہ قوم جو ہدایت کے لئے مقصود بالذات اور مسیح کی اپنی قوم تھی اس نجات سے نجات یاب ہوئی؟ کیا مسیح ان کے لئے قربانی ہوا؟ کیا کھوئی ہوئی بھیڑیں اس کے ہاتھ آئیں؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں ۔ بلکہ اس بیت المقدس میں جہاں کبوتر فروشی سے مسیح علیہ السلام نے منع کیا تھا سؤر کی قربانی ہوئی !!! ۔ کیا بُدھ مذہب کا بانی اس کامیابی پر خوش ہوگا کہ آریہ ورت میں اُس نے اپنا کچھ ثبات اور قیام مذہب نہ دیکھا؟ ویدوں کے اور پرانوں کے حامی برابر آریہ ورت میں موجود رہے ۔ علاوہ بریں اس نے الہام کا دعویٰ ہی کیا کیا؟ کیا یہ نصرت دیانند جی کو

---

[1] آج میں نے تمہارا دین تمہارے واسطے کامل کر دیا اور اپنا فضل تم پر پورا کیا اور اسلام کا دین تمہارے لئے پسند کیا ۔

حاصل ہوئی؟ ویدوں کے حامی نے ہمارے دیکھتے دیکھتے وید کی حمایت کا بیڑا اٹھایا مگر اپنی مقدس اور پیاری کتاب کا ترجمہ بھی پورا پورا قوم کے سامنے نہ رکھ سکا۔ ملک اور قوم کی نجات تو ایک خواب وخیال ہے جس کتاب پر نجات کا مدار سمجھا تھا وہ کتاب بھی پبلک کو دکھا نہ سکا!!! حسب دعویٰ آریہ صاحبان ویدوں کو اس موجودہ دنیا میں آئے ہوئے دو ارب برس کے قریب زمانہ گزرتا ہے۔ پر اس کتاب کی نسبت نصرت الٰہیہ کا یہ حال ہے کہ آریہ ورت میں بھی یہ کتابیں پورا رواج نہیں پاسکیں اور اور بلاد کی نسبت دعویٰ بلا دلیل ہے۔ چشم دید حالت سے بڑھ کر ان کی خیالی اشاعت کو کوئی کیوں کر مانے اور کیونکر یقین کرے کہ وید ہی کی بدولت تمام دنیا نے سچے علوم سیکھے اور توحید ذاتی اور توحید صفاتی اور توحید الوہیت کا پتہ وید ہی سے لگا!! ہم تو اب بھی آریہ ورت میں جَین مَت والوں کو ان کا سخت مخالف پاتے ہیں پھر اس کامیابی کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔ اگر نظیر دکھانے سے عجز ہے اور واقعی عجز ہے تو آپ کے وہ افعال جو کامیابی کے باعث ہوئے بے ریب خرق عادت اور معجزہ ہیں۔ کون گزرا ہے جس نے ملہم الٰہی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو اور ایک کتاب کو خدا کی بنائی ہوئی کتاب بتایا ہو پھر اپنی قوم اور اپنے ملک پر خاص کر ان عظیم الشان موجودہ سلطنتوں پر جو اپنی جگہ بے نظیر تھیں۔ مثلاً ہمارے ہادی (فداہ ابی وامی) کے وقت ایرانی سلطنت جو ایشیا کی بے نظیر اور قریباً کُل ایشیا پر حاوی اور دوسری روم کی سلطنت جو قریباً کل یورپ اور آباد افریقہ پر متسلط تھی پورا فتحیاب ہوا ہو؟ اور کامیابی جو راستبازی کا معیار تھی حاصل کر چکا ہو۔

پنجم۔ اگر معجزہ کسی علامت نبوت یا نشان رسالت کا نام ہے جسے قرآنی اصطلاح میں آیت کہتے ہیں تو سنیئے آیات رسالت محمدیہ اس قدر ہیں اور تھیں کہ صاحب آیات کے آیات دیکھ کر اس قدر لوگ اس کے دین میں داخل ہوئے کہ منکرین کے چھکے چھوٹ گئے اور حضرت نے اپنے کانوں سے سن لیا۔ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ (المائدۃ:۴)

سبحان اللہ کیا معجزہ ہے

[1] اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۗ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر: ۲تا۴)

آپ کی تعلیم کچھ کم آیت نبوت ہے؟ جو تمام نیکیوں کا مجموعہ اور تمام برائیوں سے معرّا ہے۔

[2] كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۱)

قرآنی اوامر اور نواہی کی کیفیت کا فوٹو ملاحظہ کرنا ہو تو دیکھو۔

[3] اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل: ۹۱)

تکذیب صفحہ ۵

مکذب۔ ’’قومی حمایت بیکار اور بے جا بحر طویل سے قرآنی حفاظت دشوار۔ کیونکہ خود حدیث راوی ہے۔ جس قدر فرقے مومنوں کے ہیں سب دوزخ کی آگ میں جلیں گے‘‘۔ پھر آخر کہا ہے۔ ’’اہل تشیعہ اہل تسنن کا خاکہ اوڑا رہے ہیں‘‘۔

مصدق۔ کیا آپ کو اپنے آریہ ورت سریشٹوں کے ملک میں اتفاق نظر آیا ہے؟ کیا جن کو آپ پُرانی کہتے ہیں۔ آریہ ورتی نہیں؟ کیا آپ ان کا اور وہ آپ کا خاکہ نہیں اوڑاتے؟ کیا

---

[1] جب اللہ کی نصرت آگئی اور فتح حاصل ہوگئی اور لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق جوق داخل ہوتے تُو نے دیکھ لیا تو (بس تو تو اپنا کام پورا کر چکا) اب اللہ کی حمد وستائش کر اور اس سے استغفار کر کیونکہ وہ تواب ہے۔

[2] تم ایک اچھی جماعت ہو لوگوں کے لئے نمونہ کے طور پر نکالے گئے۔ تم نیکی کا امر کرتے اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر اعتقاد رکھتے ہو۔

[3] اللہ امر کرتا ہے عدل واحسان کا اور قریبیوں کو دینے کا اور روکتا ہے بے حیائی اور منکر اور بدکاری سے۔ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ دھیان کرو۔

آپ کے قلیل اور کمزور گروہ کے ساتھی جن میں علمی طاقت والے جیسے کچھ ہیں دنیا پر مخفی نہیں لِنگ کے پوجاری پرتمان (بُت) کے فدا، بت پرست، وحدت وجود کے قائل ویدانتی، سنیاسی، بیراگی، یوگی، سکھ، جین بدھ، برہمو وغیرہ وغیرہ اور دہریوں کے کئی فرقے آریہ ورتی یا ہندوستانی، آریوں کے نورچشم آریوں کے مخالف آریہ ورت میں موجود نہیں اگر آپ کا فرمانا سچ ہے تو کیا آپ ہی کے قول کو لے کر آپ کا مخالف کہہ نہیں سکتا۔ ’’دیانندوں کی قومی حمایت بیکار ہے اور بے جا بحر طویل سے وید کی حفاظت دشوار ہے‘‘۔ کیونکہ ہمارا مشاہدہ دکھا رہا ہے کہ ان میں باہمی سخت نفاق ہے اور آتش نفاق سے سخت کباب ہو رہے ہیں۔ عقل کہتی ہے کہ جس قدر ان میں حق کے مخالف ہیں وہ اپنے کیے کی سزا ضرور پائیں گے۔

مکذب۔ ’’مسلمان تیغ آبروئی غلمان سے سر بریدہ ہیں‘‘۔

مصدق۔ بہشتی نعمتوں میں اسلام بیان کرتا ہے کہ بڑی نعمت خدا کی رضامندی ہے۔ دیکھو قرآن کریم۔[1] وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبۃ: ۷۲)

پس سچے مسلمان الٰہی رضامندی کے گرویدہ ہو کر اس کی عبادت کرتے ہیں نہ اس بات کے لئے جس کی نسبت آپ نے کہہ دیا۔ دنیا کی نعمتیں اور دنیوی عیش و آرام اور دولتمندی آریوں کے اعتقاد میں نیکیوں کا پھل ہے اور ظاہر ہے کہ غلمان بعض دولتمند ہندیوں کے لوازمات میں داخل ہیں۔ پس کیا یقیناً یہ الزام آپ لوگوں پر نہیں ہوسکتا؟ بلکہ جب دیانند کے نزدیک یہی دنیا ہی سورگ اور نیکی کے ثمرات لینے کی جگہ ہے۔ گو چند اعمال کے بدلے ارواح چندے شواغل دنیا سے بھی آزادی اور انند میں رہیں گے تو اس صورت میں دیانندی پنتھ کے مطابق غلمان نیکی کے ثمرات نہیں تو اور کیا ہیں! بات یہ ہے کہ سخت عداوت کے سبب آپ کو غلمان کا قصہ سمجھ میں نہیں آیا یا قرآن کریم کو نہ دیکھا ہے اور نہ سمجھا ہے افسوس اس ادعائے تہذیب کے زمانے میں یہ درشت زبانی تمام

[1] اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے۔

قرآن کریم میں غلمان کا لفظ صرف ایک جگہ ستائیسویں سپارہ سورہ طور میں ہے۔ اگر قرآن کریم کا اردو ترجمہ بھی آپ دیکھ لیتے اور تھوڑا سا ماقبل سے پڑھ لیتے تو بشرط انصاف آپ ایسے خلاف تہذیب امر کے مرتکب نہ ہوتے۔ سنیئے

[1] وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (الطور: ۲۲ تا ۲۵)

باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’بہشتیوں کی اولاد ان کے پاس پھرے گی‘‘۔ وہاں مومن اولاد کی جدائی کا غم نہ دیکھیں گے اوران کے لئے نہ ترسیں گے۔ جب لفظ و لا تـــاثیـــم صریح اس کی صفت میں موجود ہے۔ جس کے معنی ہیں نہ گناہ میں ڈالنا۔ پھر آپ کو ایسا نا شایاں خیال کیوں گزرا؟ اس معنی کی تفسیر خود قرآن کریم نے سورہ دہر میں اور لفظوں کے ساتھ کی ہے اور وہاں غِلْمَان کے بدلے وِلْدَان کا لفظ جو وَلَد یا وَلِید کی جمع ہے فرمایا ہے۔

[2] وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (الدھر: ۲۰)

اور سورہ واقعہ میں ہے۔

[3] يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (الواقعة: ۱۸، ۱۹)

۱؎ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو بھی ہم ان سے لاحق کر دیں گے اور ان کے عمل سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے ہر شخص اپنی اپنی کمائی کا گرویدہ ہوگا اور ہم ان کو من بھاتے گوشت اور میوے عنایت کریں گے۔ ان میں ایسے پیالوں کو دور دیں گے جن میں (بخلاف دنیوی مے) بھکنا اور بد خیالات کا اثر نہ ہوگا۔ اور ان کے در مکنون کے ایسے لڑکے بالے ان کے اِرد گرد اُچھلتے کودتے ہوں گے۔

۲؎ اور پھرتے ہیں ان کے پاس بچے سدا رہنے والے جب تو انہیں دیکھے خیال کرے انہیں موتی بکھرے۔

۳؎ اور پھرتے ہیں ان کے پاس بچے سدا رہنے والے۔ آبخورے ٹنتیاں۔ اور پیالے ستھرے پانی کے لے کر۔

تکذیب۔تلوار کے دین اور پیار کے دھرم کا مقابلہ کر کے اور جبر واکراہ کومحبت و چاہ کے روبرو لاکرالخ

مصدق۔اسلام کے معنے صلح کے ساتھ زندگی بسر کرنا، چَین سے رہنا، کیونکر یہ لفظ سلم سے مشتق ہے جس کے معنی صلح اور آشتی کے ہیں بعضے پادریوں کی دشمنانہ تحریر نے، میں سچ کہتا ہوں آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ جبر اور اکراہ سے اسلام اور تصدیق قلبی کا حصول ممکن نہیں قرآن کی دوسری سورہ کو جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جس میں جہاد کا حکم ہوا ہے پڑھ لیجیئے اور غور کیجیئے آپ کا کلام کہاں تک سچ ہے۔

[1] لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙۚ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ (البقرۃ :۲۵۷)

اسلام میں شرط ہے کہ آدمی صدق دل سے باری تعالیٰ کی الوہیت اوراس کی معبودیت اور اس کے رسولوں کی رسالت وغیرہ وغیرہ ضروریات دین پر یقین لاوے تب مسلمان کہلاوے اور ظاہر ہے کہ دلی یقین جبر واکراہ سے کبھی ممکن نہیں ہے۔ میں بڑی جرأت سے کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اوران کے راشد جانشینوں کے زمانے میں کوئی شخص جبر واکراہ سے مسلمان نہیں بنایا گیا۔ بلکہ محمود غزنوی اور عالمگیر کے زمانے میں بھی کوئی شخص عاقل و بالغ جبر سے مسلمان نہیں کیا گیا۔ دنیا میں تاریخ موجود ہے صحیح تاریخ میں اس الزام کو ثابت کیجیئے۔ میں نے زمانہ نبوی اور خلافت راشدہ کے وقت اورمحمود عالمگیر کی تاریخ کو اچھی طرح دیکھ بھال کر یہ دعویٰ کیا ہے۔زمانہ رسالت مآب میں اور خلافت راشدہ میں صلح اور معاہدہ امن کے بعد کل مذہب کے لوگ مذہبی آزادی حاصل کر لیتے تھے۔ خیبر کے یہود بحرین اورغسان کے عیسائی، حضرت خاتم الانبیاء اورخلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے وقت شام کے یہود اور عیسائی اسلام کی رعایا تھے اور اپنے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں بالکل آزاد تھے۔عالمگیر کے عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہندوستان کے پرانے باشندے اپنی بت پرستی

[1] اس میں زبردستی نہیں اورحق و باطل واضح ہوگیا۔

پر قائم دکھلائی دیتے۔ اگر عالمگیر کی لڑائیوں سے اسلام پر الزام ہے تو عالمگیر نے تانا شاہ سے جو ایک سید تھا دکن کے ملک میں جنگ کی پھر اپنے مسلمان باپ اور بھائیوں کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ مخفی نہیں۔ پس عالمگیری جنگ مذہبی جنگ کیوں خیال کی جاتی ہے؟ عالمگیر نے کبھی کسی ہندو کو تلوار اس سبب سے نہیں لگائی کہ وہ ہندو تھا اور کبھی اس نے زبردستی ان کو مسلمان نہیں کیا۔ ان کی جو مذہبی عبادت اور رسومات جو قدیم سے چلی آتی تھیں ان کو نہیں روکا۔ محمود کی نسبت کہیں تاریخ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے اشاعت اسلام اور دعوت اسلام میں ہمت صرف کی ہو۔ گجرات میں اتنے دنوں تک پڑا رہا مگر ایک ہندو کو مسلمان نہ بنایا۔ اپنے بھائی مسلمان امیر اسماعیل سے جنگ کی کیا وہ لڑائی بھائی کو مسلمان بنانے کے لئے تھی؟ اور ہند کے حملے تو راجہ جے پال نے خود کرائے جس نے محمود سے لڑنے میں ابتدا کی۔ وَاِلَّا محمود کا تو یہ منشا تھا کہ تاتار کے بلاد کو فتح کرے نہ ہند کو۔

اسلام نے اپنے مخالفوں پر بے ریب تلوار اٹھائی ہے مگر کس شرط پر۔ اس شرط کا تذکرہ خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

[1] وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرة:۱۹۱)

[2] وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (البقرة:۱۹۴)

بخاری جلد ۳ صفحہ ۸۸ مطبوعہ مصر میں لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کے معنی تفصیل سے مندرج ہیں۔

[3] وَ كَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ۔

(بخاری کتاب التفسیر باب قولہ و قتلوھم حتی لا تکون فتنة......)

---

۱ اللہ کے رستہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے مت بڑھو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

۲ اور ان سے (کافران مکہ اور ان کے خصال وصفات کے آدمی) لڑو جب تک روک ٹوک اٹھ جاوے اور دین اللہ کے لئے ہو۔ یعنی فرائض دین بلا روک ٹوک ادا کئے جا سکیں اور مخل خلل اندازی چھوڑ دیں۔

۳ مسلمان تھوڑے تھے اس لئے یوں ہوتا کہ دین میں ستائے جاتے یا تو قتل کئے جاتے یا سخت عذاب میں مبتلا کئے جاتے پھر جب مسلمان بڑھ گئے تو یہ مصیبت اٹھ گئی۔

اچھا ہم نے بطریق تنزل یہ بھی مانا کہ اسلام نے جنگ کی۔ مگر وید میں جنگ کی جس قدر تاکید ہے اور وید کے مخالفوں کے استیصال اور ان کے خطرناک سزاؤں کا جس قدر حکم ہے۔ اگر آپ اس کا علم رکھتے بشرطیکہ خوف الٰہی ساتھ ہوتا تو آپ اور آپ کا کوئی آریہ بھائی اسلام پر جنگ کا الزام دینے کی کبھی جرأت نہ کرتا۔ ایک مختصر تذکرہ سنا کر وید کے چند احکام آپ کے دیانندی بھاش سے لکھتا ہوں ذرا بغور ملاحظہ فرمائیے۔ لیکن میں اس تذکرہ میں پہلے ان آیات قرآنی کا بھی ذکر کروں گا جن پر ہمارے مخالفوں کے خاص اعتراضات ہیں۔

[1] فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبۃ:۵)

اس آیت شریف پر ہمارے بعضے آریہ دوستوں نے خاص توجہ کی ہے اور بڑے بھاری اعتراض کا نشانہ اسے بنایا ہے اس لئے اس آیت کی تصدیق کے واسطے اتماماً للحجۃ آپ کے مقدس رگوید سے چند منتر لکھتا ہوں سنیے۔ حسب وید مقدس آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سریشٹ (اچھے) اور دوسرے دیسیو (بُرے) اور دُشٹ دیکھو منتر ۸ رگوید منڈل نمبر ا سوکت نمبر ۵۱ اور تکذیب صفحہ ۹۔ اور ایسے ہی قرآن نے بھی آدمی کی دو قسمیں بیان کی ہیں شقی وسعید۔ ان دشت اور شتروؤں کی نسبت جن کو قرآن نے مشرک اور کافر کہا ہے وید کہتا ہے (ا) سینا دہکش آدی لوگ (سپہ سالار) جیسے لوہا کے گہن سے لوہے اور پاشان (پتھر) آدکوں کو توڑتے ہیں ویسے ہی آدھرمی دشٹ شتروؤں کے (بے ایمان دشمنوں کے) انگوں کو (اعضاء کو) چھن بھن کر دن رات دھرم آتما پرجاجنوں کے پالن میں تت پر ہوں جس سے شترو جن ان پر جاؤں کو دکھ دینے کے سامرتھ نہ ہوسکیں[2]۔ ''اچھے گن کرم اور سبھاؤ والے سبھادہکش راجہ کو چاہیئے کہ راج کی رکھیا نیتی اور ڈنڈ کے بھی سے سب

[1] ان مشرکین کو جہاں پاؤ مار دو انہیں پکڑو اور ان کی راہ میں پوری پوری گھات لگاؤ۔
[2] دیانندی بھاش صفحہ ۶۹۹ سوکت ۳۶ ۷

منشوں کو پاپ سے ہٹا سب شتروں کو مار اور ودوان کی سب پرکار سیوا کر کے پرجا میں گیان اور سکھ اور اوستا بڑھانے کے لئے سب پرانیوں کے شب گن یکت سدا کیا کرے"[1]۔ یہ تو قتل کے احکام ہیں اب قید کی بابت سنیئے؟ جو آریہ کو جملہ قرآنیہ۔ وَاحْصِرُوْهُمْ کے ماننے کا انشاءاللہ ذریعہ ہوگا۔

"دھارمک پرشوں کو چاہیے کہ تیجسوی سبھا دہکش راجہ کے ساتھ ملکے بیگ سے انّ کے پدارتھوں کو ہرنے کھوٹے سبھاؤ یکت اور اپنے وجے کی اچھیا کرنے والے ڈاکوؤں کو بلا ان کو پربت آدی اکانت استھانوں[2] میں بنے ہوئے گھروں میں گھسا کر اور باندھ کے ان کو قید میں رکھیں"[3]۔

"جیسے سورج انترکھ سے میگھ کے جس کو بھومی پر گرا کے سب پرانیوں کے لئے سکھ دیتا ہے ویسے ہی سینا دہکش آدی لوگ دشٹ منش شتروں کو باندھ کر دھارمک منشوں کی رکھشا کر کے سکھوں کا بھوگ کریں اور کراویں"[4]۔

یہ قید کے احکام گزرے اب استیصال اعداء کا قصہ سنیئے اور غور کیجیئے۔ ویدوں نے دشمنوں کے جلانے کا بھی حکم دیا ہے ذرہ یہاں انصاف کو بھی کام میں لاویں۔

"سبھا دہکش آدی راج پرشوں اور پرجا کی منشوں کو چاہیئے کہ جس پرکار اگنی آدی پداتھ بن آدی کو بھسم کر دیتے ہیں۔ (جس طرح آگ جنگل کو جلاتی ہے) ویسا ہی دکھ دینے والے شتروجنوں کو بناش کے لئے اس پرکار پرتین کریں"[5]۔

اب جبر اور اکراہ کا حکم جس طرح وید میں ہے ملاحظہ ہو۔

سنیئے اور اپنے پیار اور محبت والے دھرم کا حال پڑھیئے۔ "جیسے بجلی میگھ کے اوّیوء بدلوں کو تیکھن بیگ سے چھن بھن اور بھومی پر گیر کر اسکووش میں کرتی ہے ویسی ہی سبھا سنیا دہکش کو چاہیے کہ بدھی شریل واسینا کے بیگ سے شتروں کے بیگ کو چھن بھن اور شتروں کی اچھی پرکار پر ہار

---

[1] رگ وید بھاش صفحہ ۶۹۶
[2] پہاڑوں کی کھوہ میں الگ بند کر دے۔
[3] دیانندی بھاش صفحہ ۷۰۳ سوکت ۳۶
[4] دیانندی بھاش صفحہ ۶۲۰
[5] دیانندی بھاش رگ وید صفحہ ۷۰۷

سے پرتھوی پر گرا کر اپنے سمتی میں لاویں‘‘[۱]۔

اب نہایت غور سے ویدک اخلاق کی حالت سنیئے۔

وید دشمنوں میں عداوت اور پھوٹ کرانے کی ترغیب دیتا ہے۔’’سبھا دہکش کو چاہیے کہ شانتی بچن کہنے دُشٹوں کو ڈنڈ دینے اور شتروں کو پرسپر پھوٹ کرانے کی کرایانوں سے نیتی کو آچھے پرکار پراپت ہو کے پرجاجنوں کی دکھ کونت دور کرنے کے لئے اُدّم کرے‘‘[۲]۔

اچھا میں آپ کے کانشنس پر چھوڑتا ہوں۔ ایک ایسے جانور کے بدلے میں جس کی جنس کی تکلیف دینے میں آپ کے کاشتکار کمی نہیں کرتے۔ آپ ہی کس قدر منصوبے امکان سے بھی زائد انسان کو ایذا رسانی کے باندھ رہے ہیں جن مشرکوں کی نسبت آیات ذیل میں حکم ہوتا ہے۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبۃ:۵)

وہ وہی دشٹ ہیں جو دغاباز موقع پر معاہدہ اور صلح کو توڑ کر اسلام کا استیصال کرتے ہیں۔ دیکھو حکم بالا کے آگے فرماتا ہے۔

[۳] كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ (التوبۃ:۷،۸)

اور پھر کہتا ہے

---

۱ دیانندی بھاش صفحہ ۶۱۶ ۲ صفحہ نمبر ۱۶۶۱

۳ اللہ اور اس کا رسول ان مشرکین کے عہد کی کیونکر رعایت کر سکتے ہیں۔ سوائے ان کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا۔ سو جب تک اپنے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو۔ کیونکہ اللہ ڈر والوں کو پیار کرتا ہے۔ کیونکر! (ان کے عہد کی رعایت ہو سکتی ہے) اور اگر وہ تم پر غالب آویں تو تمہارے حق میں کسی رشتے اور عہد کا لحاظ اور نگہداشت نہیں کرتے۔ منہ سے تو تمہیں خوش کریں گے پر جیون میں ان کے انکار ہے اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔

[۱] وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (التوبۃ : ۱۲، ۱۳)

''جنگ جو غضب الٰہی کا نشان ہے اس میں بھی اسلام نے ہمدردی اور رحم کے اصول کو ترک نہیں کیا۔ اسلام جنگ میں بے قصور بچوں، بوڑھوں، عورتوں، مزدوروں، جانوروں کو قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ دشمن جب جزیہ گزار ہو جاوے یا اسلام قبول کرے تو اسلام جنگ کو موقوف کر دیتا ہے اور فاتح و مفتوح برابر ہو جاتے ہیں۔ پھر اسلام کو جنگ میں ملک گیری مقصود نہیں فقط توحید کی وعظ مطلوب ہے اور جنگ بھی جب تک کہ اسلام کے مخالف مذہبی آزادی کو نہ روکیں''۔

غور کر لو! جب ابتدائے اسلام میں مسلمان توحید کے اقرار پر بے گناہ قتل ہونے لگے۔ گھروں سے نکال دیئے گئے۔ توحید کی منادی سے روکے گئے ان کے دشمن باتفاق حملہ آور ہوئے۔ دشمنوں نے مدینہ طیبہ، دارالنبوۃ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت اسلام نے تلوار پکڑی۔ ''بتاؤ کیا یہ عقل تھی کہ اسلام اپنے آپ کو معدوم کر دیتا؟ کیا صاحب اسلام اپنی اصل غرض نبوت و رسالت کو چھوڑ دیتا؟۔ ایسی ضرورت میں کوئی دانشمند قوم جنگ سے مانع نہیں۔ الّا اسلام نے پھر بھی اکراہ سے منع کیا۔ کیا اگر مشنریوں پر ایسی زیادتی ہونے لگے تو عقل والے خداترس باطاقت بادشاہ حملہ آوری نہ کریں گے؟ یہ اسلام ہی کی خوبی ہے کہ جب کوئی حاکم مسلمانوں کے دین میں دخل دے اور ارکان اسلام کو آزادانہ طور پر نہ کرنے دے تو مسلمانوں کا ہر فرد جان دینے کو حاضر اور اس میں مرنے کو شہادت جانتا ہے۔ الحمد للہ اسی اصل جہاد کی برکت سے بڑے بڑے سلاطین مسلمانوں کے امور مذہبی میں دخل دینے سے کوسوں بھاگتے ہیں جہاد کے نام سے ان کی روح کانپتی ہے تعجب ہے اس

[۱] اور اگر وہ عہد کرکے پیچھے اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو ان کفر کے سرداروں سے جنگ کرو۔ ان لوگوں کی قسمیں و سمیں کچھ بھی نہیں تو کہ باز آ جاویں۔ کیا وجہ ہے کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور اس رسول کے نکال دینے پر ہمتیں لگائیں اور انہوں ہی نے تم سے ابتداء (جنگ) بھی کی۔

قومی درد اور مذہبی محبت کو بعض جاہل عیب شمار کرتے ہیں‘‘۔(برکات اسلام)

مکذب۔تکذیب صفحہ ۷۔’’پوشیدہ نہ رہے۔اعتراض کرنے سے پہلے فریق ثانی کی کتب کا مطالعہ کرنا شرط اُوّلی ہے مگر وہ معترض نے نہیں دیکھا‘‘۔

مصدق۔آپ اپنے ایمان سے کہیئے۔آپ نے عربی زباندانی کی کتابیں کس قدر پڑھی ہیں؟ عربی دواوین اور خطبات میں کتنی مہارت پیدا کی ہے؟ قرآن اور حدیث کا کتنا علم حاصل کیا؟

مرزا صاحب نے دیانند جی سے بڑھ کر قدم نہیں مارا جنہوں نے ستیارتھ میں اسلام پر اعتراض کئے۔کیا وہ عربی کے ماہر تھے؟ مجھے یاد ہے میں نے لاہور میں اپنے کان سے سنا کہ دیانند جی فرمارہے تھے کہ’’رحیم اور کریم لوگوں کی گھڑت ہے‘‘۔تاریخ کے اتنے بڑے ماہر تھے کہ ایک جگہ ستھ ارتھ پرکاش کے صفحہ تین سو اکیس میں کہتے ہیں کہ’’سلطان محمود غزنوی جب قیدیوں کو مکہ میں لے گیا تو فلاں تکلیف دی‘‘ !!!

سچ پوچھیئے تو مرزا صاحب نے بہت کوشش سے بقدر امکان وید کو دیکھا۔سوامی جی کا ترجمہ چار ویدوں کا باوجود اتنے قومی جوش کے اب تک نا تمام ہے۔اسے کون دیکھ سکے۔جبکہ خود سوامی جی کو عادل اور رحیم نیا کاری خدا نے کامیابی کا منہ نہ دکھایا تو دنیا کی اور غیر قومیں اس ترجمہ سے کب نفع اٹھا سکتی ہیں اور مرزا صاحب اس غیر موجود کو کب دیکھ سکتے ہیں،جو ترجمہ دنیا میں موجود تھا اور آپ کی قوم نے چھپوایا اسے مرزا صاحب نے دیکھ لیا دو ارب کے قریب بقول آپ کے گزرتے ہیں کہ خدا نے ویدوں کو الہام کیا۔پر خدائی کارخانے پر نظر کیجئے کہ دو ارب برس میں ویدوں کے تراجم بھی دنیا میں کیا آریہ ورت کے اندر بھی نہیں مل سکتے!! جب اس کتاب کی اشاعت کا یہ حال ہے تو مرزا صاحب کا کیا قصور۔آج تک آریہ ورت کی تین ربع سے زیادہ قومیں شرعاً گو وہ شرع کیسی صحیح یا غلط کیوں نہ ہو، وید پڑھنے کے لائق خیال نہیں کی گئیں۔تعجب ہے

آپ لوگ ویدوں کو عام خلقت کے سامنے رکھتے نہیں اور لوگوں کا لکھا ہوا ترجمہ پسند نہیں کرتے۔ بھلا یہ بے انصافی نہیں تو کیا ہے؟ کہ خود تو دنیا کی عام زبانوں میں ترجمہ کرتے نہیں اور جو ترجمے فضلائے یورپ نے کئے ہیں انہیں پسند نہیں کرتے۔ باقی یہ خیال کہ تمام دنیا کو اسی سے فیض پہنچا ایک خوش اعتقادی کا خیال ہے خود آریہ ورت کے باشندے علی العموم محروم ہیں۔ پنڈت دیانند جی نے وید کے اشاعت کی کوشش کی مگر اس میں بھی اول تو غیر بلکہ اپنی بھی قومیں محروم رکھی گئیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ علی العموم مسلمان اور عیسائی تعلیم یافتہ گروہ بھاشا نہیں پڑھ سکتے۔ بلکہ ستیارتھ کا ترجمہ بھی وہ اردو حروف میں پسند نہیں کرتے تھے اور اردو میں کیوں لکھواتے ادھر وید کا عام فہم ترجمہ ہوا اُدھر دیکھو اس کا وہ سارا کارخانہ کَأَنْ لَّمْ یَکُنْ شَیْئًا ہوا۔ دوم۔ باری تعالیٰ نے بھی ان کو اتمام ترجمہ کی توفیق نہ دی ساری دنیا کو کب اور کس دن فائدہ پہنچا؟ میں نہایت راستی، سچائی اور صاف دلی سے چاروں ویدوں کا ترجمہ سننا پسند کرتا ہوں مگر کوئی صورت اتنی بھی نہیں نکل سکتی کہ ایک بار سرسری طور پر ہی سُن سکوں۔ جب کوشش کرتا ہوں اور ایک دو دفعہ ایسا ہوا بھی۔ تو آریہ مہربان بھائی سنانے والے کی عداوت کو کھڑے ہو جاتے ہیں اپنے دلوں میں جھک کر انصاف کر لو کہ کہاں تک تمہارا دل گوارا کرتا ہے کہ ایک مسلمان وید کی پوری ماہیت سے واقف ہو۔

پہلے اتمام حجت کے لئے چاروں ویدوں کا ٹھیک ترجمہ جسے آپ کے عام علماء تسلیم کریں تیار کیجئے۔ ہم لوگ بھی ویدک اردو ترجمہ میں امداد کے لئے دل سے حاضر ہیں۔ پھر آپ کا دعوت دنیاوی کرنا بھی موزوں ہوگا۔

مکذب۔ ’’وید کے رو سے دو قومیں ہیں۔ ایک آریہ اور دوسری دیسیو‘‘

مصدق۔ یہی تقسیم تمام دنیا کے مذاہب نے کر رکھی ہے۔ بلکہ عام عقل کے نزدیک یہی تقسیم مسلّم ہے۔ کوئی ویدک خصوصیت نہیں۔ دیکھو قرآن کہتا ہے۔

(فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ۔ الشوریٰ:۸) (ایک فریق جنتی اور ایک فریق ناری)

(فَمِنۡهُمۡ شَقِيٌّ وَّسَعِيۡدٌ ۔ھود:۱۰۶) (ان میں سے شقی اور سعید ہیں)۔

آریہ کے معنے اگر سریشٹ، نیک اور خداترس کے ہیں تو یہ ایک لقب ہے جو عمدہ اعمال کے ذریعہ ہر نیک آدمی کو مل سکتا ہے۔ کسی خاص قوم اور ایک ملک والوں کے واسطے اس کی خصوصیت نہیں۔ ان معنوں کے رو سے بنی اسرائیل کا نیک حق شناس ہادی آریہ ہے۔ گو وہ شام کا رہنے والا ہو یا مصر کا۔ ایک پارسا عیسائی مذہب کا ہادی آریہ ہے گو وہ ناصرت میں پیدا ہوا ہو۔ خیر خواہ بنی آدم واعظ توحید نبی عرب آریہ ہے۔ گو مکہ معظّمہ میں جلوہ گر ہوا۔ اور آریہ ورت کا شہدا، پھکڑ، خدا کو برا کہنے والا دیسیو ہے۔

دیکھو صفحہ ۱۶ تکذیب۔ اور اگر وید کے معنے اس سَتْ ودیا کے ہیں جس سے باری تعالیٰ کی رضامندی کا اور کسی سچی بشارت کا پتہ لگ سکتا ہے اور وہ چیز ہے جو مقدسوں کے پڑھنے کے قابل ہے۔ تو تمام مقدسہ کتب وید ہیں سب قرآن ہیں ساری کی ساری انجیل ہیں۔

تکذیب صفحہ ۱۷ تا ۱۷ میں وید کی قدامت کا بیان ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ نفس قدامت کسی خوبی کی مثبت نہیں ہوسکتی۔ دیکھئے مادہ آپ کے نزدیک قدیم ہے حالانکہ جڑھ ہے چیتن نہیں تو کیا نفسِ قدامت کسی خوبی کی مثبت ہے؟ اگر ہے تو پہاڑ بہت پرانے ہیں اور مادہ بقول تمہارے ان سے بھی پُرانا ہے۔ اول۔ آپ ثابت کریں کہ وید الٰہی کلام ہے۔ بلکہ ثبوت سے پہلے از راہ کرم دنیا کو دکھلائیں کہ فلاں چیز کا نام وید ہے اور اس کے یہ مضامین ہیں پھر دنیا پر ثابت کیجئے کہ وید کے بعد اللہ تعالیٰ کا فیضان جسے الہام کہتے ہیں بند ہوگیا۔ باری تعالیٰ ویدوں کے بعد کسی سے کلام نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ دنیا فنا ہو پھر پرلے آوے سرشٹی اور مخلوق بنے اس وید کے ماورا جو صرف آریہ ورت میں نازل ہوا۔ کسی اور ملک میں کوئی الٰہی کلام کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا ہے ہم کب منکر ہیں کہ ہند کو اللہ تعالیٰ کے فیضان سے محرومی رہی۔ اور اس میں ہادی و واعظ توحید نہیں گزرے۔ بلکہ قرآن صاف بتاتا ہے۔

[1] وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا (النحل:۳۷)

[2] وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲۵)

رہی یہ بات کہ قرآن میں ان کے قصے نہیں۔ تو یاد رہے قرآن میں سب نبیوں کے قصص بیان نہیں ہوئے۔ سنو!

[3] وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (المومن:۷۹)

مگر کلام اس میں ہے کہ ابتدائے پیدائش عالم میں یا وید کے بعد جن دنوں وید کا نزول ہوتا تھا۔ ان دنوں اور بلاد میں الہام الٰہی ناممکن اور محال تھا! اور ویدوں کے بعد پھر خدا تعالیٰ چپ ہو گیا اور اس نے اپنے فیضان کو بند کر لیا یا اسی وید کے سوا کسی اور زبان میں کلام کرنا ممکن نہیں اور نہ اس نے کیا یا ہنوز آں ابر رحمت درخروش است کا معاملہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُلْهَمِيْنَ۔ اٰمِيْنَ

مختلف بلاد میں مختلف ہادی ہوتے رہے صرف ایک اسلام ہی کا اعتقاد ہے کہ لَمْ يَزَلْ مُتَكَلِّمًا اللہ ہمیشہ کلام فرماتا ہے۔ اس کے فیضان خاص میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔ ہمیشہ ہمیشہ بندگان خاص سے اس کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ ختم نبوت نے الہام اور مکالمہ اور مخاطبہ سے مخلوق کو محروم نہیں کیا۔ اسلامیوں میں ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے جو اس فیض ربانی سے فیضیاب ہوئے۔ دیکھو حالات شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ معین الدین چشتی، بابا شیخ فرید شکر گنج، شہاب الدین سہروردی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور عبداللہ غزنوی وغیرہ وغیرہ اولیاء کرام اور ہمارے اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ انصاف کریں تو اسلام ہی قدیم اور بہت پرانا مذہب ہے اور یہی سنت اللہ ہے جس کی قدامت کی تعیین سے ہندسہ عاجز ہے۔ اسلام کیا ہے۔ خدا کا فرمانبردار ہونا۔ وید

---

[1] ہم نے ہر ایک گروہ میں رسول بھیجا۔ [2] کوئی ایسی امت نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔
[3] ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے بعض کا حال تیرے آگے ذکر کیا بعض کا نہیں۔

کے ملہم اگر خدا کے قائل اور اس کے فرمانبردار تھے تو انہوں نے بے ریب وہی کام کیا جس کے باعث باری تعالیٰ ابراہیمؑ کی تعریف کرتا ہے اور اس کے طریق کی خلاف ورزی کو بُرا بتاتا ہے۔

[1] وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرة : ۱۳۱تا۱۳۳)

اور بے ریب بشرط فرمانبرداری باری تعالیٰ کے وید کے ملہم مسلمان تھے۔ آریہ تھے اچھے یہودی نئی زندگی سے زندہ عیسائی اور پورے محمدی تھے۔ خاص خاص بت پرستی پر بحث کرتے جاؤ مثلاً جس وقت سری کرشن دیو جی دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے تھے کیا اس وقت کوئی ان کی پوجا کرتا تھا؟ ہرگز نہیں پھر اُن سے پہلے جب تک سری رام چندر جی نہ ہوئے کوئی ان کا پوجاری ہوا؟ نہیں۔ بلکہ جب ہنومان ہوئے تب ان کی پوجا شروع ہوئی جب گنیش ہوئے تب ان کی پوجا شروع ہوئی۔ اسی طرح اوپر کا وقت لیتے جاؤ یہاں تک کہ خالص باری تعالیٰ کی پوجا کا وقت نکل آوے۔ مثلاً فرض کر لیں کہ برہما جی سرشٹی کی ابتدا میں یا وید کے ملہم اس سرشٹی کے ابتدا میں کس کی پوجا کرتے تھے اگر وہ باری تعالیٰ کے پوجاری تھے اور موحد تھے تب وہ ضرور مسلمان تھے اور لا ریب مسلمان تھے۔

والحمد للّٰه علٰى ذالك

تکذیب صفحہ ۱۲ تا ۱۷ میں

مکذب صاحب! آریہ لفظ اور ہندو لفظ پر بحث کرتے ہیں۔ سو ان الفاظ کی نسبت جو کچھ

---

[1] اور ابراہیم کی سنت سے وہی منہ پھیرتا ہے جس نے اپنے تئیں بے وقوف بنایا ہم نے تو اس کو دنیا میں چن لیا اور انجام میں وہ نیکوکاروں میں ہے جب اس کو اس کے رب نے کہا فرمانبردار ہو جا۔ اس نے کہا میں رب العالمین کا فرمان بردار ہوا۔ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت کی اے میرے بیٹو! اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا تو تم اسلام (فرمان برداریٔ الٰہی) پر مرنا۔

میرے محسن جناب پادری طامس ہاول بشیر مقیم پنڈ دادنخان ضلع جہلم نے ارقام فرمایا ہے میرے نزدیک وہ مضمون نہایت راستی سے لکھا گیا ہے۔ اس مضمون اور اپنی ایک ابتدائی تحریر کو جو اس بحث پر (لفظ آریہ اور ہندو) کے متعلق ہے جناب پادری صاحب نے دوبارہ بطور رسالہ لکھا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

پادری صاحب کی پہلی تحریر کو مرزا صاحب نے بھی شحنۂ حق میں نقل کیا اس پر کچھ اور زیادہ کرنا صرف شیخی بگھارنا ہے۔ مگر اتنا زیادہ عرض کر دینا شاید نامناسب نہ ہو کہ آپ نے یا آپ کے مصلح نے اس لفظ ہند یا ہندو پر بحث کرنے میں بالکل انصاف سے کام نہیں لیا یہ بحث اس نے مختلف اغراض کے واسطے چھیڑ دی۔ میں راستی سے کہتا ہوں کہ مسلمان فاتح لوگوں نے اس نام کو اہانتاً اختیار نہیں کیا تھا۔ عربی کی مشہور لغت کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ اس میں اس لفظ کے مختلف معنی لکھے ہیں۔ دیکھو عمدہ عمدہ معنی اسی لفظ ہند کے واسطے موجود ہیں۔ ہند۔ سواونٹ کے گلّے کا نام ہے اور ایک عورت کا نام بھی جو عمرو نام بادشاہ عرب کی والدہ تھی۔ بنو ہند ایک قبیلہ عرب کا نام ہے ہند ایک پہاڑ کا نام ہے۔ تلوار کے تیز کرنے کو بھی ہند کہتے ہیں اس واسطے مُهَنَّد اس تلوار کو کہتے ہیں جو بہت ہی تیز ہو۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایک آپ کا پیرو آپ کے سامنے کہتا ہے۔ اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَآءُ بِهٖ۔ سَيْفٌ مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ الْهِنْدِ مَسْلُوْلٌ۔ ہندوان ایک نہر کا نام ہے جو خراسان میں واقع ہے ابوجعفر فقیہ ہندوانی ایک بڑے بزرگ مسلمانوں کے مقتدا وہاں کے رہنے والے تھے۔ اور تعجب نہیں آریہ کے بزرگ اسی ندی کے کنارے سے آئے ہوں۔ اسی واسطے وسط ایشیا کی واقف اور فاتح قوم نے ان کو ہندو کہا ہو۔ اور آری لفظ عرب میں کوئی عمدہ مدح کا لفظ نہ تھا کیونکہ عربی آری طویلہ کو کہتے ہیں۔ پس کیا تعجب ہے اگر ہمارے بزرگوں نے بجائے لفظ آری ہندو کا لفظ اخلاقی شریعت کے حکم سے زیادہ تر برتا ہو یا اور کوئی باعث خاص ہو جو دل آزاری کے سوا ہے۔ اب بھی عرب کے دارالسلام مکہ معظّمہ میں ہندی

مسلمانوں کے شیخ کو شیخ الہنود کہتے ہیں۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ۔

مکذب نے تکذیب کے صفحہ ۱۷ میں مرزا صاحب کا قول ''وہ (موجودہ آریہ مت) بہ ہیئت مجموعی کسی قدیم ہندو مذہب میں نہیں جاتے''۔ نقل کر کے شدت غضب سے سراسیمہ ہو کر عجب بے سروپا جواب دیا ہے حقیقت میں خوش فہمی کی داد دے دی ہے۔ میرے نزدیک خفگی کا کوئی مقام نہیں۔

اول تو اس لئے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ''ہندو مذہب میں نہیں جاتے''۔ اور ہندو ہونے سے خود آپ کو اور آپ کے معاونین آریہ کو انکار ہے۔ بلکہ تکذیب کے صفحہ ۱۳ میں ایک اپنے فاضل کا نکتہ لکھا ہے اور وہاں کہا ہے کہ ''جب تک ودیا کا زور اور ایجادوں کی ترقی ست دھرم کی طرف توجہ وید مقدس پر عمل درآمد رہا۔ توہمات سے رستگاری ایک پرمیشور کی پرستش رہی۔ یہ ملک آریہ ورت اور اس کے باشندے آریہ یا آرج رہے۔ مگر جب سے انہوں نے طوق غلامی پہنا، بُت پرستی اختیار کی۔ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں کے آگے سر جھکانے لگے۔ اصلی کتابوں پر نقلوں اور فسانوں یعنی ویدوں پر پُرانوں کو ترجیح دی۔ تب ہندو بن گئے اور ملک ہندوستان ہو گیا''۔ لاریب یہ نکتہ صحیح اور درست ہے۔ تو پھر آپ کیوں ابھی اس ہندو قوم کو آریہ فرماتے ہیں۔ ابھی تو بقول آپ کے بھی یہ ملک ہندوستان اور اس کے باشندے ہندو نظر آتے ہیں۔

دوم۔ علی العموم ہندوستانی آپ کے بھائی بند بُت پرست ہیں اور آپ کے پنتھ کے منکر ہیں بلکہ جین اور بدھ، ہند کے باشندے اس وید کے بھی منکر ہیں جسے آپ کلام الٰہی کہتے ہیں۔ ہزاروں توہمات میں آپ کے برگزیدہ پھنسے ہوئے ہیں بلکہ تمام قوم ابھی تک قدیم بزرگوں کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ تعلیم یافتہ ہندو جماعت لفظاً نہ سہی تو عملی طور پر وید کے خاصے منکر ہیں۔ پس آپ غور کیجیئے۔ یہ ملک ان معنوں کے بموجب جو آپ نے خود کئے ہین کیونکر ابھی آریہ ورت ہو سکتا ہے انصاف! انصاف!!! انصاف!!!

سوم۔اگر اس ملک کے لوگ وید کے مخالف نہ ہوتے تو غیر مذہب والے یہاں بالکل حکومت نہ کر سکتے۔کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے۔''وید وکت ریتی سے ہمیشہ آرام ملتا ہے'' اور ظاہر ہے کہ رعایا بننے سے بڑھ کر کوئی بے آرامی نہیں اور غیر ملک والوں کے ماتحت رہنے سے بڑھ کر کوئی ذلت وخواری نہیں۔اگر آپ کے بزرگ دیانندی پنتھ کے پیرو ہوتے تو بقول آپ کے اس ذلت وخواری میں مبتلا نہ ہوتے۔یا یوں کہا جاوے کہ یوروپین بادشاہ وید وکت ریتی کے مطابق پوربلی جنم میں بزرگ آریہ تھے۔اس جنم میں اپنے نیک اعمال کا پھل بھوگ رہے ہیں اور چونکہ بھلائی کا نتیجہ بھی بھلائی ہوتا ہے اور باری تعالیٰ دھوکہ باز نہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دولت اور نیکی کو ان کے لئے وبال نہ فرماوے گا یا ویدوں کی دعائیں جو صرف دشمنوں کی تباہی اور ہلاکت کے واسطے تھیں سالہا سال سے بیکار ہو گئیں بلکہ الٹی پڑیں۔پس یا تو دعائیں الہامی نہیں یا آپ کے قدیم آریوں کے اعمال نہایت خراب تھے کہ ان کو دنیوی عیش و آرام کے ساتھ اصل ارج دھرم پراپت نہ ہوا۔اصل یہ ہے کہ آپ نے ''بہ ہیئت مجموعی'' کا لفظ جو مرزا صاحب کے کلام میں مندرج تھا نہیں دیکھا یا اس پر توجہ نہیں کی۔

مکذب۔''قرآن صرف اقتباس سابقہ کتب کا ہے''۔

مصدق۔اس کا مفصل جواب ہم نے ردّ نصاریٰ میں دیا ہے۔اور آپ کو بھی مختلف مقامات پر اس کا جواب دیں گے۔

پھر نمبر صفحہ ۲۰ میں ارقام فرمایا ہے۔''لقمان اور سکندر کے قصص نے (دور از قیاس) یونانیوں کی تواریخوں سے جلوہ دکھایا'' سنیئے صاحب!

قرآن نے لقمان کا قصہ جہاں بیان کیا ہے۔اس سورہ کا نام سورہ لقمان ہے جو اکیسویں سپارہ میں موجود ہے۔مہربانی کر کے وہ قصہ سنیئے۔آپ کو اپنے انصاف اور نیک نیتی اور استعداد اور عربی دانی کا خود بخود پتا لگ جائے گا۔

[1] وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰہِ ؕ وَ مَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۔ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ ۚ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّ فِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یٰبُنَیَّ اِنَّھَآ اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِھَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ ؕ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (لقمان:۱۳تا۲۰)

ان آیات کریمہ پر غور فرمایئے اور داد دیجیئے ۔ نہ صرف داد بلکہ قبول فرمایئے ۔ میں آپ کو حق کی طرف بلاتا ہوں اور بے انصافی کے سخت وبال سے آگاہ کرتا ہوں ۔ دیکھو! مرنا ہے اور

---

[1] ہم نے لقمان کو حکمت (اپنی پہچان) دی کہ تو اللہ کا شکر گزار ہو اس لئے کہ جو شکر گزار ہوا اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے ۔ اور جس نے کفران نعمت کیا وہ جان لے کہ اللہ غنی ہے تعریف کیا گیا ۔ اور جب لقمان نے وعظ کرتے اپنے بیٹے سے کہا اے پیارے بیٹے اللہ سے شرک مت کر کیونکہ شرک بڑا بھاری ظلم ہے ۔ ہم نے انسان کو والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے ۔ اس کی ماں نے دکھ پر دکھ سہہ کر اسے پیٹ میں رکھا ۔ اور دو سال میں اس کا الگ ہونا ہوا ۔ تو اب میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار ہو ۔ اور پھر آنا میری طرف ہے ۔ اور اگر تیرے ماں باپ مجھ سے شرک کرنے پر تجھے مجبور کریں جس سے تو بالکل نادان ہے تو ان کا کہا مت مان ۔ اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک سے سنگت رکھ اور میری جانب رجوع کرنے والوں کی راہ کے پیچھے چل پھر تم سب کا لوٹنا میری طرف ہے میں تم کو تمہارے عملوں کی خبر دوں گا اے پیارے بیٹے اگر رائی کے ایک دانے کے برابر کوئی چیز کسی چٹان کے تلے ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں اللہ اسے لے آوے گا یقیناً اللہ لطیف و خبیر ہے ۔ اے بیٹے نماز کی پابندی کر نیک باتوں کا امر کر اور بُری سے روک اور مصیبتوں پر صبر کر یقیناً یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے ۔ اور لوگوں پر اپنی گالیں مت چمکا (گھمنڈ مت کر) اور زمین پر اترا کر مت چل یقیناً اللہ مغرور بڑائی جتانے والے کو پیار نہیں کرتا ۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز دھیمی رکھ (کڑک کر مت بول) کیونکہ بُری سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے ۔

بھلائی اور برائی کا نتیجہ پانا ہے کیا یہ دوراز قیاس ہے؟ انصاف سے کہیئے بلکہ یہ قصہ تمام بھلائیوں کا مجموعی عطر ہے۔ ہاں بت پرست ناشائستہ کج خُلق آدمی اس کو دوراز قیاس کہے تو ممکن ہے۔ رہا سکندر کا قصہ جس کو آپ نے دوراز قیاس لکھا ہے۔ میں راستی اور خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں۔ سکندر کا نام تمام قرآن کریم میں ہرگز موجود نہیں۔ کسی صحیح حدیث میں رومی سکندر کا قصہ جناب خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ پھر کہتا ہوں ہرگز سکندر کا قصہ قرآن کریم میں نہیں۔ پھر اس رومی سکندر کا جو مشرک اور بُت پرست تھا اور آخر کار شراب خوری میں ہلاک ہوا ! مجھے یقین ہے کہ یہ خیال آپ کو قرآن کریم کے مطالعہ اور عربی دانی سے نہیں ہوا بلکہ اس موقع پر آپ نے پادری صاحبان یا منشی اندرمن صاحب یا کسی اور صاحب کی خوشہ چینی فرمائی ہے آپ نے ذوالقرنین کے قصہ کو جو قرآن میں موجود ہے۔ سکندر کا قصہ تجویز کیا اور دھوکہ کھایا۔ صاحب من وہ قصہ کتاب دانیال کے ایک مشکل مقام کی تفسیر ہے۔

سنیئے دانیال کی کتاب میں جو بائبل کے مجموعہ میں ستائیسویں کتاب ہے۔ اس کے آٹھ باب ۴ آیت میں حضرت دانیال نبی کا مکاشفہ ہے۔ دانیال کی نبوت اور اس کا مکاشفہ آپ کے نزدیک کیسا ہی ہو اور کچھ ہی وقعت کیوں نہ رکھے۔ اِلّا یہود اور عیسائیوں میں جو قصۂ ذوالقرنین کے سائل اور مجیب کے مخاطب تھے۔ یہ مکاشفہ صحیح اور دانیال کی کتاب صحیح اور مسلّم ہے اور اس مکاشفہ میں یہ بات مندرج ہے۔

’’تب میں نے اپنی آنکھ اٹھا کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے آگے ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ تھے اور وہ دو سینگ اونچے تھے اور ایک دوسرے سے بڑا تھا‘‘۔ پھر دانیال کو جبرائیل نے اس مکاشفہ اور خواب کی تعبیر بتائی کہ ’’مینڈھا جسے تو نے دیکھا کہ اس کے دو سینگ ہیں سو وہ ماد اور فارس کی بادشاہت ہے‘‘ دانیال (۸۔۲۰) قرآن نے اسی بادشاہ کا تذکرہ کیا اور

نہایت راست اور صاف فرمایا ہے اس میں کوئی دور از قیاس بات مندرج نہیں اب میں وہ سارا قصہ نقل کرتا ہوں۔

[۱] وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (الکھف:۸۴)

تفسیر۔ دوسینگ والا وہی ماد، فارس کی بادشاہت جس کا ذکر دانیال ۸ باب ۴ میں ہے۔

[۲] اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (الکھف:۸۵)

الارض کا ترجمہ میں نے خاص زمین کیا ہے۔ جاننے والے تو اس کا سرّ جانتے ہیں مگر ہم کھولے دیتے ہیں کہ الف اور لام عربی لٹریچر میں خصوصیت کے معنی بھی دیتا ہے بلکہ عزرا نبی کی کتاب باب ۱ آیت ۲ سے جس کا ذکر آگے آتا ہے اور بھی قرآن کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

[۳] حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا (الکھف:۸۷)

تفسیر۔ یہ بادشاہ جو دانیال کے خواب میں دوسینگ کا مینڈھا دکھائی دیا اور فارس اور ماد کا حکمران ہوا۔ اس کا نام خورس ہے جب وہ بلاد شام اور شمالی غرب کو فتح کر چکا تو بلیک سی یا بحر اسود کا سمندر اور اس کا کالا دلدل آگے آ گیا۔ اتنے بڑے سمندر کا کنارہ کیقباد کو کہاں نظر آ سکتا تھا وہاں اُسے سورج سمندر میں ڈوبتا دکھائی دیا قرآن یہ نہیں فرماتا کہ فی الواقع سورج کالے پانی میں ڈوبتا تھا۔ بلکہ کہتا ہے کہ ''اُس نے یعنی ذوالقرنین نے سورج کو کالے پانی میں ڈوبتا پایا''۔ لفظ وَجَدَهَا تَغْرُبُ پر غور کیجیئے۔ جس کے معنے ہیں پایا اس نے اس کو کہ ڈوبتا ہے۔ اور یہ نہیں کہا۔ وَكَانَ هُنَاكَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ کہ وہاں واقعی سورج ڈوبتا تھا۔ یہ ایسا نظارہ ہے جسے ہر ایک بحری سفر کرنے والے کی آنکھ نے دیکھا ہے کہ وسیع اور اتھاہ سمندر میں سورج اسی میں سے نکلتا اور اسی میں پھر ڈوبتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی قدرتی منظر کو جو ذوالقرنین کے پیش نظر واقع ہوا قدرت کی صحیح نقل یعنی قرآن

۱؎ تجھ سے ذوالقرنین (دوسینگ والے) کی بابت پوچھتے ہیں تو کہہ میں ابھی اس کا قصہ تمہیں سناتا ہوں۔

۲؎ ہم نے زور دیا اس کو خاص زمین میں اور دیا ہم نے اس کو ہر طرح کا سامان اور وہ تابع ہوا ایک سامان کا۔

۳؎ یہاں تک کہ جب وہ پچھّم میں پہنچا اسے ایسا معلوم ہوا کہ سورج دلدل کے چشمہ میں ڈوبتا ہے۔

نے بیان کیا۔کورس یا خورس کا تسلط پچھّم زمین پر ہوا۔اول تو دانیال ۸ باب ۴ میں ہے۔’’میں نے اس مینڈے کو دیکھا کہ پچھّم اتر دکن کو سینگ مارتا ہے‘‘ دوم تواریخ ایران پر نظر ڈالو۔اس واقعہ کے مفصل حالات اس میں ملیں گے۔

[۱] قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ا۟لْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا (الکہف: ۸۷تا۸۹)

تفسیر۔غرض مادا ور فارس کی سلطنت جب بلاد شام پر فتحیاب ہوئی تو اس کے بادشاہ نے حسب وحی الٰہی اور الہام خداوندی وہاں بروں کو سزا اور نیکوں کو انعام دیئے۔اگر کسی کو یہود اور عیسائیوں سے جو قصے کے مخاطب ہیں اس کی نیکی اور بزرگی بلکہ ملہم ہونے میں کلام ہو تو وہ عزرا کی کتاب دیکھے۔’’شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی سب مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے‘‘۔عزرا باب ۱-۲۔اس سے یہ ظاہر ہے کہ حسب کتب مقدسہ وہ حکم الٰہی کا پابند اور مملکتوں کا بادشاہ تھا۔

[۲] ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا (الکہف: ۹۰تا۹۲)

تفسیر۔جب خورس بلوچستان میں پہنچا تو وہاں کے لوگ بے خانماں پائے جن کی چھت آسمان اور بستر زمین تھا یہ لوگ جب بالکل خانہ بدوش جنگلی تھے۔

[۳] ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ

---

۱ ہم نے کہا اے ذوالقرنین تو دو طرح کا برتاؤ کر یا سزا دے اور خسروانہ رحم کر یعنی سزا کے لائقوں کو سزا اور رحم کے لائقوں پر رحم کر اس نے کہا ظالموں کو ہم سزا دیں گے پھر اپنے رب کے ہاں جا کر ان پر سخت عذاب ہوگا۔پر مومن اور نیکوکار کے لئے نیک بدلہ ہے اور ہم بھی اس سے حسن سلوک سے پیش آویں گے۔

۲ پھر وہ ساز و سامان کر کے روانہ ہوا جب پورب میں پہنچا وہاں سورج کے تلے ایسے لوگ پائے جن پر سورج کے سوا کسی چھت کا سایہ نہ تھا۔ایسا ہی تھا اور ذوالقرنین کے لاؤ لشکر کا حال ہم کو خوب معلوم ہے۔

۳ پھر سامان کیا اور وہ دو خاص پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔اور ان پہاڑوں کے ورے ایک ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے میں کمزور تھی۔

يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا (الکھف : ۹۳،۹۴)

تفسیر۔ یہ وہ مقام ہے جو ایران کے شمال میں دربند کر کے مشہور ہے اور اس کے قریب اب تک قبہ نام ایک بستی اسی کیقباد خورس کے نام سے قرآن کی تصدیق کے لئے موجود ہے۔

[1] قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (الکھف:۹۵)

تفسیر۔ یاجوج اور ماجوج کون ہیں؟ غور کرو! روضۃ الصّفا کے خاتمہ پر لکھا ہے ''اقلیم چہارم مشرق سے شمال چین سے گزر کر تبت اور جبال کشمیر اور بدخشان کے شمال سے اور بلاد یاجوج اور ماجوج کے جنوب سے مغرب کو چلی جاتی ہے''۔ یہ تو اقلیم چہارم کا قصہ مختصراً ہوا۔ اب لیجیئے اقلیم ششم اس کی بابت لکھا ہے۔ ''بلاد یاجوج و ماجوج سے یہ اقلیم ششم شمال میں ہے''۔ پس ہر عاقل اب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ بلاد یاجوج اور ماجوج اقلیم پنجم میں ہے پس جیسے شاہنامہ میں لکھا ہے کہ باختر کے شمال میں یعنی بخارا کی جانب یاجوج ماجوج کا مسکن ہے بالکل ٹھیک ہے۔ غیاث اللغات میں جس سے مکذب نے تفصیل مذاہب اسلام کے لئے کئی ورق نقل کئے ہیں۔ یہ مضمون صاف لکھا ہے اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔ ''مابین آذربائیجان اور آرمینیا کے ذوالقرنین نے تیس میل کی دیوار بنائی تھی''۔ اور تفسیر معالم میں سُدّی اور قتادہ سے روایت ہے کہ تُرک کو تُرک اسی واسطے کہتے ہیں کہ ذوالقرنین نے یاجوج اور ماجوج کے بائیس قبیلوں میں سے ان کو چھوڑ کر باقی قوموں کے حملوں کی روک کے واسطے دیوار بنائی تھی۔ اور ضحّاک سے روایت کیا ہے ''یاجوج ماجوج تُرکوں کی قوم سے ہیں''۔ یہ کچھ کچھ تذکرہ ایشائی عام اور مشہور کتابوں کا تھا۔ جن میں کسی الہامی کتاب سے استدلال نہیں کیا۔ اب سنیئے حزقیل کے ۳۸ باب میں لکھا ہے (یہ کتاب بائبل کے مجموعہ میں دانیال سے پہلے ہے) ''اے جوج روس اور مشک (اسکو) اور طوبال کے سردار، میں تیرا

---

[1] انہوں نے عرض کیا اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج ہمارے ملک میں آکر فساد کرتے ہیں۔ ہم تجھ کو روپیہ دیتے جو تو ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار کھینچ دے۔

مخالف ہوں اور میں تجھے پھرا دوں گا اور تیرے منہ میں بنسیاں ماروں گا‘‘ ۳،۴۔ اور اسی باب کی آیت اول ودوم میں ہے۔’’اے آدم زاد! تو جوج کے مقابلے میں جو ماج کی سرزمین میں بستا ہے۔ اور روس اور مسک اور طوبال کا سردار ہے منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر‘‘۔ اس سے ناظرین یقین کریں گے کہ روس بے ریب یاجوج ہے گویا جوج کی اور قومیں بھی ہوں۔ یاجوج کی تحقیق ختم ہوئی۔ اب ماجوج کا حال سنیئے۔ حزقیل کے ۳۹ باب ۶ آیت میں ہے۔’’اور میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں پر بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں۔ ایک آگ بھیجوں گا‘‘۔

اُس زمانے میں ایسی دیواروں سے حملوں کی روک ہو جاتی تھی۔ دیکھو چین کی دیوار ایسے حملوں اور یاجوجی قوموں کی روک کے واسطے اہل چین نے بنائی تھی اور اُن کے لئے اس وقت کی حالت کے مناسب مفید اور کارگر ہوئی۔

[1] قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (الکہف: ۹۶ تا ۹۸)

پس آخر یہ جنگ جو قومیں نچلی نہ بیٹھ سکیں۔ جرمن، ڈنمارک اور سویڈن، ناروے وغیرہ بلاد میں آہستہ آہستہ پھیل گئیں۔ گاتھ قوم نے جزائر برطانیہ آباد کر لئے۔

[2] قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا (الکہف: ۹۹)

---

۱ کہا جو قدرت میرے رب نے مجھے دی ہے وہی بہتر ہے۔ تو تم مجھے صرف اپنے زور سے مدد دو میں تم میں اور ان میں ایک موٹی دیوار بنا دوں گا تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آؤ۔ آخر جب اس نے دونوں پہاڑوں میں برابر کر دیا کہا دھونکو۔ آخر جب اس کو گرم آگ سا کر دیا بولا میرے پاس لے آویں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں۔ پھر ان سے نہ ہو سکا کہ اس سے پھاند جا سکیں اور نہ بن ہی پڑا کہ اس میں چھید کر سکیں۔

۲ کہا یہ میرے رب کا احسان ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آیا اسے چور چور کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

تفسیر۔جن حملہ آوروں کے لئے وہ دیوار روک تھی کچھ اور بلاد میں چلے گئے۔اور جگہوں میں ریاستیں اور سلطنتیں قائم کرلیں۔آخر عجیب عجیب راستوں سے بعد ہزار سال ہجری وہ قومیں پھر اُس ملک پر چڑھنے کے لئے آہستہ آہستہ متوجہ ہوئیں۔جس کی طرف اُن کے پہلے مورث متوجہ تھے۔اوراسی طرح کتب مقدسہ کی سچائی ظاہر ہونے لگی۔

[۱] وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (الکهف :۱۰۰)

تفسیر۔مکاشفات یوحنا کے بیسویں باب کے ساتویں آیت سے پڑھو۔''اور جب ہزار سال ہوچکیں گے (یہ ہزار سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہیں اور شمسی اور قمری مہینوں کا حساب ناظرین یہاں سوچ کر کرلیں) قید سے چھوٹے گا اور نکلے گا کہ ان قوموں کو جو زمین کے''(وہی خاص زمین یروشلم اور مکہ کی زمین ہے)''چاروں کونوں میں ہیں یعنی یاجوج اور ماجوج کوفریب دیئے اور انہیں لڑائی کے لئے جمع کرے'' ان قدیمی نوشتوں اور روس اور انگریز، جرمن اور فرانس کے تسلط پر جو ہزار سال ہجری کے بعد سے عرب اور شام کے چاروں کونوں پر شروع ہوا غور کی نگاہ سے دیکھو! اور دیکھو! ۱۶۹۱ء سے کس طرح یہ قومیں اسلامی بلاد پر مسلط ہورہی ہیں۔اگر انگریزی تواریخ ہند کچھ صحت رکھتی ہے اور آریہ قوم بھی انگریزوں سے اعلیٰ نسل میں متحد ہے جو بتحقیق لتھ برج وغیرہ محققان یورپ مسلم ہے تو یہ بھی ماجوج میں داخل ہیں۔تو ہم آریہ کی اس تیز ترقی کو اپنی مقدس کتابوں کی صداقت ہی یقین کریں گے۔مگر ہم یقینی رائے قائم نہیں کرسکتے کہ ہندوستانی اور انگریز ایک ہی ہیں ہمارا علم اس تحقیق تک پہنچنے سے ابھی تک قاصر ہے۔

قرآن کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گزرے اور مکاشفات اور حزقیل نبی کی کتاب کو اور بھی بہت زمانہ گزرا۔مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عالم بالجزئیات والکلیات ہے ان کا ہونا کیسے واضح

---

[۱] اور جس دن ہم چھوڑ دیں گے کہ وہ آپس میں لڑ کٹ مریں۔اور نرسنگا پھونکا جاوے گا پھر ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔

دلیلوں سے ثابت ہوا۔ اب یہ دونوں قومیں یاجوج روس اور ماجوج انگریز کیسے نزدیک نزدیک آ پہنچے ہیں اور بہت ہی قریب ہے کہ دونوں آپس میں الجھ پڑیں اور قرآن کریم کا یہ فرمانا۔ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ (الکهف:۱۰۰) جو ہمیشہ سے صادق ہے تمام آنکھوں کو اپنی سچائی دکھادے۔ دیکھو مکاشفات ۲۰ باب ۹ اور انہوں نے مقدس چھاؤنی اور عزیز شہر کو گھیر لیا۔ تب آسمان پر سے خدا کے پاس سے آگ اتری اور ان کو کھا گئی اور تو بڑا اندیشہ کرے گا اور تو کہے گا کہ میں دیہات کی سرزمین (وادی القریٰ مکہ معظّمہ) پر چڑھوں گا۔ میں ان پر جو چین میں ہیں اور آرام سے بستے ہیں جو شہر پناہیں نہیں رکھتے اور بغیر اڑبنگوں اور پھاٹکوں کے رہتے ہیں حملہ کروں گا تاکہ تو لوٹے اور مال کو چھین لے اور تو اپنا ہاتھ ان ویرانوں پر جو اب بسے ہیں اور ان لوگوں پر جو ساری قوموں سے فراہم ہوئے (دیکھو اہل مکہ ومدینہ) جنہوں نے مال اور مویشی حاصل کئے اور جو زمین کی ناف پر بستے ہیں (ہمارے وہ پادری صاحبان جو کہ مکہ کو زمین کی ناف کہنے سے ہنستے ہیں یہاں ذرا انصاف کریں) چلاوے۔ اور سبا، دوان اور ترسیس کے سوداگر اور ان کے سارے شیر ببر تجھے کہیں گے کیا تو غارت کرنے آیا۔ حزقیل ۳۸ باب ۱۰-۱۳۔

ہم نے یہ واقعات اس لئے لکھے ہیں اور یہ تذکرہ صرف اسی واسطے کیا ہے کہ الہام کی قدر نہ کرنے والے کچھ کچھ تو ان زبردست پیشگوئیوں کی صداقت کا لحاظ کرکے الہامی کتابوں کی بے ادبیوں سے باز آویں اور غور کریں کہ یاجوج کے باہمی فسادات کا کب اور کس حالت اور کس زمانے میں ذکر کیا گیا جس کا ظہور آج آنکھ سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یاجوج اور ماجوج دونوں قوموں کی نسبت بعض مصنفوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دراز گوش ہیں۔ اس فقرہ کے سمجھنے میں بہت لوگوں نے جو مقدس کتابوں کی طرز کلام سے بالکل ناآشنا ہیں۔ کئی غلط نتیجے نکالے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ دراز گوش گدھے کو کہتے ہیں اور جو آدمی علم کے مطابق عمل نہ کرے اسے بھی الہامی زبان میں گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دیکھو! قرآن میں آیا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ[1] اَسْفَارًا (الجمعة:٦)

اور ظاہر ہے کہ روس اور انگریز، جرمن اور ڈنمارک والے الٰہیات کے سچے علوم اور روحانی برکات سے بالکل محروم ہیں علم الٰہیات ان کا نہایت کمزور ہے اور مجھے پختہ یقین ہے کہ ہمارے علمی مذاق والے آریہ بھی اس کے ماننے سے انکار نہیں کرسکیں گے۔

تکذیب صفحہ ۲۱ میں

مکذب صاحب۔ مرزا صاحب کا قول نقل کرتے ہیں۔ ''پہلا اصول اس فرقہ آریہ کا یہ ہے پرمیشور روحوں اور اجسام کا خالق نہیں بلکہ یہ سب چیزیں پرمیشور کی طرح قدیم اور انادی ہیں''۔ اور پھر اس کے جواب میں فرماتے ہیں ''آریوں کا یہ پہلا اصول نہیں ہے بلکہ آریوں کا پہلا اصول اور ہی ہے''۔

مصدق۔ گھبرایئے نہیں اپنی کتاب تکذیب ہی کے صفحہ ۶۳ پر نظر فرمایئے۔ ''سنسار میں جتنے مذاہب ہیں عقل کو صندوق میں بند کر قفل لگانا اپنا پہلا اصول جانتے ہیں ان مذاہب میں فسٹ نمبر دین محمدی ہے''۔ غور کیجئے! تمام مذاہب پر آپ نے یہ الزام جڑ دیا ہے کہ عقل کو صندوق میں بند کر کے قفل لگانا ان کا پہلا اصول ہے اور اس معاملہ میں محمدی مذہب کو فسٹ نمبر دیا ہے حالانکہ عقل کو بند کرنا اور اس سے کام نہ لینا کسی مذہب کا پہلا اصول نہیں!!! اسلامیوں کا پہلا اصول اگر آپ کو معلوم نہیں تو ایک مسلمان بچہ سے پوچھ لیجئیے۔ وہ بھی یہی کہے گا۔ اشھد ان لا اله الا الله یعنی کوئی پرستش کے لائق نہیں بجز ایک معبود حق کے۔ عیسائیوں اور یہودیوں سے پوچھئے وہ بھی یہی کہیں گے اور اپنا پہلا اصول یہی بتائیں گے کہ ''خدا کو تو سارے دل ساری جان اور ساری قوت سے پیار کر''۔ یہی شریعت کا پہلا اور بڑا حکم ہے دیکھو متی ۲۲-۳۷ و لوقا ۱۰-۲۷، استثنا ۶-۵، ۱۰-۱۲، ۱۱-۱۳۔ سوچئے تو سہی آپ اس

---

[1] ان لوگوں کی مثال جن پر توریت اٹھوائی گئی پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہیں

الزام کا کیا جواب دے سکتے ہیں جو اس کا جواب تحریر کریں وہی مرزا صاحب کی طرف سے یقین کریں۔

مرزا صاحب نے جو فرمایا ان کا منشا یہ ہے کہ پہلا اصول جس پر ان کو آریہ سے مخالفت ہے یہی پہلی اصل ہے جسے خود آپ نے بھی مان لیا ہے چنانچہ آپ نے عین موقع انکار پر صفحہ ۲۲ سے ۲٦ تک ارواح کے غیر مخلوق اور مادہ عالم کی انادی ازلی ہونے کے دلائل شروع کر دیئے! باری تعالیٰ کے خالق ارواح ہونے سے انکار کر گئے۔

تکذیب صفحہ ۲۲ میں

مکذب۔ ”آریہ محمدی لوگوں کی طرح پانچ ہزار یا چھ ہزار سال سے خالق، رازق، مالک، رحیم، عادل اور قادر مطلق نہیں مانتے۔“

مصدق۔ تمام قرآن کریم اور حدیث نبی رؤف الرحیم میں سے یہ بات نکال دیجیئے۔ کہاں اسلام نے کہا ہے کہ خدا پانچ چھ ہزار سال سے خالق، رازق، مالک، رحیم، عادل اور قادر مطلق ہے۔ خدا کے واسطے کچھ تو خوف الٰہی کو دل میں جگہ دو! عدالت الٰہی کا دھیان کرو! صرف نیشنیلٹی اور صرف دنیوی پالسی کس کام آوے گی۔ باری تعالیٰ عالم الغیب اور انتریامی اور عادل ہے علیم بذات الصدور ہے۔ راستی پر اپنے فضل سے آرام کا داتا ہے۔ مسلمان تو اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے خالق، رازق، مالک، عادل، رحیم، قادر یقین کرتے ہیں بلکہ ایک جم غفیر مسلمانوں کا عینیت صفات کا قائل ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ صفات اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہوسکتیں۔ گو راقم عینیت صفات کا قائل نہیں۔ مگر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات سے کبھی خالی نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی موصوف کسی وقت اپنے لازمہ صفات سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خالق رازق ہونا بلحاظ انسانی پیدائش کے آپ لیتے ہیں تو بتایئے مہاپرلے کے وقت انسان کہاں ہوتے ہیں جن کا وہ خالق رازق ہوتا ہے۔

ہم زیادہ بحث نہیں کرتے۔ پانچ چھ ہزار برس سے کل مخلوق کی پیدائش کا زمانہ بلکہ انسانی پیدائش کا زمانہ قرآن کریم یا حدیث نبی رحیم سے نکال دیجیئے پس اسی پر فیصلہ ہے تعجب ہے کہ آپ نے خود صفحہ ۲۳ میں ارقام فرمایا ہے۔ ’’یہ امر مسلّم فریقین ہے کہ پرمیشور اور اس کی سب صفات اور علم اور ارادہ قدیم ہیں اس واسطے اس پر بحث کی ضرورت نہیں۔‘‘ پھر میں کہتا ہوں۔ اگر یہ بات مسلّم فریقین ہے تو آپ نے صفحہ ۲۲ میں کس بنا پر اسلام کو الزام لگایا کہ محمدی پانچ ہزار سال سے اللہ تعالیٰ کو خالق رازق جانتے ہیں۔ غرض اسلام تو اللہ تعالیٰ کی اتنی مخلوق کا قائل ہے جو حد وشمار سے باہر ہے۔ دیکھو قرآن کریم میں صاف موجود ہے۔

[۱] وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر:۳۲)

[۲] وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ (البقرۃ:۲۵۶)

اور اسلامیوں کی مسلّم الثبوت اور اعلیٰ درجہ کی کتاب صحیح بخاری میں كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا کے یہ معنی لکھے ہیں۔

[۳] لَمْ يَزَلْ كَذَالِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا اِلَّا اَصَابَ بِهِ الَّذِيْ اَرَادَ۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر زیر تفسیر سورۃ حٰمٓ السجدۃ)

منشی لیکھرام صاحب دیانندی مسافر یا ان کے کسی معین شرما صاحب یا کسی اور ورما صاحب نے ارواح اور مادہ عالم کے قدم اور مادہ اور ارواح کے غیر مخلوق ہونے پر تکذیب براہین میں کئی صفحہ لکھے ہیں اور ایسی نئی (اقلیدس) ایجاد کی ہے کہ مفقود رسالہ کی پوری تلافی کر دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ واقعی ہندوستان علوم قدیمہ کا مخزن ہے حسب طرز اقلیدس کے قبل دعاوی اور دلائل کے علوم متعارفہ قائم کئے ہیں اس سے پہلے تو میں نے سنا ہوا تھا کہ علوم متعارفہ وہ علوم ہوتے ہیں جو عرفاً مانے ہوئے اور علی العموم مسلّم ہوں مگر مکذبین کے علوم متعارفہ مانند ان کے اور ان کے بہت سے کاموں کے نرالے اور بس ایجاد بندہ ہی ہیں۔ کیونکہ یہ علوم متعارفہ نہ سب کے سب عرفاً

---

[۱] تیرے رب کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا۔ [۲] اس کے کسی قدر علم کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔

[۳] یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسا ہی ہے بے شک اللہ تعالیٰ جب ارادہ کرتا ہے وہ کام ہو ہی جاتا ہے۔

مسلم ہیں اور نہ علی العموم عقول سلیمہ کے نزدیک مبرہن اور پسند ہیں۔ بلکہ بجز دو تین علوم کے اکثر غلط اور اکثر نہایت مہمل اور سخیم ہیں اور ہرگز معہود اظہار حق کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ خاکسار نے صرف بغرض اظہار حق ان کو مع اپنی کلام کے بیان کیا ہے۔ **پہلا علم**۔ ’’جو چیز جہاں ہوتی ہے وہی وہاں سے برآمد ہوتی ہے‘‘۔ **دوسرا علم** ’’جو چیز جہاں نہیں ہوتی وہ وہاں سے برآمد بھی نہیں‘‘۔

مصدق میں کہتا ہوں یہاں اتنا یاد رہے۔ تمام ارواح اور ساری اشیاء جو ظاہری وجود میں آئیں اور آتی ہیں اور آویں گی ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور موجود رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر موجود ہے اور اس کا علم جو اس کی صفت ہے وہ بھی موجود۔ اللہ تعالیٰ کے سچے اور واقعی ست گیان ست ودیا حقیقی علم کے مطابق اس کی کامل قدرت سے وہ اشیاء جو الٰہی علم میں موجود ہیں اور موجود تھیں حسب اسی تقدیم، تاخیر اور ترتیب کے خارجی وجود پا کر موجود کہلاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے تھی جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہے وہی علمی وجود سے برآمد ہوتی ہے۔ اور جو چیز وہاں موجود نہیں ہوتی وہ ہرگز ہرگز برآمد بھی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ تمام سمٰوات اور زمین کا خالق اور نور ہے۔ وہی تمام سرشٹی اور مخلوق کا پرکاشک ہے۔ عدم محض نہ کسی چیز کا خالق اور نہ کسی چیز کا مادہ اور نہ کسی شئی کا جزو نہ عدم محض کوئی مخلوق ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھی معدوم محض نہ تھی۔ علمی وجود کے بعد مخلوق کو اپنے خالق سے بتدریج خارجی وجود عطا ہوتا ہے۔ جیسے بقول دیانندی پنتھ کے پرلے کے وقت اس سرشٹی سے پہلے جو اس پرلے خاص کے بعد ہوگی وید صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود رہتے ہیں۔ پھر جب مرکب سرشٹی یعنی مخلوق پیدا ہوتی ہے اور اگنی، وایو، سورج اور انگرہ ملہمان وید (بقول تسلیم کنندگان وید) کو خدا تعالیٰ نے وجود عطا فرمایا وہ وید علم الٰہی کے مطابق ان چاروں رشیوں کے گیان میں ظاہر ہوئے اور انہیں کے ذریعہ آج معتقدان وید کے پاس موجود ہیں۔ لیکن ان ویدوں کے باری تعالیٰ کے علم کے ورا موجود ہونے نے اس علیم وخبیر ذات کو ویدوں سے بے علم نہیں کیا بلکہ اس وقت بھی وید علم الٰہی میں ایسے ہی موجود ہیں جیسے پہلے تھے اور مخلوق کے پاس بھی موجود ہیں۔ ایسا ہی یعنی ویدوں کی طرح ساری مخلوق کا حال

ہے جو کبھی صرف علم میں رہی ہے اور کبھی علم اور خارجی وجود دونوں میں موجود ہوتی ہے۔

تیسرا اور چوتھا علم۔ ’’جو کُل میں ہوتا ہے وہ جزو میں ہوتا ہے جو کل میں نہیں وہ جزو میں بھی ناممکن ہے‘‘۔

مصدق۔ یہ دونوں علوم متعارفہ نہیں بلکہ محض خیالی اور سراسر غلط اعتقادات ہیں۔ کیونکہ ان علوم میں یہ تفصیل نہیں کی کہ کون کُل مراد ہے؟ آیا بسیط یا مرکب، مجرد یا غیر مجرد نا ناپرکار کے قوٰی رکھنے والا اور انواع واقسام قوٰی کا جامع کل یا ایک قوت کا منشا؟

مکذب نے کچھ تذکرہ اور تفصیل نہیں کی بلکہ دوسرے دعوٰی کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جزو سے بھی اس نے ہر ایک جزو مراد لی ہے۔ کیونکہ وہاں کہا ہے۔ ’’اگر ارواح خدا کے ٹکڑے ہیں تو ہر ایک روح خدا ٹھہرتی ہے‘‘۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکذب کا خیال ہے کہ جو کل میں ہے وہ ہر ہر جزو میں ضرور ہوتا ہے۔ صادق غور سے کھل سکتا ہے کہ یہ قول غلط ہے۔ کیونکہ ہم ایک ایسا کُل فرض کرتے ہیں جو چار اجزائے بسیط سے بنا ہے اس کل میں یہ بات موجود ہے کہ اسے ہم کہتے ہیں کہ یہ مرکب ہے۔ اس میں چار قسم کی چیزیں موجود ہیں مگر اس کے اجزاء میں یہ بات موجود نہیں اور ایسے کل اور مرکب کے اجزا کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے اس مرکب کا ہر ایک جزو بھی چار قسم کے اجزا سے مرکب ہے۔ ایسا ہی بالعکس یعنی چوتھا علم آپ کے علوم متعارفہ سے بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ ’’جو کل میں نہیں جزو میں بھی نہیں‘‘۔ ایک بڑا موٹا رسن فرض کرو جو کتنی تاروں سے بنایا گیا ہو اور وہ موٹا رسن ایک کمزور آدمی کو دو اور اسے کہو کہ اسے ہاتھ سے کھینچ کر توڑ ڈال۔ ممکن نہیں کہ وہ کمزور اس موٹے رسن کو توڑ سکے۔ اب رسن کی ایک باریک تار کو جو اس کی جزو ہے الگ کر لو اور اسی کمزور کو جسے پہلے کہا تھا کہو کہ اس تار کو توڑ ڈالے تو یقیناً وہ کمزور توڑ دے گا۔ اب دیکھو وہ چیز (شکست) جو کُل میں نہ تھی جزو میں پائی گئی اور وہ ٹوٹنا جو کُل میں ممکن نہ تھا اسی کُل کی ہر ایک جزو میں موجود ہے۔ ہاں بعض صورتوں میں یہ آپ کا دعوٰی صحیح ہوسکتا ہے مگر چونکہ آپ نے کوئی تحدید و تفصیل نہیں کی۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ علم متعارفہ اپنے عموم اور اطلاق میں صحیح نہیں اور نہ مبرہن ہے۔

پانچواں علم۔ ’’ مقدار معین کے برابر حصے کئے جاویں تو وہ آپس میں برابر ہوں گے‘‘۔
چھٹا۔’’اگر کسی وزن یا پیمانہ مقررہ سے کئی چیزیں یکساں تولی جاویں تو وہ سب وزن میں برابر ہوں گے‘‘۔

مصدق۔ چھٹے علم میں اگر اتنا اور بڑھا دیا جاوے۔’’ یا ناپے جاویں‘‘ ’’ پھر وزن یا پیمانہ میں برابر ہوں گے‘‘۔تو وہ دونوں علوم صحیح ہیں۔

ساتواں علم۔’’ اجتماع ضدین باطل ہے‘‘ یہ دعویٰ بھی علی العموم صحیح نہیں۔آپ نے ایک جگہ لکھا ہے۔’’ آدمی مختار اور آزاد ہے‘‘۔یعنی انسان بطور آپ کے’’ آزاد، مختار اور غیر آزاد ہے‘‘ سبحان اللہ کیسا مجمع اضداد ہے چھت کے نیچے لٹکا ہوا جھاڑ چھت سے نیچے اور ہم سے وہی جھاڑ اونچا ہے ہم اس جھاڑ کو اونچا اور نیچا مجمع اضداد کہہ سکتے ہی۔امتناع اجتماع اضداد کے لئے کئی شرطیں ہیں بدوں ان شرائط کے اجتماع ضدین باطل نہیں۔دیکھو علم بحث تضاد۔

آٹھواں علم۔’’ قائم کی سب ذاتی صفات قدیم ہوتی ہیں‘‘

مصدق۔ یہاں اتنا یاد رہے۔عربی میں قدیم پرانے کو کہتے ہیں۔قرآن کریم میں خشک شاخ اور ایک انسانی صفت کو قدیم کہا ہے۔

[1] كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (یٰسٓ:۴۰) اور [2] إِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (یوسف:۹۶)

خدا کا نام یا صفت بہ لفظ قدیم قرآن اور حدیث میں مذکور نہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ قدیم کی ذاتی صفات اگرچہ قدیم ہوتی ہیں الاّ اگر وہ قدیم اپنی بعض ذاتی صفات سے کام لینے میں بااختیار ہے اور اپنے منشا اور ارادہ سے کام کرنے والا ہے اور کسی کا اس پر جبر اور اکراہ نہیں تو ایسے قدیم سے یہ بات ممکن ہوگی کہ جب چاہے اپنی ان صفات سے کام لے اور جب چاہے نہ لے۔ فرض کرو ہم گویائی کی ایک ایسی صفت رکھتے ہیں جس سے ہم بااختیار کام لے سکتے ہیں۔اگر ہم قدیم ہوں تو یہ بات ممکن ہے کہ جب ہم چاہیں اس گویائی سے کام لیں اور جب چاہیں نہ لیں جب ہم نے اس گویائی سے کام نہ لیا تو ایک وقت ہمارے اس سے کام نہ لینے سے ہماری صفت گویائی پر

---

[1] سوکھی ٹہنی کی مانند

[2] تو اسی اپنی پرانی دیوانگی میں ہے۔

کوئی نقص عائد نہ ہوگا اور یہ نہ کہا جائے گا کہ ہم میں صفت گویائی ہی نہیں۔اسی طرح وید مثلاً آریہ کے نزدیک خدا کا کلام ہے جو اس نے چار آدمیوں کو سرشٹی کے ابتدا میں سکھایا اب بعد اس زمانے کے وہ خدا متکلم بہ وید کسی آریہ یا آریہ ورتی سے بات نہیں کرتا اور نہ اب کسی کے گیان میں اپنا کوئی اور کلام القایا پرکاش کرتا ہے بلکہ سوائے وید کے اس نے کبھی کوئی کلام ہی نہیں کیا اور نہ کسی ملک میں سوائے آریہ ورت کے اس نے کسی کو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے سرفراز فرمایا۔ پس باوجود ایسی خاموشی اور ترک کلام کے آریہ کے نزدیک خدا کی صفت تکلم میں کوئی نقص تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بااینکہ حسب اعتقاد آریہ اللہ تعالیٰ سوائے ویدک سنسکرت اور چار وید کے نہ کبھی کچھ بولا اور نہ کبھی کچھ بولے گا۔ پھر بھی ہر قسم کی زبان میں کلام کرنے کا سرب شکتی مان اور قادر مطلق ہے۔ جب صرف ویدوالی بانی میں کلام کرسکتا ہے اور اس کی صفت کلام صفت قدرت وزباندانی میں اسے کوئی نقص نہیں آتا بلکہ وہ ہر طرح پوتر قدوس ہے اور متکلم رہتا ہے تو اگر انسان مخلوق اور موجود نہ ہو اور باری تعالیٰ کو پھر بھی خالق رازق کہیں تو کیا حرج ہے۔ کیا اس کا خالق رازق علیم ہونا انسانی ہستی پر موقوف ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں!!! علاوہ بریں ذاتی صفات کے دو معنے ہوتے ہیں۔ ایک لوازم ذات یعنی ایسی صفات جو ذات سے کبھی الگ نہیں ہوئیں اور دوسری وہ صفات جو ذات میں موجود ہوتی ہیں۔ قدیم کے وہ ذاتی صفات جو قسم اول سے ہیں بے ریب قدیم ہیں۔ مگر دوسری قسم کی صفات کا قدیم ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً پنڈت لیکھرام مکذب کی روح حسب اعتقاد لیکھرام کے قدیم ہے۔ پر اس کی روح کو پنڈت کے جسم سے جو تعلق ہے وہ بالکل جدید ہے۔ گو یہ تعلق اس کی روح کی ذات کو ہے اور اس وقت یہ تعلق خاص اور بالفعل اس کی قدیم روح کی صفت ہے۔ مگر یہ صفت قدیم نہیں بلکہ حادث اور غیر قدیم ہے۔ کیونکہ یہ تعلق ایک قسم کی سزا ہے اور آواگون کی بنیاد جس کو مکذب نے تکذیب صفحہ نمبر ا کتاب میں برا تجویز فرمایا ہے اور ممکن ہے بلکہ یقینی ہے کہ مہان پرلے کے وقت یہ صفت روح میں بالفعل موجود نہ تھی۔ اور نہ پھر اور پرلے کے وقت یہ صفت روح میں موجود رہے گی۔

نواں علم۔ ’’صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی‘‘۔

مصدق۔ یہ بھی اپنے عموم اور اطلاق میں درست نہیں۔ کیونکہ صفات دو قسم کی ہوتی ہیں ایک لوازم ذات اور دوسری صفات عرضیہ۔ قسم اول کا جدا ہونا بے شک محال ہے۔ مگر قسم ثانی کا جدا ہونا ممکن ہے اور وہ صفات موصوف سے جدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً سفید چیز کی صفت ہے سفید ہونا جب اس سفید چیز پر سیاہی پھیر دی جاوے تو اس سفید چیز کو صفت سیاہ کا موصوف کہیں گے حالانکہ وہ چیز صفت سے سفید متصف تھی۔ ایک وقت وہ چیز صفت سفید سے موجود تھی جب وہ صفت موصوف سے جدا ہوئی تو پھر وہ موصوف سیاہی سے متصف ہوا۔

مکذب کو لازم تھا کہ تفصیل فرماتے۔ بدوں تفصیل کے یہ علم غلط ہے یہ بیان کرنا واجب تھا کہ کس قسم کی صفات موصوف سے جدا نہیں ہوتی اور جدائی صفات کے کیا معنے ہیں؟ غور کرو۔ میں ایک متکلم بالفعل انسان ہوں اور تکلم بالفعل میری صفت ہے جس وقت چپ ہوں گا اس وقت کوئی بھی مجھے متکلم بالفعل سے موصوف نہ کرے گا۔ جب کلام کروں گا پھر متکلم بالفعل ہو جاؤں گا۔ دیکھئے تکلم بالفعل کی صفت کبھی مجھ میں موجود ہوتی ہے اور کبھی مجھ سے جدا ہوتی ہے۔ پس صفت موصوف سے جدا ہو گئی اور مکذب کا قاعدہ غلط ثابت ہو گیا۔ غرض یہ جملہ کہ ’’صفت موصوف سے الگ نہیں ہوتی‘‘۔ بدوں کسی تفصیل کے اپنے عموم پر صحیح نہیں ہو سکتا۔

دسواں علم۔ ’’علم معلوم کے بغیر نہیں ہوتا‘‘۔

مصدق۔ یہ علم بھی آپ کے علوم متعارفہ سے تفصیل کا محتاج ہے۔ کیونکہ ہر ایک معلوم کا علم بے ریب معلوم کے وجود کا محتاج ہے۔ اِلّا کبھی اس معلوم کا وجود صرف علم میں ہی ہوتا ہے اور کبھی باوجود وجود علمی کے معلوم کو خارجی وجود بھی لاحق ہوتا ہے۔ دیکھو ویدمہان پرلے کے وقت بقول تمہارے صرف علمی وجود رکھتے تھے اور صرف باری تعالیٰ کے علم میں موجود تھے۔ اور اب اس وقت باوجود وجود علمی کے جو علم الٰہی کے باعث ہے ایک اور وجود بھی رکھتے ہیں مثلاً ان آریوں کے گیانوں میں بھی ان کا وجود ہے یا سرشٹی کی ابتدا میں اگنی، وایو، سورج، انگرہ کی گیان میں اور

باری تعالیٰ کے گیان میں بھی ان کا وجود تھا۔غرض وید دونوں جگہ موجود تھے۔ یہ نہیں کہ ابتداءً باری تعالیٰ کے علم میں تھے اور جب باری تعالیٰ نے ان چار رشیوں کو سکھلایا اور ان کے گیان میں ویدوں کو پرکاش کیا تب خود جاہل ہوگیا اسی طرح الٰہی معلوم جو الٰہی علم میں موجود ہوتا ہے جب خارجی وجود سے موجود ہوجاوے علمی وجود سے اس کا معدوم ہوجانا ممکن نہیں ہاں خارجی وجود سے پہلے صرف وہ معلوم علمی وجود سے موجود تھا۔ پھر جب سے خارجی وجود عطا ہوا تو دونوں وجودوں سے موجود ہے۔

گیارہواں علم۔ ''جو پیدا نہیں ہوا وہ نہیں مرے گا اور جو پیدا ہوا ہے وہی مرے گا''۔

مصدق۔ یہ علم علوم متعارفہ میں سے دو جملوں پر منقسم ہے۔اس علم کا دوسرا جملہ مکذب نے یا تو کسی اپنے معمولی خیال پر لکھ دیا ہے۔ کیونکہ مکذب اور ان کے ساجیوں کا خیال ہے جو پیدا ہوا وہ ضرور مرے گا اور مانتے ہیں کہ ہر حادث کو فنا ضروری ہے۔اگر چہ اس جملے کے الفاظ سے یہ مضمون نہیں نکلتا۔ کیونکہ اس جملے میں ضرورت کا لفظ موجود نہیں۔ اِلاّ مکذب کی روش سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی معنے لیے ہیں یا اس معہود فی الذہن جملے کا یہ منشا ہے کہ فنا اسے ہی ہے جس کو وجود ملا اور جو پیدا ہوا ہو تو بات سچ ہے یعنی اگر فنا طاری ہوئی تو اسی حادث پر ہی طاری ہوگی جس کا وجود کہیں سے آیا اور اگر پہلے معنے لئے ہیں کہ جو چیز پیدا ہوئی اور جس کو وجود ملا وہ ضرور فنا ہوگی۔تو اول تو یہ جملہ اس مضمون کا مثبت نہیں۔ دوم اس معنے پر یہ جملہ غور کے قابل ہے۔ بلکہ اپنے عموم پر غلط ہے اس لئے کہ فنا کے معنی اگر بالکل معدوم ہوجانے کے لیں تو جملہ قابل برہان اور ثبوت طلب ہے۔ کیونکہ ممکن اور محتمل ہے کہ خالق کسی مخلوق چیز کو خارج میں بالکل معدوم نہ کرے۔کون امر اس احتمال کو روک سکتا ہے؟ پس ہر ایک جو پیدا ہوا وہ ضرور نہ مرا!۔مثلاً اجسام کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ وہ مرکب اور مخلوق ہیں اور مرکب کو تغیر ہوتا رہتا ہے۔اس طرح اجسام کو تغیر ہوتا رہے گا کلی فنا علی العموم ان پر طاری نہ ہوگی۔ بلکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرکے فنا نہ کرے حتی کہ اس

میں تغیر بھی جگہ نہ پائے ہاں موت اگر ایک خاص تغیر ہے جو مخلوق پر آنے والا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (الرحمٰن:۲۷) كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص:۸۹)

تو ممکن ہے کہ مکذب کی بات کچھ بن جاوے البتہ جنت میں پہنچ جانے والے تنزل کا تغیر نہ پاویں گے۔ ان کا تغیر ترقی کی طرف ہوگا اس واسطے باری وعدہ فرماتا ہے۔[1] وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ (قٓ:۳۶)

کیمسٹری والوں کا یہ اصول کہ مرکب ایک حالت پر نہیں رہتا بے شک صحیح معلوم ہوتا ہے۔

مکذب کا دعویٰ۔ (۱) ''پرمیشور قدیم ہے اور اس کی سب صفات، علم اور ارادہ قدیم ہے'' (۲) ''اس واسطے اگر روحیں انادی نہ مانی جاویں تو خدا کی صفات زائل ہوتی ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے'' (۳) ''چونکہ یہ امر مسلّم فریقین ہے کہ پرمیشور اور اس کی سب صفات، علم اور ارادہ قدیم ہیں۔ اس واسطے اس پر بحث کی ضرورت نہیں'' (۴) ''اور اگر قدیم نہ مانا جاوے تو حادث ماننا پڑے گا۔ پرمیشور جو مالکیت رازقیت اور عادلیت میں رحیم اور کریم وغیرہ صفات سے موصوف ہے۔ کیا یہ صفات جدید اور حادث ہیں'' (۵) ''کیونکہ اگر روحیں قدیم نہیں تو سب صفات خدا تعالیٰ بھی قدیم نہیں رہیں گی۔ جو بموجب (۸، ۹، ۱۰ علوم متعارفہ) کے ناممکن ہے'' (۶) ''اس واسطے روحیں قدیم اور انادی ہیں'' (۷) ''اور انادی پرتمان کی انادی قدرت اور قبضہ میں موجود ہیں'' (۸) ''حادث نہیں اور یہی ہمارا دعویٰ تھا''۔

مصدق۔ جواب دینے سے پہلے اتنا کہہ دینا بے موقع نہ ہوگا کہ میں نے تسہیل کی خاطر مکذب کے فقروں پر علیحدہ علیحدہ نمبر دیئے ہیں اور یہ امر بھی مدنظر رکھا ہے کہ اس کے قول کی بار بار نقل کرنے کی ضرورت نہ رہے مکذب کا یہ دعویٰ دو جزو پر منقسم ہے دعوے کی جزو اول کی دلیل یہ دی ہے کہ دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ جزو مسلّم فریقین ہے اس کو بحث سے بے نیازی حاصل ہے

---

[1] ہمارے ہاں تو ترقی ہی ترقی ہے۔

جیسے مکذب کی دلیل کی جزو اول سے جو اس کے فقرہ نمبر۳ میں ہے ظاہر ہے پھر دلیل کی جزو دوم نمبر۴ میں فرماتے ہیں۔ ’’اگر قدیم نہ مانا جاوے تو حادث ماننا پڑے گا‘‘۔ مطلب یہ کہ اگر قدم تسلیم نہ کرو گے تو حدوث مانو گے۔ مگر افسوس ابطال حدوث صفات پر کوئی دلیل نہیں دی! صرف استفہام کر کے سکوت کیا ہے جس سے آخر یہی پایا گیا کہ بطلان حدوث صفات باری اور ثبوت قدم صفات مسلّم فریقین ہے اس پر کوئی حاجت دلیل کی نہیں مگر میں تعجب کرتا ہوں کہ پھر اس دوسرے جملے کے بڑھانے کی کیا ضرورت تھی۔ غرض بات یہ رہی کہ پرمیشور اور اس کی سب صفات حسب تسلیم فریقین قدیم ہیں مکذب کے نزدیک دلیل کی ضرورت نہیں پھر نمبر ۵ میں فرماتے ہیں۔ ’’اگر روحیں قدیم نہیں تو سب صفات بھی قدیم نہیں‘‘۔ کیا اچھی منطق تھی کہ اگر اس کے ساتھ یہ ثابت ہو جاتا کہ روحیں باری تعالیٰ کی صفات ہیں۔ مگر افسوس کہ فریقین میں سے کوئی بھی روحوں کو تمام صفات باری تعالیٰ کا ہونا تسلیم نہیں کرتا۔ نازم بریں منطق و آفرین بریں دعویٰ ہمہ دانی۔ اپنے ذہن سے جو فرضی تسلیم کئے ہوئے توہمات اور خیالات کے قبضہ میں آچکا ہوا ہے ایک خیالی بے بنیاد دعویٰ تراشنا اور پھر اس پر یقینی دلائل کو مبنی کرنا! کیا خوب فلسفہ ہے۔ کس نے اور کس دلیل کی بنا پر اسے تسلیم کیا ہے کہ ’’اگر روحیں قدیم نہیں تو سب صفات بھی قدیم نہیں‘‘۔ اور روحوں کو سب صفات الٰہی کون مانتا ہے؟ آپ نے علوم متعارفہ میں تو یہ فرمایا تھا کہ قدیم کی سب ذاتی صفات قدیم ہوتی ہیں اور یہاں بدوں امتیاز ذاتی صفات اور غیر ذاتی کے عام طور پر فرما دیا میرے علم میں تو یہ آتا ہے کہ یہاں بہت کچھ کلام آپ کے دل ہی میں رہ گیا۔ جو صفحہ قرطاس پر نہیں لکھا گیا۔ لازم یہ تھا کہ آپ جب تک تفصیل کرتے ہم بھی چپ رہتے۔ مگر بایں غرض کہ بحث سے ہم کو تفتیش حق مقصود ہے خود ہی تفصیل کے متکفل ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ضعف قوت بیانی کے باعث اپنا مافی الضمیر بوجہ اکمل ادا نہیں کر سکتا ہاں روشن دماغ کے لئے اضطراراً اپنے کلام میں کچھ قرائن ایسے چھوڑ جاتا ہے جسے وہ اپنی ذکاوت سے موزوں کر دیتا ہے میرے نزدیک آپ

کے اس مجمل کلام کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب روحیں قدیم نہ رہیں تو پرمیشور قدیم ان حادث ارواح کا ان کے حدوث سے پہلے کسی طرح خالق اوران کا عالم اوران کا رازق بھی نہ ہو گا۔مگر جناب من میں پوچھتا ہوں یہ اجسام مرکبہ مع ترکیب موجود کے قِدم میں موجود تھے یانہیں؟ اور قِدم اورازل میں آپ کی یہ جُون جس کوآپ اس وقت بھوگ رہے ہیں اوروہ جُونیں جوآپ بعداس جُون کے بھوگیں گے موجود تھیں یانہیں؟۔اگر موجود تھیں تو ظاہر ہے کہ آپ کی یہ جُون اور اور جونیں جوہوں گی قدیم ہیں کسی عمل کی سزایا جزانہیں اورنہ الٰہی خلق ہیں۔اسی سے مسئلہ تناسخ اور مسئلہ سزا جزا کا بکلّی استیصال ہوجاتا ہے اور قِدم میں اگر موجود نہ تھیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ خدا ان سے پہلے ان خاص جونوں کا خالق تھایا نہ تھا؟ اگر تھا تو عالم بدوں معلوم اوررازق بدوں مرزوق اور خالق بدوں مخلوق کیسے ہوگیا؟ اوراگر نہ تھا تو اب کیسے ان کا رازق عالم اور خالق ہوگیا؟ حالانکہ بقول آپ کے اس کی سب صفات قدیم ہیں! جناب من اگر روح حادث مانی جاوے تو اللہ تعالیٰ کی صفت آخراورامراور اَجۡنَمَا اور پوتر تا پر کیا نقصان عائد ہوتا ہے؟ پھر ہم کہتے ہیں کہ پرلے کے وقت جب ارواح آپ کے خیال میں بالکل انند میں ہوتے ہیں اور پرمانو بالکل الگ الگ ہوتے ہیں اس وقت باری تعالیٰ کس چیز کا خالق اورکس چیز کا رازق اورکس مرکب کا عالم رہتا ہے؟ اورکس طرح سزایا جزادینے والاقرار پاتا ہے؟ یادرہے صفات کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ایک لوازم ذات جو ذات سے الگ نہیں ہوتے ان کو صفات حقیقیہ اور ذاتی صفات بھی کہتے ہیں اور دوسری صفات اضافیہ یہ صفات بھی ذات کی صفات کہلاتی ہیں مگر بلحاظ کسی اور چیز کے اور تیسری صفات اضافیہ محضہ جن کو عقل اورادراک ہی صرف لحاظ کرسکتا ہے۔صفات حقیقیہ اور ذاتیہ میں تو ضرور ہے کہ ذات اگر قدیم ہے تو صفات بھی قدیم ہوں۔اوراگر صفات قدیم ہیں تو ذات بھی قدیم ہو۔مگر صفات اضافیہ اوراضافیہ محضہ میں یہ بات نہیں ہوتی۔کیا معنی کہ صفات اضافیہ کے تغیر سے ذات میں تغیر نہیں آتا مثلاً مشاہدہ میں دیکھ لو۔زید عمرو کے آگے بیٹھا ہے پس زید کو تقدم اور عمرو کو تاخر کی

صفت لاحق ہے۔ جب عمرو زید کیآ گے ہو بیٹھا اور معاملہ بالعکس ہو گیا تو ظاہر ہے کہ اس تغیر صفت تقدم سے جو تاخر کے ساتھ بدل گئی زید کی ذات میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ اور باری تعالیٰ کی نسبت زید کا پیدا کرنا عمرو سے پہلے اور عمرو کا پیدا کرنا زید کے پیچھے ہے۔ اگر وہ قادر مطلق عمرو کو پہلے زید کے پیدا کر دے تو اس کی ذات میں تغیر نہیں ہوسکتا۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ پرمیشور کی سب صفات قدیم ہیں کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ صفات اضافیہ نسبتین ہوتی ہیں اور نسبتین منتسبین کو چاہتی ہیں جب منتسبین میں سے ایک حادث ہو تو یہ صفت جو اس منتسب کے باعث پیدا ہوئی ضرور حادث ہوگی۔ پس آپ کا یہ فرمانا کہ باری تعالیٰ کی سب صفات حسب تسلیم فریقین قدیم ہیں علی العموم صحیح نہیں۔ غور کیجیئے اسی موجود سرشٹی کے ابتدا میں جب تک اگنی، سورج اور وایو وغیرہ مہاتما ملہمان وید پیدا نہ ہوئے تھے۔ اس وقت صفت تکلم وید ہمراہ اس اگنی اور سورج اور وایو باری تعالیٰ میں بالفعل موجود نہ تھی۔ جب ان لوگوں نے اپنے اعمال کے نتیجہ میں جنم پایا اور الہام کے قابل ہوئے تو ان کے گیان میں ویدوں کا پرکاش کیا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے ویدوں کا ملہمان وید کے گیان میں پرکاش کیا۔ اس میں اس وقت سے پہلے یہ صفت (بالفعل وید کے پرکاش کرنے کی) نہ تھی بعد پرلے کے بالفعل وید کی پرکاش کرنے کی صفت باری تعالیٰ کو لاحق ہوئی اور اس وقت کے بعد اب آپ لوگوں کی نسبت وید یا کسی اور کتاب کے الہام اور پرکاش کرنے کی طاقت اور صفت اس سرب شکتیمان پرمیشر میں نہیں رہی۔ تو اب خوب سمجھ لیجئے کہ آپ کا فقرہ نمبر چھ اور نمبر آٹھ صرف ایسے دعوے ہیں جو دلیل نہیں رکھتے اور فقرہ نمبر سات کو آپ کے دعویٰ یا دلیل سے تعلق نہیں۔

مکذب کا دعویٰ نمبر۲۔ ''روحیں مجرد اور غیر مرکب چیتن ہیں اس واسطے ان کی پیدائش نہیں ہوسکتی''۔ اب اس انوکھے دعوے کے ثبوت میں آپ کے عقلی دلائل ملاحظہ ہوں۔ **نمبر۱** ''پیدائش دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اپنے آپ سے دوسرے کسی غیر سے'' **نمبر۲** ''اپنے آپ سے پیدائش دو طرح ہوتی ہے۔ ایک یقینی دوسری وہمی۔ یقینی جیسے کوئی اپنا حصہ کاٹ کر یا جدا کر کے بنائی

جاوے۔ وہی جیسے اندھیری رات اور تنہائی میں بھوت پریت چڑیلوں کے غلط خیال ہوتے ہیں''۔ **نمبر۳**''اگر بالفرض مانا جاوے کہ روحوں کو خدا نے پیدا کیا۔ تو فی الفور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیوں؟ اور کس چیز سے اور کب؟'' **نمبر۴**''اگر یہ جواب دیا جاوے کہ اپنے قدرت کے اظہار کے واسطے اپنے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ کر جب چاہا بنا لیا یا جب سے خدا ہے تب سے بنا لیا'' **نمبر۵**''تو یہ اعتراض آتا ہے کہ کیا خدا پر اس سے پہلے اس کی قدرت پوشیدہ تھی یا ظاہر۔ صورت اول غلط۔ صورت ثانی فعل عبث'' **نمبر۶**''اور اپنے جسم سے روحیں بنانا بردی اور برآمدی کے نقشہ کی کیفیت ہو جاتی ہے اور ہر ایک روح خدا ٹھہرتے تھے جو خلاف عقائد فریقین ہونے سے باطل ہے۔ اور علاوہ بریں اس طرف کمی آجاتی ہے اور آمدنی کے نہ ہونے سے خدا منقسم ہو جاتا ہے'' **نمبر۷**''اور یہ کہ جب چاہا بنا لیا اور جب سے خدا ہے تب سے بنایا۔ دونوں شقوق باطل ہیں کیونکہ چاہا بغیر خواہش کے نہیں ہوتا۔ اور خواہش اپراپت کی ہوتی ہے جس سے خدا محتاج اور کمزور ثابت ہوتا ہے جو بموجب مذہب فریقین کے باطل ہے'' **نمبر۸**''جب سے خدا ہے تب سے بنایا انادیت کو ثابت کرتا ہے۔ مگر بنانے کی تردید کیونکہ تقدم و تاخر صانع اور مصنوع ضروری ہے اس واسطے بنانا ثابت نہیں ہوتا بموجب علوم متعارفہ **نمبر۲** کیونکہ عالم و معلوم و عالم، لازم ملزوم ہیں اور بموجب علوم متعارفہ **نمبر۹** کے صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی اور نہ بموجب علوم **نمبر۱۰** کے معلومات کے بغیر علم ہوسکتا ہے۔ اس واسطے ثابت ہوا کہ روحیں انادی ہیں اور نہ ان کی پیدائش ہوسکتی ہے۔ اور یہی مطلب تھا''۔

مصدق۔ دلیل میں تو اپنی شقوق کے طومار لگا دیئے۔ مگر روح کے مجرد غیر مرکب اور چیتن ہونے کی دلیل کا تذکرہ تک بھی نہ کیا۔ جو آپ کا اصلی دعویٰ تھا۔ شاید جوش میں آ کر اصل مطلب کو بھی بھول گئے۔ آپ نے پیدائش کو دو حصوں پر حصر کیا ہے۔ ایک اپنے آپ سے دوسرے غیر سے اور ان دونوں قسموں کے معنے بھی دلیل میں بیان فرمائے ہیں۔ مگر ہم لوگ اس حصر کے قائل نہیں بلکہ

کہتے ہیں کہ پیدائش کی تین قسمیں ہیں ایک پیدائش خالق کی اپنی مخلوق اور اس مخلوق کے مادہ کو اپنی کامل شکتی (قدرت) سے اور دوم پیدائش اپنی غیر سے جیسی ہماری پیدائش عناصر سے اور سوم پیدائش اپنے آپ سے جیسا تم نے خود بیان کیا۔ پس پیدائش کی تین قسمیں ہوئیں۔ نہ دو جیسے تم نے لکھی ہیں۔ ان تین اقسام میں سے پہلی دو قسم کی پیدائش کا ماننا عام مسلمانوں، پران والوں، حکما اور فلسفیوں، یہودی اور عیسائی مذہب والوں کا اعتقاد ہے۔ تیسری قسم کی پیدائش بھی ان ہی لوگوں سے بعض وحدت وجود اور ویدانتیوں کا اعتقاد ہے۔ افسوس ان اقسام میں سے آپ کسی ایک کا بھی ابطال نہ کر سکے۔ پس آپ کی دلیل کا پہلا نمبر غلط ہوا۔ کیونکہ آپ پیدائش کی کُل دو قسم مانتے ہیں! حالانکہ نفس پیدائش تین طرح کی ہوتی ہے اور نمبر۲ میں آپ نے بے وجہ تفصیل لکھی ہے جس کی کچھ حاجت نہ تھی۔ پھر آپ فقرہ نمبر۳ میں لکھتے ہیں۔ ''روح کو کیوں اور کس چیز سے اور کب بنایا ہے؟''۔ **شق اول** کا جواب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس لئے پیدا کیا کہ اس کی کمال طاقت اور اعلیٰ درجہ کی قدرت اور اس کی صفات کا مقتضا پورا ہو اور وہ مثمر ثمرات ہوں اور اس لئے بھی کہ انسان ان اشیاء سے فائدہ اٹھائے اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ **شق دوم** کا جواب یہ ہے کہ اس نے محض اپنی قدرت کے زور سے بدوں کسی مادہ سابقہ کے پیدا کیا۔ اگر کہو یہ امر محال ہے۔ کیونکہ اگر ممکن ہوتا تو ہم بھی بدوں مادہ بنا سکتے تو یا در ہے وہ انو پیم ہے وہ ہماری مثل نہیں اور اس کی قدرت ہماری قدرت کی مانند نہیں۔ جو چیز ہم کو ناممکن معلوم دیتی ہے ضرور نہیں کہ اسے بھی ناممکن معلوم دے وہ قادر مطلق اعلیٰ درجہ کی صفات سے متصف ہے۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۔(الروم: ۲۸)

شق سوم کہ ''اللہ تعالیٰ نے روح کو کب پیدا کیا''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال کچھ روحانی فوائد پر مشتمل نہیں۔ اس واسطے کسی الہامی کتاب میں تو اس کا جواب نہیں آیا لیکن اگر ہم جواب میں یہ کہیں کہ جس وقت اور اشیاء کے مواد بنے اس وقت یا اس سے پہلے یا پیچھے روحوں کا بننا بھی شروع ہوا۔ تو بتایئے کہ اس جواب میں کیا اشکال ہے؟ اور اس پر کیا اعتراض ہے؟ اگر ہم

بجواب دوم یہ کہیں کہ باری تعالیٰ نے روح کو عناصر سے بنایا تو اس پر آپ کیا اعتراض وارد کر سکتے ہیں؟ غایۃ مافی الباب یہ کہ عناصر چیتن نہیں اور روح چیتن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کی خاص ترکیب پر چتنتا کا فیض ہوتا ہے جیسے سورج، اگنی، وایو اور انگرہ کے پر مانو جمع ہونے کے بعد خدائے تعالیٰ وید کو پرکاش کرتا ہے۔ اسی طرح عناصر کی خاص ترکیب پر چتنتا کا فیضان ہوتا ہے۔ اور پھر ہم تیسرے سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ایک مادہ نے حیوانیہ یا نباتیہ یا دونوں قسم کی غذا کھائی ان میں سے ایک حیوانی مَیٹر اُت پَت ہوا اور وہ اس کے رحم میں گیا اور اسی قسم کے مواد سے نر کے جسم میں ایک حیوانی مَیٹر پیدا ہوا۔ جب یہ مَیٹر جو نر میں پیدا ہوا تھا اس رحم والے مَیٹر سے خاص حالت اور خاص وقت پر ملا۔ اسی ملاوٹ اور اختلاط سے ایک انسانی یا حیوانی روح بن گئی۔ غرض عناصر کے عطر اور خلاصہ کا نام روح ہے۔ اور مختلف ارواح کی پیدائش کے واسطے مختلف اوقات ہیں جن کو ہم روز اپنے مشاہدہ میں دیکھتے ہیں۔

ہم نے اپنے نزدیک راستی اور صفائی سے اِن فضول سوالوں کے (روح کیوں کس چیز سے اور کب بنی) مختصر مگر معقول جواب دے دیئے ہمیں پورا اعتماد ہے کہ آج کل کا ترقی یافتہ سائنس بھی اس میں ہمارا مؤید ہے۔ اگر کوئی انصاف کی آنکھ رکھتا ہو تو خوب غور سے دیکھے۔

دلیل نمبر ۴ پر عرض ہے۔ قادر مطلق نے ان مقدورات اور مخلوقات کو اس لئے بنایا ہے کہ اس کی مستحکم اور سچی قدرت کے آثار ظاہر ہوں۔ اگر اس کی قدرت ہوتی اور اس کی قدرت کے آثار نہ ہوتے تو اس قدرت کا وجود ہی کیا ہوتا؟ جس طرح روشن چیز کو روشنی دینا ضرور ہے۔ اسی طرح قدرت کو اور کامل طاقت کو (اپنے مقتضا کے مطابق آثار کا ظاہر کرنا ضرور ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ بعضے اشیاء اپنے خواص کے اظہار میں مختار ہوتے ہیں اور بعضے غیر مختار اور مضطر۔ باری تعالیٰ کو اپنی صفات کی تاثیرات کے اظہار میں اختیار ہے اور اضطرار نہیں۔ جب چاہے ان سے کام لے اللہ تعالیٰ دنیا سے وراء الوراء اور اس سے بائن ہے۔ دنیا معہ کل موجودات کے مخلوق اور وہ دنیا کا خالق ہے اور

اعتقاد لَمْ یَزَلْ خَالِقًا وَرَازِقًا، رَحِیمًا وَ مُتَکَلِّمًا سچ ہے جو بحمد اللہ صرف اہل اسلام کو حاصل ہے۔

دلیل نمبر۵ میں گزارش ہے۔ قادر مطلق پر اپنی قدرت ہمیشہ ظاہر ہے۔ کبھی پوشیدہ نہیں مگر آپ نے جو کہا کہ ’’اگر ظاہر تھی تو فعل عبث‘‘ (یہ فقرہ ہی عبث ہے اور لا ریب فعل عبث ہے) کچھ معنی نہیں رکھتا۔

دلیل نمبر۶ کی نسبت عرض ہے۔ باری تعالیٰ کو کسی الہامی کتاب میں جسم نہیں کہا گیا۔ پس آپ کا سارا تار و پود ہی ادھڑ گیا۔

دلیل نمبر۷ میں مکذب نے دو شقیں بیان کی ہیں۔ اول ’’جب چاہا بنالیا‘‘ دوم ’’جب سے باری تعالیٰ ہے تب سے بنالیا‘‘ پہلی شق پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ’’خواہش اپراپت یعنی غیر میسر کی ہوتی ہے‘‘ یہ اعتراض صحیح نہیں۔ ارادہ اور خواہش کبھی اپراپت پر ہوتی ہے اور کبھی پراپت ہونے والی یعنی ایسی چیز پر ہوتی ہے جو میسر ہو سکے باری تعالیٰ کی سب خواہشیں چونکہ پراپت اور میسر ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ایسی خواہش کا ہونا اس میں نقص نہیں بلکہ کمال ہے۔ دوسری شق کا بیان فقرہ نمبر۸ میں کیا ہے۔ اس کا جواب ہم وہاں دیتے ہیں۔ فقرہ نمبر۸ میں کہا ہے۔ ’’جب سے خدا ہے تب سے بنایا انادیت کو ثابت کرتا ہے‘‘ یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ماننا دنیا کی انادیت کو باطل کرتا ہے ہرگز ثابت نہیں کرتا جب ہم نے دنیا کا خالق باری تعالیٰ کو اعتقاد کیا اور یقین سے کہا کہ وہ تمام دنیا کا آدی مول ہے تو یہ ساری دنیا سرشٹی اس کی رچی ہوئی مانی گئی نہ انادی۔ سوچو تو پھر بنانے کی تردید میں آپ نے لکھا ہے۔ ’’صانع اور مصنوع میں تقدم اور تاخر ضروری ہے‘‘۔ ’’اس واسطے بنانا ثابت نہیں‘‘۔ یہ نہایت درجہ کا تعجب انگیز فقرہ ہے! اس لئے کہ تقدم اور تاخر کے بہت اقسام ہوتے ہیں ایک تقدم علت تامہ کا اپنے معلول پر اس تقدم سے اللہ تعالیٰ کا اس دنیا کو بنانا اور اس کی علت ہونا اور خالقیت ثابت ہے۔ اور یہ تقدم صفت کو موصوف سے علیحدہ کرنے کا باعث نہیں۔ اور نہ اس تقدم سے علم کا بغیر معلوم کے ہونا لازم آتا ہے۔ سوچو تقدم کبھی بالرتبہ ہوتا ہے اور کبھی تقدم طبعی اور کبھی بالزمان آپ کس تقدم کو سمجھ کر چلاّ رہے ہیں! اور انشاء اللہ ہم اپنے اُس خط

میں جو اس کتاب کے اخیر میں ہوگا تقدم کی تفصیل کریں گے۔

مکذب۔ ''نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی اور نہ ہستی سے نیستی ہوسکتی ہے''۔ ''اس واسطے روحیں انادی ہیں''۔ نیستی کے معنی یہ ہیں ''جو کچھ نہیں اور ہستی کے معنی جو کچھ ہو''۔ نمبر۲ ''اگر روحیں نہ تھیں تو کہیں بھی نہ ہوں گی اور بموجب (علوم متعارفہ نمبر۲) کے وہ اس عدم خانہ سے برآمد بھی نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ بموجب علوم متعارفہ نمبر۱ جو چیز جہاں ہوتی ہے وہی وہاں سے برآمد ہوتی ہے''۔ نمبر۳ ''چونکہ روحیں اب موجود ہیں اس واسطے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ پہلے بھی کہیں تھیں ورنہ اب بھی نہ ہوتیں''۔ نمبر۴ ''اور عدم ان پر کسی طرح جائز نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ روحیں انادی نیستی سے ہستی میں نہیں آئیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود تھا''۔

مصدق۔ مکذب نے دلیل کے فقرہ اول میں نیستی کے معنوں میں یہ کہا ہے کہ ''جو کچھ نہیں'' اور نمبر۲ میں آپ نے فرمایا کہ ''اگر روحیں نہ تھیں تو کہیں بھی نہ ہوں گی'' ان دونوں فقروں میں غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ منشا ہے کہ اگر روحیں کسی قسم کا وجود نہیں رکھتی تھیں تو وہ موجود نہیں ہوسکتیں۔ مگر مکذب صاحب یاد رکھیں کہ اہل اسلام کے نزدیک روحیں قبل از وجود بوجود خارجی باری تعالیٰ کے علم میں موجود تھیں اور علمی وجود سے موجود تھیں ارواح کا خارجی وجود باری تعالیٰ کی کامل قدرت کا نتیجہ اور اس کا اثر ہے۔ بطور آپ کے بھی ہم کہتے ہیں ارواح محض نیستی سے ہست میں نہیں آئے بلکہ علمی وجود سے ان کو خارجی وجود بھی عطا ہوا۔ گویا ہستی سے ہستی ہوئی نہ نیستی سے ہستی۔ وللہ الحمد یہ دعویٰ کہ ''نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی''۔ یہ مجمل فقرہ ہے اس کے دو معنے ہوسکتے ہیں اول نیستی کسی ہستی کا مادہ نہیں ہوتی۔ دوم۔ نیستی ہستی کی علت فاعلی اور خالق نہیں ہوسکتی۔ اب ان دونوں معنوں میں سے کوئی سے معنے لو۔ کوئی بھی ارواح کی انادی اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے نہ ہونے پر چسپاں نہیں اول معنے کہ نیستی کسی ہستی کا مادہ نہیں ہوتی۔ ہم کہتے ہیں سچ ہے۔ مگر جب ارواح موجود ہیں تو ان کے موجود ہونے کے تو یہی معنے ہیں کہ ان کا مادہ موجود ہوگیا یا موجود ہے اور ارواح کے مخلوق ہونے کے یہی معنے ہیں کہ ارواح کا مادہ یا وہ مخلوق ہوئی۔ کوئی

معدوم شئ ہرگز موجود ارواح کا مادہ نہیں۔اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے اجزا اور مادہ موجود ہوں اور وہ چیز نیستی یعنی کچھ بھی نہ ہو۔اور دوسرے معنے پر کہ نیستی جو کچھ بھی نہیں وہ ارواح کی علت نہیں اور نہ ممکن ہے کہ عدم محض ہمارا یا ہمارے ارواح کا خالق ہو۔ بلکہ ہمارا خالق اور موجد اور مبدع موجود ہے۔اسی موجود حقیقی اور اسی کی طاقت اور قدرت سے ہم کو وجود مرحمت ہوا۔پس اگر آپ کے دعویٰ کے یہی معنے ہیں تو آپ کو اس بے فائدہ دلیل کی کوئی ضرورت نہ تھی۔اور پھر آپ کا دعویٰ اور دلیل ایک ہے! تعجب ہے؟ آپ نے دلیل میں لکھا ہے۔''عدم ان پر کسی طرح طاری نہیں'' اور دلیل کا یہ جز و اور یہ دعویٰ بلا دلیل چھوڑ دیا! اور جو آپ نے ثابت کیا اور وہی آپ کا مقصود تھا۔وہ بعینہٖ آپ کا دعویٰ نہ تھا۔کیونکہ آپ کے دعویٰ میں روح کا ذکر بھی نہیں۔مقصود میں ثابت کیسے کیا۔

ذرا غور کیجئے آپ کی دلیل کا ایک اور نتیجہ آپ کو سناؤں۔ہاں غور کیجئے۔خود بدولت منشی لیکھرام پشاوری ساتھ اس ترکیب موجودہ اور ہیئت حاصلہ اس وقت کے جو ۱۸ بھادوں سمت ۴۶ میں ان کو حاصل ہے اور اب موجود ہیں اس ترکیب اور اس ہیئت کے ساتھ رحم میں آنے سے پہلے کہیں موجود تھے یا نہ تھے؟ اگر نہ تھے تو ضرور کہیں بھی نہ ہوں گے۔اور بموجب علوم نمبر۲ وہ عدم خانہ سے برآمد نہیں ہو سکتے کیونکہ بموجب علوم متعارفہ نمبرا جو چیز جہاں ہوتی ہے وہی وہاں سے برآمد ہوتی ہے۔چونکہ اب وہ بایں شکل موجود ہیں اسی واسطے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ پہلے بھی بایں شکل کہیں تھے اور ایسی شکل کے ساتھ تھے ورنہ اب بھی اس شکل کے ساتھ نہ ہوتے۔اور اس صورت کا عدم بھی ان پر کسی طرح جائز نہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ منشی صاحب رحم میں آنے سے پہلے بہمیں ہیئت موجودہ تھے۔نیستی سے ہستی میں نہیں آئے۔مگر اب تعجب یہ ہے کہ وہاں بہمیں ہیئت اتنا بڑا جسم لے کر کیسے داخل ہوئے! اور جب موت آئی جنم بدلا۔تو اگر چیونٹی کا جسم ان کو مرحمت ہوا تو اس کے رحم میں بہمیں ہیئت جو قدیم ثابت ہوئی کیسے داخل ہوں گے کیونکہ موجودہ ہیئت کی نیستی بقول آپ کے ممکن نہیں۔ اگر حامیان تکذیب میں سے کسی صاحب کو خیال ہو کہ منشی صاحب بلحاظ اپنے ہر دو اجزا کے جو مادہ

اور روح ہیں پہلے موجود تھے نہ بایں جسم اور ہیئت کذائیہ تو انہیں یاد رہے کہ اہل اسلام کے نزدیک بھی روح بلحاظ علم الٰہی پہلے موجود تھی معدوم محض نہ تھی۔

تکذیب۔''روحیں ابدی ہیں اس واسطے ازلی یا انادی بھی ہیں''۔دلیل یہ ہے نمبرا ابدی ہونا مسلّم فریقین ہے اس واسطے اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔نمبر۲۔ابد کے معنی وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔اور ازلی کے معنے وہ زمانہ جس کی ابتدا نہ ہو۔نمبر۳۔اب مقام غور ہے کہ ابدی روحیں کیوں ابدی ہیں وجوہ ظاہر ہیں۔نمبر۴۔اول وہ مرکب نہیں کہ ترکیب پذیر ہوں دوم وہ چیتن اور لطیف جوہر ہیں۔اس واسطے وہ مردہ نہیں ہوسکتیں۔علیٰ ھذا نمبر۵۔اب اگر انہیں وجوہات کو منقلب کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا ماننا صرف پیدائش کی غرض سے ہے ورنہ جس کی پیدائش نہیں اس کی ابتدا نہیں۔نمبر۶ تو روحیں ترکیب پذیر اور نہ منقسم ہونے والی چیز ہے۔پھر ان کی پیدائش کس طرح ہوئی۔نمبر۷۔کیونکہ ہر ایک چیز ترکیب پذیر کا انحلال لازمی ہے۔اور وجود بعد العدم کا نام حادث ہے۔نمبر۸۔مگر جب روحوں پر عدم نہیں حدوث بھی لازم نہیں ہوتا۔کیونکہ بہ حکم علوم متعارفہ نمبر۱۱ کے ناممکن اور اسنبھو ہے۔جس طرح ایک کنارہ کا دریا ناممکن ہے جس طرح آفتاب میں اندھیرا ناممکن ہے۔نمبر۹۔ویسے ہی ابدی کا حادث ہونا ناممکن ہے۔کیونکہ بحکم نمبر۷ علوم متعارفہ کے یہ اجتماع ضدین باطل ہے''لہذا ثابت ہوا کہ روحیں انادی ہیں اور یہی مطلوب ہے''۔

مصدق۔مکذب صاحب غور کریں فقرہ نمبر۵ میں آپ نے کہا ہے''اگر انہیں وجوہات کو منقلب کریں''لاکن وجوہات کو منقلب کر کے نہیں دکھایا کہ یہ وجوہ کس طرح منقلب ہوتی ہیں اور کس طرح اس انقلاب کا نتیجہ وہ نکلا جو آپ نے نکالا۔جو دعویٰ فقرہ نمبر۶ میں کیا ہے۔اس کی دلیل سے خاموشی کیوں کی۔پھر فقرہ نمبر۷ جو دلیل میں ہے۔وہ بالکل بے دلیل ہے۔اور فقرہ نمبر۸ میں جو دعویٰ ہے اول تو وہ بھی بے دلیل ہے۔دوم اس نمبر۸ میں جو آپ نے لکھا ہے ''حدوث بھی لازم نہیں''اس کے معنے یہ معلوم دیتے ہیں کہ حدوث لازم اور ضروری نہیں۔مگر اس

سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر حدوث ہوتو حرج بھی نہیں۔مگر بحکم علوم متعارفہ نمبر ۱۱ اس حدوث کو ناممکن کہہ دیا ہے۔جس علم متعارفہ کی غلطی کو میں آگے ہی لکھ چکا ہوں۔**لطیفہ**،مکذب صاحب! اپنی دلیل کو منقلب صورت میں بھی سن لیں۔مثلاً آپ بحالت موجودہ جو آپ پر آج بھادوں کے اخیر سمت ۴۶ میں طاری ہے۔مرکب ہیں یا غیر مرکب اگر مرکب ہیں تب ظاہر ہے کہ آپ چند مادی پر مانو اور روح سے ترکیب یافتہ ہیں۔اور یہ ترکیب آپ کے اس کُل میں پائی جاتی ہے جس کو لیکھرام مصنف تکذیب براہین یا مکذب براہین کہا جاتا ہے۔اب آپ کو آپ ہی کے تین چار علوم متعارفہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں آپ کا علوم متعارفہ نمبر ۳ ''جو کُل میں ہوتا ہے وہی اس کی جزو میں ہوتا ہے''۔اور نمبر ۴ ''جو کُل میں نہیں اس کی جزو میں بھی ناممکن ہے''۔

مکذب صاحب! آپ تو مرکب ہیں اور آپ کا کل روح اور پر مانو سے مرکب ہے۔اس لئے بحکم آپ کے علوم متعارفہ نمبر ۱۳ آپ کی روح اور آپ کے پر مانو (جو آپ کی جزو ہیں) مرکب ہوں گے اور چونکہ آپ کے کل میں بساطت نہیں اس واسطے آپ کی اس جزو میں جسے آپ روح کہتے ہیں اور آپ کے پر مانو میں بحکم آپ کے علوم متعارفہ نمبر ۴ بساطت نہ ہوگی۔ بلکہ ترکیب ہوگی اور بساطت کا ہونا ناممکن ہے اور چونکہ آپ کو (جو مرکب اور کل میں) موت اور فوت اور فنا آنے والی ہے۔اس لئے بحکم آپ کے علوم متعارفہ نمبر ۴ آپ کی روح پر بھی فنا آنے والی ہے۔ کیونکہ آپ نے مانا ہے جو کل میں ہوتا ہے وہ اس کی جزو میں بھی ہوتا ہے۔اس واسطے ثابت ہوا روحیں ازلی اور انادی نہیں۔ارواح کو ازلی اور انادی کہنا سچ نہیں اور نہ وہ سچ ہے جو آپ نے اپنی دلیل کے فقرہ نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ روحیں مرکب نہیں بلکہ روحیں مرکب اور حادث ہیں اور ارواح عناصر کی خاص ترکیب کا خلاصہ اور مرکب اشیاء کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ ارواح یا وجود حدوث کے مرکب ہیں۔ارواح کی حالت کا متغیر ہونا۔ان کے مرکب ہونے کی بڑی بھاری دلیل ہے اور انسانی ارواح کے تغیر سے انکار کرنا بداہت کا انکار ہے۔

مکذب کا دعویٰ نمبر۵۔ ''روحوں میں فنا یا موت نہیں اس واسطے روحیں خدا کے قبضۂ قدرت میں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ دلیل یہ ہے نمبر ا کہ موت نام روح اور جسم کی جدائی کا ہے ورنہ موت اور کوئی چیز نہیں۔ نمبر۲۔ اور روحوں کے واسطے بالذات موت نہیں۔ نمبر۳۔ کیونکہ وہ باقی ہیں اور نہ روحوں میں کوئی ایسا مادہ ہے جو کبھی شامل ہوا ہو یا کبھی ان سے اخراج پذیر ہو۔ نمبر۴۔ اس واسطے کہ مادہ جاندار نہیں بحکم (علوم متعارفہ نمبر۲) اس سے روحانیت بھی برآمد نہیں ہوسکتی۔ نمبر۵۔ علاوہ بریں جڑھ وچیتن کی ایکتا یعنی وحدت الوجودی ناممکن ہے۔ اور یہ بموجب حکم نمبر ۷ علوم متعارفہ کے باطل ہے نمبر۶۔ لہذا روح کے بالذات چیتن اور مرگ سے مبرّا اور فنا سے آزاد ہونے کے سبب اس کی ابتدا نہیں اسی واسطے بہمہ وجوہ ثابت ہے کہ روح انادی ہے اور یہی ثابت کرنا ہمارا فرض تھا''۔

مصدق جواب نمبر ا۔ مکذب نے موت کی تعریف بھی عجیب وغریب کی ہے جو نہ برہان سے ثابت اور نہ ان کے مخالفوں کو مسلّم!۔ کیونکہ مکذب کے مخالف کل اہل اسلام شہداء کو احیا اور زندہ کہتے ہیں اور اہل اسلام کی پاک کتاب قرآن کریم میں حکم ہے۔[1] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرة:۱۵۵)

اور نمبر۲ میں پھر وہی دعویٰ کی پہلی ٹانگ ہے۔ اور نمبر۳ وہی دعویٰ ہے اور فقرہ نمبر۲ کا اعادہ ہے گو الفاظ اور ہیں اور آپ کا یہ فرمانا کہ ''روحوں میں نہ کوئی مادہ شامل ہوا اور نہ اخراج پذیر ہوا''۔ بالکل دعویٰ بے دلیل ہے۔ اس کو کون مانتا ہے؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ اروح میں ہمیشہ ایسا ہی تغیر ہوتا ہے جیسا اور مرکبات میں ہوتا ہے۔ اگر ارواح مرکب نہ ہوتے تو ان میں مرکبات کا سا تغیر کیوں آتا اور کہاں سے آتا؟ یہ تغیر تو ارواح کی ترکیب کی راہ بتاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک تغیر ہوتا ہے کہ آپ کو بھی اپنا پہلا جنم کچھ بھی یاد نہیں۔ بھلا بدوں ترکیب کے یہ فاحش تغیر ممکن ہے؟ آج کل سائنس کا دورہ ہے کیمسٹوں سے پوچھ لیجئے یا ڈاکٹروں سے دریافت کیجئے۔ غور فرمایئے۔ جن

---

[1] اور ان کو جو اللہ کے رستے میں مقتول ہوتے ہیں مردے مت کہو بلکہ وہ زندے، پر تم نہیں سمجھتے۔

مقامات میں روشنی زیادہ پڑتی ہے۔ کہربائی حصہ بدن پر زیادہ اثر کرتا ہے۔تازہ ہوا لینے کا لوگوں کو اچھا موقع ملتا ہے۔تعفّن سے حفاظت ہوتی ہے۔جن لوگوں کے واسطے گرمی اور سردی اور بہار اور برسات کے لباس خوراک مکان اور پانی کا انتظام اچھا موجود ہوتا ہے اور جن کے لئے ہر طرح پر حفظ صحت کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں اور جو لوگ متعدیہ امراض اور وبائی آفات سے بچنے کی عمدہ تدابیر کام میں لاتے ہیں وہاں کے ارواح ہشیار سمجھدار اور اچھے چیتن وغیرہ وغیرہ صفات کے متصف پائے جاتے ہیں۔اور جو لوگ اندھیرے اور برے مقامات میں سکونت کرتے۔کہربائی حصہ کم لیتے ہیں تازہ ہوا کا سامان ان کو کم میسر ہے۔عفونت میں سانس لیتے ہیں۔حفظان صحت کے قواعد ان میں بالکل رائج نہیں۔اور ان کی صفات پہلوں کی صفات سے بالکل علیحدہ ہوتی ہیں بلکہ برین اور دماغ کی مخ اور حرام مغز اور اعصاب کی مختلف بناوٹ سے روح کے مختلف تقاضے نظر آتے ہیں وہ غروی مادہ جس سے غالب ہڈیوں کا بناؤ ہو رہا ہے۔اور وہ لینفاوی مادہ جس سے گوشت وغیرہ بنا ہے۔اور وہ زلالی حصہ جس سے اعصاب کی بناوٹ ہوتی ہے۔اس کے اختلاف سے مختلف صفات کے لوگ نظر آتے ہیں۔بعض اغذیہ اور ادویہ ایسی ہیں جن کے استعمال سے صفات روحانیہ میں تغیر اور تبدل آ جاتا ہے۔پس کیا یقین نہیں ہوسکتا کہ روح کی ترکیب میں ان چیزوں کا دخل ہے۔بے شک ہے۔بے ریب روحوں میں کبھی کوئی مادہ شامل ہو جاتا ہے اور کبھی وہ مادہ اخراج پذیر ہوتا ہے۔موت ایک خاص تغیر کا نام ہے۔فنا بھی اسی تغیر کا عنوان ہے۔ارواح کی ابدیت کیا ہے؟ وہی ان کا لا انتہا تغیر۔مگر یاد رہے کہ عمدہ حالت کا نام حیات ہے۔اور آپ کا یہ دعویٰ کہ ''مادہ جاندار نہیں اس سے روحانیت بھی برآمد نہیں ہوسکتی''۔بحکم علوم متعارفہ نمبر۲ آپ کے مفید مطلب نہیں ہوسکتا۔کیونکہ یہ دعویٰ بے دلیل ہے اور آپ کے علوم متعارفہ نمبر۲ پر جو کلام ہے وہ سابق عرض کر چکا ہوں۔صاحب من جڑھ پدارتھ سے جڑھ کے خاص خاص تغیرات کے بعد خاص ترکیب اور خاص تناسب پر چیتنا کا فیضان ہو جاتا ہے جیسے پہلے آدمیوں سے خاص آدمیوں، اگنی وایو، سورج اور انگرہ کی خاص حالتوں کے باعث ان پر بطور آپ کے وید کا الہام ہوا۔ایسے ہی

تناسب کے خاص حصہ پر چیتنا کا فیضان ہوتا ہے اور خاص وہی حصہ انسانی یا حیوانی روح ہے۔ آپ کا علی العموم یہ فرمانا کہ جڑھ سے چیتن پدارتھ نہیں بن سکتا دعویٰ بے دلیل ہے۔ ہرگز صحیح و مسلّم نہیں۔ اور آپ کے نزدیک عدم امکان سے کسی شئ کے یہ لازم نہیں آتا کہ باری تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ محال ہو۔ صاحب من وہ ہمہ دان لطیف و خبیر تمام مخلوق پر محیط ہے اس کے ید قدرت کے نزدیک جو ممکنات ہیں وہ سب کی سب آپ کی قاصر اور محدود طاقت کے نزدیک محال ہیں علیٰ ھٰذا تمہارے محال سے محال اس کے نزدیک ممکن ہیں۔ آپ نباتات جمادات اور حیوانات پر تجربہ کر لیں۔ نمبر ۵ کی فلسفی بھی داد کے قابل ہے۔ ہم جڑھ اور چیتن کو وحدت الوجودی کب مانتے ہیں؟ اور کب اس کے قائل ہیں؟ غور کرو گلاب کی شاخ پھوٹی۔ اس نے پتے نکالے پتوں کانٹوں گلاب کی شاخ اور جڑھ سے گلاب کا پھول پیدا ہوا۔ اس سے عطر نکلا۔ کیا وہ عطر گلاب کی جھاڑی سے وحدت الوجودی رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں دونوں کا وجود جدا جدا ہے۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہوا۔ کہ ایک معنی کے لحاظ سے انسانی یا حیوانی روح ایک ایسی چیز ہے جو خاص قسم کے اجتماع عناصر کا ثمرہ ہے یا بطور اور عناصر کے یہ عنصر بھی مخلوق ہے۔ اگر عناصر کا ثمرہ ہے تو بھی ان سے متحد الوجود نہیں۔ اور اگر الگ عنصر ہے تو بھی متحد الوجود نہیں۔ اور فقرہ نمبر ۶ اگر تسلیم کیا جائے تو آپ سے سوال ہے کہ ذاتی صفات بقول آپ کے لوازم ذات ہوتی ہیں۔ اور بموجب آپ کے علوم متعارفہ نمبر ۸ قدیم کے سب ذاتی صفات قدیم ہوتی ہیں۔ اور علوم متعارفہ نمبر ۹ سے ثابت ہے کہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی یہ چیتنا جو روح کی صفت ہے آپ کے نزدیک جیسا آپ کے کلام سے ظاہر ہے روح کی ذاتی صفت ہے۔ آپ کی روح کو اس وقت جب آپ رحم میں تھے یا رحم سے نکلنے کے بعد دو مہینے میں کس قدر علم حاصل تھا؟ اور وہ علم کا مقدار اب بھی ضرور آپ میں موجود ہے یا تغیر پا کر اور کا اور ہی ہو گیا؟ اب اگر ذرا بھی انصاف سے کام لیا جاوے تو یہ بات صاف معلوم دیتی ہے کہ علوم اور روح کی وہ صفات کچھ مدت کے بعد بالکل دور ہو جاتی ہیں اور روح جدید صفات سے متصف ہو جاتی ہے۔ اس واسطے ثابت ہوا کہ روح بالذات چیتن اور ترکیب سے مبرّا نہیں اس لئے بطور

آپ کے بھی اس کی ابتدااوراس کا حدوث ضروری ہے۔

مکذب۔ ''مَیٹر کے انادی ہونے پر دلائل نمبرا۔ چونکہ خدا غیر مادی ہےاس واسطے مادی دنیا کا اس سے نکلنا نہیں ہوسکتا۔نمبر۲ کیونکہ کسی چیز سے وہی چیز نکلتی ہے جو پہلے اس کے اندر موجود ہو۔ نمبر۳۔اور جوموجود نہ ہوکسی طرح نہیں نکل سکتی بحکم متعارفہ نمبرا،۲۔اس واسطے مادہ انادی ہے''۔

مصدق جہاں تک اس فلسفہ اور لاجک کو دیکھتا ہے۔ یقین کرتا ہے کہ دلیل کا بہت بڑا حصہ مکذب مدلل کے دل ہی دل میں رہ گیا۔اور لکھنے میں نہیں آسکا۔ ناظرین غور کریں اول تو تینوں فقرے دلیل کے صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہیں۔ دوم ہم نے مانا کہ خدا غیر مادی ہےاوراس کے اندر سے مادی دنیا نہیں نکلی مگر یہ نتیجہ کیسے مرتب ہوا کہ مادہ انادی ہے! اس دلیل سے جو آپ نے لکھی اگرخواہ مخواہ مان لیں تو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مادی دنیا خدا کے اندر سے نہیں نکلی۔ یہ دنیا کچھ اور چیز ہےاور باری تعالیٰ کچھ اور چیز ہےاوراس دنیا اور باری تعالیٰ میں ظرف اور مظروف کا تعلق نہیں۔کیامعنے؟ یہ بات صحیح نہیں کہ باری تعالیٰ ظرف ہواور دنیااس کی مظروف جیسے پانی کے واسطے گھڑا! غرض دنیاایک اور چیز ہےاور ہی وستو ہے جب اور ہی چیز ٹھہری تو اب ہم مشاہدہ کرتے ہیں اوراس دنیا پرنظر دوڑاتے ہیں تو اس میں کچھ حصہ ایسا پاتے ہیں جس کو جمادات کہتے ہیں، پہاڑ پتھر،مٹی وغیرہ اور کچھ حصہ نباتات کا نظر آتا ہے۔ بڑ،پیپل، پلاس وغیرہ وغیرہ اور کچھ حصہ حیوانات کا دکھائی دیتا ہے۔آدمی شیر ہاتھی وغیرہ وغیرہ۔ان تمام اشیا کو ہم مرکب پاتے ہیں اوران کے ہر فرد پر یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ مرکب ہیں اور یہ خدا کے بنائے ہوئے اوراسی کے رچے ہوئے ہیں۔ آریہ کو ہمارے اس دعویٰ سے ہرگز انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ جڑھ میں خود بخود ترکیب پانے کی شکتی نہیں۔ جب ہر ایک مرکب مثلاً لیکھرام مرکب اور مخلوق ٹھہرا تو حسب الحکم لیکھرامی علوم متعارفہ نمبر۳ونمبر۴ جوکُل میں ہوتا ہے وہی جز و میں بھی ہوتا ہے۔ان مخلوقات ومرکبات کے اجزا بھی مرکب اور مخلوق ہوں گے۔اور پھراجزا کے اجزا بھی مرکب اور مخلوق ہوں گے اس

واسطے ثابت ہوا کہ مخلوقات اور مرکبات کے اجزا بھی مخلوق اور مرکب ہوں گے اور چونکہ وہی اجزا ان کُل اشیاء کا مادہ ہیں اس واسطے ثابت ہوا کہ مادہ بھی آدی اور مخلوق ہے۔ انادی اور غیرمخلوق نہیں اور اگر آپ کی تکذیب کے صفحہ ۲۶ کی اخیری سطر صحیح ہے کہ جو چیز جزو میں ہے وہی کُل میں ہوگی تو یوں کہا جاتا ہے کہ اگر ان مرکبات کے اجزاء غیرمخلوق اور انادی ہوتے اور ان اجزا میں یہ بات پائی جاتی تو کُل ان کا یعنی یہ مرکبات ہم تم وغیرہ سب انادی اور غیرمخلوق ہوتے۔ آپ بھی تو یہی مانتے ہیں کہ ہم تم اور کُل مرکبات انادی اور غیرمخلوق نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مادی دنیا کا مادہ اور اس کے اجزا بھی انادی نہیں۔

مکذب۔ ''دوسری دلیل مادہ کے قِدم پر نمبر۱۔ دنیا نہ صرف ذرات سے بن سکتی ہے۔ اور نہ حکم سے۔ نمبر۲۔ کیونکہ قدرت قادر کی ایک صفت ہے اور کوئی صفت اپنے موصوف سے علیحدہ نہیں ہوسکتی (بحکم علوم متعارفہ نمبر۹) نمبر۳۔ حکم بغیر محکوم کے عمل پذیر ہونا دھوکہ بازی ہے۔ نمبر۴۔ اور حکم صرف شبد ہے۔ اور جگت کا شبد سے بننا ناممکن ہے بلکہ مادہ سے، پس مادہ انادی ہے''۔

مصدق جہاں تک اس دلیل پر گہری نگاہ کرتا ہے۔ اسے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اگر مکذب کی دلیل کو تسلیم کیا جاوے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قدرت اور اس کا حکم اور اس کا شبد مادی دنیا کا جزو یا مادہ نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صفات باری تعالیٰ اور چیز ہے اور مادی دنیا کا مادہ اور چیز ہے۔ کوئی صفت (اس کا حکم یا اس کا شبد یا اس کی قدرت) مادہ عالم کا عین نہیں اور نہ مادہ عالم سے اس کی وحدت الوجودی ہے۔ نہ اس کا جزو اور نہ صفات باری کو مادہ عالم سے ذاتی اتحاد ہے یا یوں کہئے کہ آپ کا یہ آریہ ورتی ویدانت مت صحیح نہیں۔ دلیل کے صرف اس قدر حصے سے مادہ کی انادیت اور مادے کا غیرمخلوق ہونا کچھ نہیں نکلتا۔ ہم مانتے ہیں کہ ہمارے وجود کا مادہ یا ہمارا مادہ ہمارے اجزا اور اعضا ہیں۔ شیر، چیتا، گھوڑے، ہاتھی کا وجود یا ان کا مادہ ان کے اعضا ہیں۔ صفات باری تعالیٰ یا اس کا حکم یا اس کی قدرت یا اس کا شبد ہمارا یا ہمارے اعضا کا جزو یا عین

نہیں۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ''حکم کا بدوں محکوم عمل پذیر ہونا دھوکہ بازی ہے۔اگر حکم کامل اور سَتّ نہ ہو''۔مگرا تنے قصے سے مادہ کا آدی یا انادی ہونا معلوم نہیں ہوتا اگراس مقدار کواور بڑھانا اور دلیل کو پورا کرنا مقصود ہوتو یوں ہوسکتا ہے کہ ہم دنیا کی مادی اشیا کو تقسیم اور تفریق قبول کرتے ہوئے دیکھتے ہیں جس قدر اجزا ہیں ان کی علیحدگی ممکن یا محسوس ہے۔ ہمارے آریہ بھائی بھی قائل ہیں کہ ان مرکبات کے اجزا مہان پرلے میں چھن بھن اور جدا جدا اور منقسم ہوں گے اور مکذب کے علوم متعارفہ نمبر۳ میں یہ امر مسلم ہو چکا ہے۔''جوکل میں ہوتا ہے وہ اس کے اجزا میں بھی ہوتا ہے''۔اور یہ بھی مسلم ہے کہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہوسکتی دیکھو تکذیب صفحہ۲۴ علوم متعارفہ نمبر۹۔تمام مرکب اشیاء منقسم اور متفرق اور مخلوق ہونے کے ساتھ متصف ہیں اس واسطے بحکم مکذب کے علوم متعارفہ نمبر۳ کے ان مرکب اشیا کے اجزا بھی منقسم اور متفرق اور مخلوق ہونے کے ساتھ متصف ہوں گے۔اور چونکہ صفت موصوف سے بحکم اس دلیل کے جس کو مکذب صاحب نے بیان کیا الگ نہیں۔اس لئے ثابت ہوا کہ مرکبات کے تمام اجزا ہمیشہ منقسم اور متفرق اور مخلوق ہی رہیں گے۔ جب مخلوق ہونا ثابت ہوا۔تو یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ انادی نہیں بلکہ آدی اور مخلوق ہیں نہ انادی اور غیر مخلوق۔پس ہمارا مطلب بھی یہی تھا۔

مکذب کی دلیل پرایک اورنظر۔آریہ صاحبان آپ کی ارواح اس جنم سے پہلے کسی علم کسی صفت کسی معرفت کے ساتھ موصوف تھے یا نہیں؟اگر نہ تھے تو ارواح کی چتنتا باطل اور اگر تھے تو وہ صفات آپ کے ارواح سے زائل ہوگئیں یا نہیں اگر زائل ہوگئیں تو ثابت ہوگیا کہ صفت کیا صفات بھی موصوف سے الگ ہوگئیں۔اس صورت میں آپ کی دلیل کا ایک حصہ باطل ہوگیا اور اگر زائل نہیں تو بتایئے آپ کن کن علوم کے عالم تھے اور کس کس زمانے میں وہ صفات آپ کو لاحق ہوئیں۔ دلیل کا فقرہ نمبر۳ ''حکم کا بغیر محکوم کے عمل پذیر ہونا دھوکہ بازی ہے''۔عجب دھوکہ بازی ہے۔حکم حاکم کے بغیر البتہ نہیں ہوسکتا۔اور یہاں تو جب حکم ہوا۔محکوم ہو ہی گیا۔شاید قرآنی کلمہ کُنْ نظر نہیں پڑا۔

مکذب۔مَیٹر کے انادی ہونے کی تیسری دلیل۔''پدارتھ ودیا یعنی علم سائنس کا اصول

(یہ عربی دانی کا نتیجہ ہے) کہ کوئی چیز نیستی سے ہستی میں نہیں آتی مگر ہستی سے۔ جو نہیں اس کا کسی طرح بہاؤ یعنی پرکاش نہیں ہوتا۔ اور جو ہے اس کا بہاؤ اور پرکاش ہوتا ہے۔ ہستی سے ہستی ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ہستی سے نیستی یا نیستی سے ہستی کبھی نہیں ہوسکتی۔ اس واسطے مادہ انادی ہے''۔

مصدق براہین۔ علم اور سائنس کا پہلا اصول بایں معنے کہ نیستی ہستی کا مادہ اور اصل نہیں اور ہستی نیستی کا مادہ اور اصل نہیں ہوتی۔ صحیح ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ بہاؤ اور پرکاش اسی کا ہوتا ہے یا ہوگا جو ہے یا ہوگا مگر اس قصے کو مادہ کے انادی یا آدی ہونے سے کیا تعلق ہے! ہم کب کہتے ہیں کہ موجودات اور مخلوقات خداوندی کا مادہ موجود اور مخلوق نہیں جس حالت میں موجودات اور مادی دنیا موجود ہے تو ضرور اس موجودات کا مادہ بھی موجود ہے۔ کسی چیز کا موجود ہونا تو یہی معنی رکھتا ہے کہ اس کا جزو کا مادہ موجود ہو۔ اور سائنس کا فقرہ بایں معنی بھی صحیح ہے کہ نیستی ہستی کی علت یا نیستی ہستی کی خالق نہیں ہوتی اور نہ بالعکس۔ اِلّا ہم کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ جو ہمارا خالق ہے وہ بالکل ہستی ہے اور موجود ہے۔ ہرگز ہرگز نیستی نہیں۔ وہ ہستی ہے اور یہ کہ سچی ہستی کسی طرح نیست نہیں اسی واسطے اس کا پرکاش ہے ہم سائنس کا پہلا اصل تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نیستی ہستی کا مادہ یا ہستی کا خالق نہیں ہوتی۔ اور نیست مادہ یا نیست خالق کا پرکاش یا ظہور نہیں ہوتا آریہ کے وکیل نے صرف یہاں تک دلیل کو بیان کر کے دلیل کے پورا کرنے سے سکوت کیا ہے چونکہ دلیل کی اتنی مقدار سے کوئی نتیجہ یا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ اس واسطے خاکسار دلیل کو پورا کرتا ہے۔ مادی دنیا کا وجود اور اس کا ظہور ہم دیکھتے ہیں اس واسطے ثابت ہوا کہ اس کا مادہ اور اس کی علت ضرور موجود ہے۔ اور پدارتھ ودیا یا سائنس سے یہ بھی ثابت ہے کہ مرکبات ایک حال پر نہیں رہتے مرکبات میں ہمیشہ تبدل و تغیر ہوتا رہتا ہے۔ کبھی دو چیزیں باہم ایسے طور پر ملتی ہیں کہ ان کی اپنی پہلی خاصیت جو علیحدہ علیحدہ رہنے کی صورت میں تھی باطل ہو جاتی ہے۔ اور نئی صفات کی تیسری چیز ان سے پیدا ہو جاتی ہے ہم صاف دیکھتے ہیں کہ کوئلہ، شورہ اور گندھک کی خاص ترکیب سے بارود بن گیا۔ جب

اسے آگ لگائی تو بعد اس کے یکا یک نیا جسم نرالی خاصیت کا پیدا ہو گیا۔آکسیجن اور ہائیڈروجن کے خاص میل سے پانی بن گیا۔کبھی آکسیجن اور نائیٹروجن سے ہوا پیدا ہو گئی۔نباتی اغذیہ سے حیوانی اجزا بنے اور نباتی یا حیوانی یا دونوں قسم کے اجزا کے ملنے سے انسانی اجزا بن گئے انسان مرد کے جسم میں خالص حالت میں انہیں اغذیہ نباتیہ یا حیوانیہ سے ایک اور قسم کے جانور پیدا ہوئے جن کو حیوانات منی کہتے ہیں (بلکہ اگر خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (العلق:۳) سے وہی حالت سمجھی جاوے تو نہایت قریب ہے) یا اور انسان پیدا ہو گیا۔اور چونکہ ان اشیاء مرکبہ کو خاص قسم کی ہیئت اور خاص قسم کی شکل عارض ہے۔اور یہ ترکیب اور باہمی بندش خالق کے سوا ممکن نہیں (یہ امر یا خالق کا ہونا آریہ کو مسلّم ہے اور اس وقت ہمارا خطاب دہریہ سے نہیں) اس واسطے معلوم ہوا کہ مادی دنیا جس سے ہوئی وہ ہستی ہے اور موجود ہے اور وہ ہستی اس کی خالق ہے اور یہ مادی دنیا اس ہستی کی مخلوق ہے۔مثلاً میں مخلوق ہوں۔جس مادہ سے یہ دنیا یا میں مخلوق ہوا وہ بھی ایک مجموعہ اور مرکب ہے چند اور اشیاء کا جو اس کا مادہ ہیں اور بعینہٖ ہمارے جیسی حالت احتیاج الی الخالق اور مخلوق ہونے کی اس کو بھی لاحق ہے۔جیسے ہم کو یا جیسے ہم سے آئندہ آنے والی ہستی کو جو ہمارے اعمال وافعال یا تغیرات کا نتیجہ ہو گی۔پس جب ہم اور ہماری موجودہ دنیا مخلوق ہوئی۔اور ہم سے آئندہ آنے والی دنیا یا آخرت موجود یا مخلوق ہو گی ایسے ہی ہم سے پہلی دنیا جس کا ہم نتیجہ ہیں وہ مخلوق اور خدا کی بنائی ہوئی ہے۔اور اس سے پہلے کی بھی اسی طرح مخلوق ہے علیٰ ہذا القیاس ازل کی طرف بھی سلسلہ چلا جاتا ہے اور باری تعالیٰ ہمیشہ سے خالق اور ہمیشہ سے رازق اور ہمیشہ سے متکلم ہے۔اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس کا کیا ثبوت ہے کہ کسی وقت یہ مرکبات بالکل علیحدہ علیحدہ تھے اور ان کا باہم میل جول نہ تھا۔جیسا کہ آریہ صاحبان کا اعتقاد ہے چونکہ پہلی اشیاء ترکیب میں کبھی محض باطل اور مفقود ہو جاتی ہیں اس واسطے یقین ہوتا ہے کہ ہزاروں ہزار اشیاء اسی طرح معدوم اور ہزاروں ہزار نئی۔جو پہلے موجود تھیں پیدا ہوئیں اسی طرح ہزاروں ہزار آئندہ مفقود ہوں گی اور ہزاروں ہزار نئی پیدا ہوں گی۔کبھی باری تعالیٰ کی ذات پاک کو صفات سے تعطیل اور بیکاری نہ ہو گی۔اور نہ ہوئی جس دلیل سے یہ دنیا مخلوق ہے۔اسی دلیل سے جس چیز کا یہ دنیا نتیجہ ہے۔وہ بھی مخلوق ہے۔کبھی انحلال تام اور کلی تفریق ان

اجزائے لایتجزی کی ہوئی ہے نہ ہوگی۔اس دلیل سے جو سائنس کی گواہی اور ہمارے مشاہدے سے ثابت ہے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مادہ انادی نہیں۔ بلکہ مخلوق ہے اوراس کا آدی مول ایشر ہے۔طرہ یہ ہے کہ تکذیب کے صفحہ ۲۷ سطر ۳ میں یہ بات مکذب صاحب خود مان چکے ہیں اور وہاں مادہ کو خدا کا بنایا ہوا کہا ہے جہاں کہا ہے۔''اور مادہ خدا کے قبضہ قدرت میں انادی زمانے سے موجود ہے۔قدرت اور علم اور ارادہ قدیم سے ہے اور بموجب قاعدہ قدیم خدا اس کا بنانے والا ہے''۔

مَیٹر یا مادہ عالم کے قدیم یا غیر مخلوق ہونے کی چوتھی دلیل بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔کیا تو اس لئے کہ مکذب نے آدم کے قصے میں قرآن کریم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ''قرآن تکرار کر کے پسے کو پیستا ہے''۔اور خود مکذب نے روح کے قدم کی دلیل کو یہاں مکرر چھانا ہے۔اور کیا اس لئے کہ اس دلیل کا نتیجہ بطور سابقہ دلائل کے بیان کیا اور کیا اس باعث سے کہ اس دلیل کے اخیر میں باری تعالیٰ کو مادہ کا بنانے والا مانا ہے جیسے مذکور ہوا۔اور کیا اس لئے کہ اس کے آخر پر روح کو چیتن اور زندہ مرکب جڑ دیا ہے جس کو میٹر کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کی بحث اس سے پہلے گزر چکی۔اس چوتھی دلیل میں پہلے تو یہ کہا ہے۔

نمبر ۴''جس وقت بیان کیا جاتا ہے۔دنیا کا پیدا کرنے والا خدا ہے تو فی الفور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہاں سے اور کس چیز سے۔محمدی جواب دیتے ہیں''عدم میں سے بذریعہ قدرت خود کے بنایا''۔ انتھیٰ

مصدق۔ناظرین غور کریں کہ محمدیوں نے کہاں یہ جواب دیا؟ کیا ان کے پاک قرآن میں ایسی بات ہے۔کیا ان کی حدیثوں میں یہ روایت ہوا ہے؟ کیا ان کے ائمہ کا قول ہے؟ کیا ان کے سلف یا صحابہؓ اور تابعین نے ایسا کہا؟ ہمارے آریا کچھ تو جواب دیں۔ ہاں محمدیوں کے قول کے یہ معنے ہیں اگر انہوں نے کہا کہ یہ مادہ موجودہ زمانہ سے پہلے ایسا نہ تھا جیسا اب ہے۔ بلکہ یہ مادہ معدوم تھا موجود بھی نہ تھا۔علاوہ بریں مادہ کو معدوم محض بلحاظ وجود خارجی کے کہا ہے۔ وِالّا

اسلام کا بچہ بچہ اور محمدیوں کا مجلسی بھی جانتا ہے کہ موجودہ دنیا اور آئندہ آنے والی اور گزری ہوئی دنیا تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود تھی۔ عدم محض کے تو یہ معنے ہیں کہ کسی طرح کہیں بھی اس کا وجود نہ ہو۔ حالانکہ دنیا کا علمی وجود تھا اور ہے۔ پس مکذب براہین کا یہ کہنا کہ محمدی جواب دیتے ہیں کہ دنیا عدم محض سے وجود میں آئی۔ علی العموم صحیح نہ ہوا بلکہ اتہام ہے جو محمدیوں پر لگایا گیا۔ جبکہ عدم مادہ کے یہ معنے ہوئے جو ہم نے بیان کئے۔ تو آپ کا سوال ہی اٹھ گیا اور محمدیوں کا یہ کہنا۔ ''اپنے سے بنایا'' اس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہماری پیدائش کا باعث اور ہمارا خالق ہے محمدیوں کے اس کلام کے یہ معنے نہیں کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا ٹکڑہ ہے یا اللہ تعالیٰ ہمارا جز وبدن ہے۔ یہ آپ کا خیال اور غلط گمان ہے۔ اسلامی گروہ اس سے بالکل پاک ہے۔ اور آپ کا فرمانا۔ ''مادہ خدا کے قبضہ قدرت میں انادی زمانہ سے موجود ہے''۔ بے ریب تمام دنیا اور اس کا مادہ ازل سے ابد تک یعنی ہمیشہ سے ہمیشہ اس کے علم اور قدرت میں ہے اور رہے گا۔ مگر اس سے انادیت نہیں نکلتی بلکہ ہم کہتے ہیں جیسے ہمیشہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور قدرت میں ہے اور رہے گا۔ ایسا ہی اس کی صفت خلق کے تحت بھی ہے اور رہے گا۔ اسلامی گروہ ہندی آریوں کی طرح نہیں کہتا کہ مادہ عالم اور ارواح خدا تعالیٰ کی صفت خلق سے باہر ہیں۔ اور ''چونکہ کوئی جڑھ خود بخود نہ بن سکتی ہے اور نہ بنا سکتی ہے''۔ جیسے آپ نے اپنی اخیری دلیل میں کہا اس واسطے ثابت ہوا کہ مادہ بھی خود نہ بن سکا اور نہ مرکبات کو بنا سکا۔ والحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ۔

صفحہ ۲۷ سے پھر مکذب صاحب نے روح کی بحث شروع کی ہے۔ مجھے اس قصہ سے اب سروکار نہیں رہا۔ کیونکہ یہ بحث کہ روح مفرد ہے؟ یا مرکب بقدر ضرورت گزر چکی ہے۔ اور مکذب نے بھی بجز ایک سنسکرت شلوک کے نقل کر دینے کے اس پر کوئی حکیمانہ بحث نہیں کی۔ اور وید کا کلام جسے مکذب نے لکھا ہے کہ ''روح کو شستر کاٹ نہیں سکتے''۔ ''آگ جلا نہیں سکتی''۔ ''پانی بھگو نہیں سکتا ہے''۔ ''ہوا خشک نہیں کر سکتی''۔ ''وہ مفرد لطیف زندہ ہے''۔ بالکل ایک دعویٰ ہے جو بے دلیل ہے۔

کیا ثبوت اس امر کا کہ روح ایسی چیز ہے جیسے وید نے بیان کیا؟

مکذب۔ آیت شریف يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (بنی اسرائیل:۸۶) پر جس قدر کلام کیا ہے اب اسے لیتا ہوں ناظرین ذرا غور سے دیکھیں۔

مکذب۔ اب ناظرین پر یہ امر ہویدا کرتا ہوں کہ قرآن نے روح کی بابت کون سی نئی تعلیم فرمائی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ (بنی اسرائیل:۸۶) اے محمد اگر تجھ سے روح کی بابت سوال کریں۔ کہو مجمل جواب کہ خدا کا حکم یا حکمت۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ روح انادی ہے۔ مگر سمجھنا آسان نہیں تھا۔ اس واسطے خلقت کو حیرانی میں ڈالا۔ صریحاً ثابت ہے کہ جب سے حاکم ہے تب سے حکم ہے۔ کیونکہ خدائے قدیم کا حکم وعلم و ارادہ قدیم ہے۔ اور جب سے حکیم ہے تب سے حکمت ہے۔ بلکہ باہمی لازم وملزوم ہیں انتھیٰ۔

پھر مکذب صاحب نے بطور عادت قدیمہ کے کہا ہے۔ ”جبکہ خود قرآن ہی اس معاملہ میں کم زبان ہے۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۶) یعنی نہیں علم دیا تم کو مگر تھوڑا۔ زیادہ اعتراض مت کرو۔ اور مت پوچھو“۔

پھر ایک جگہ کہا ہے ”قرآن قاصر البیان ہے“۔ پھر مرزا صاحب کو خطاب کر کے کہا ہے۔ ”تم حقیقت روح بیان کرو“۔ اگر ”پدر نتواند پسر تمام کند“۔ پھر کہا۔ ”سوائے اس آیت اور وہمی روایت کے اپنے سارے قرآن سے الخ“ غرض اس قسم کی بدتہذیبی سے کام لیا ہے کہ تمام عبارت کا نقل کرنا بھی مجھے اس لئے پسند نہیں کہ کہیں نقل کفر، کفر باشد کا مصداق نہ ہو جاؤں۔

مکذب صاحب! آپ کو عربی دانی کا بڑا دعویٰ اور قرآن کے سمجھنے کا بڑا ادعا کیا اسی مایہ پر افتخار تھا؟ کیا وید مقدس کو بھی اسی طرح سمجھا؟ اگر اور کچھ نہیں آتا تھا تو اس آیت شریف کا ماقبل اور مابعد ہی دیکھ لیا ہوتا! آریہ صاحبان سنو! حیات دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اور دنیوی اور دوسری روحانی یا اخروی۔ پہلی قسم کی حیات حاصل کرنے کے سامان اگر جڑھ پدارتھ میں اللہ تعالیٰ

نے رکھے ہیں تو دوسرے قسم کے حیات کے اسباب بھی چیتن وَ ستُو میں ضرور رکھے ہیں۔ قرآن میں دونوں محاوروں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے سنو! اول جسمانی حیات اور جسمانی زندگی کی نسبت فرمایا ہے۔

[1] وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (البقرۃ: ۱۶۵)

[2] وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (ق: ۱۰،۱۱)

[3] رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (ق: ۱۲)

اور روحانی زندگی، دھرم اوکت حیاتی، ایمانی حیات اور دھرم جیون کے بارے میں فرمایا ہے۔

[4] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال: ۲۵)

[5] مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: ۹۸)

جیسے جسمانی زندگی کے واسطے جسمانی روح کی ضرورت ہے۔ ویسے ہی ایمانی زندگی کے واسطے کسی ایمان سکھلانے والی بلکہ ایمان دینے والی روح کی ضرورت ہے۔ اسی ایمان دینے والی روح کا تذکرہ اس آیت شریف میں ہے جس پر مکذب نے محض ناسمجھنے سے اعتراض کیا ہے اصل

---

[1] اتارا اللہ نے بادلوں سے پانی اور زندہ کیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے۔

[2] اتارا ہم نے بادلوں سے پانی برکت والا پھر لگائے ہم نے اس کے ساتھ باغ اور اناج کاٹنے کے۔ اور کھجوریں بلند جن کے خوشے تہ بر تہ ہیں۔

[3] رزق ہے بندوں کے لئے اور زندہ کیا ہم نے اس کے ساتھ مردہ شہر کو اسی طرح نکلنا ہے (یعنی زمین سے پھر نکلنا ہے)

[4] اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بات سنو جب وہ تمہیں اس امر کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے۔

[5] جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو ہم ان کو پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور ہم ان کو اجر دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں۔

یہ ہے کہ اس آیت کے حقیقی معنی سمجھنے میں اکثر لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ میں ماقبل اور مابعد کی آیات بھی نقل کرتا ہوں اور کلام الٰہی کی واقعی تفسیر خود کلام الٰہی کی رہنمائی سے کرتا ہوں امید ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے حظ وافی اٹھائیں گے۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا [۱] وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا [۲] وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا [۳] قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا [۴] وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا [۵] وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا [۶] قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا [۷] وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا [۸] (بنی اسرائیل:۸۲تا۹۰)

اب اس امر کے اثبات کے لئے روح سے مراد وہی کلام الٰہی ہے جس سے ایماناً مردہ

۱۔ اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل دور ہو گیا یقیناً باطل دور ہونے والا ہی تو تھا۔

۲۔ اور ہم قرآن سے مومنوں کے لئے شفا اور رحمت اتارتے ہیں اور ظالموں کو اس سے گھاٹا نصیب ہوتا ہے۔

۳۔ اور جب ہم انسان پر فضل کرتے ہیں منہ پھیر لیتا ہے اور اسی (مال) کی طرف ہو جاتا ہے اور جب اس کو دکھ پہنچتا ہے ناامید ہو جاتا ہے۔

۴۔ کہہ دے ہر ایک اپنی طرز پر عمل کرتا ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو سیدھی راہ پر ہے۔

۵۔ اور تجھ سے اس روح (قرآن) کی بابت پوچھتے ہیں کہہ دے یہ روح میرے رب کا امر ہے۔ اور تم اے مخالفو! کچھ سمجھتے بوجھتے نہیں۔

۶۔ اور اگر ہم چاہتے یہ کلام جو تجھ پر وحی کیا ہے لے جاتے پھر تجھے ہم سے لینے کے لئے کوئی وکیل نہ ملتا سوا تیرے رب کی رحمت کے یقیناً اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

۷۔ کہہ دے اگر جن وانس اس پر متفق ہو جاویں کہ اس قرآن کی مانند لاویں تو ہرگز نہ لاسکیں گے گو وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جاویں۔

۸۔ ہم نے اس قرآن میں ہر مثال مختلف طرزوں میں بیان کی ہے۔ پر اکثر لوگوں نے کافر نعمتی سے انکار کیا۔

لوگ حیات ابدی پاتے ہیں۔اور جو ہم نے مراد و معنی لئے ہیں وہی حق اور منشائے فرقان مجید کے مطابق ہے خود قرآن کریم سے مؤید آیات نقل کرتے اور اس محاورے کو واضح کرتے ہیں۔سنو!

[1] وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (الشوریٰ:۵۳)

[2] اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (النحل:۳،۲)

[3] رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ (المومن:۱۶)

[4] لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ (المجادلة:۲۳)

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ روح کلام الٰہی ہی کا نام ہے جس پر عمل کرنے سے

---

[1] اور ایسا ہی ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح بھیجی ہے۔تو نہ تو کتاب ہی سمجھتا تھا۔اور نہ ایمان پر ہم نے اسے نور بنایا ہے اس سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت دیتے ہیں۔اور یقیناً تو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

[2] اللہ کا امر آ گیا اب جلدی تو نہ کر وہ وہ بلند و برتر اس سے ہے کہ شرک کرتے ہیں۔فرشتوں کو روح دے کر اپنے حکم سے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پھر مجھ ہی سے ڈرو۔

[3] بلند درجوں والا صاحب تخت کا اپنے امر سے جس بندے پر چاہتا ہے روح ڈالتا ہے تو کہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈراوے۔

[4] جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں نہ دیکھے گا کہ وہ ایسے لوگوں کو دوست رکھتے ہوں جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں لکھ دیا ہے اور انہیں اپنی روح سے قوت دی ہے اور انہیں جنتوں میں داخل کرے گا۔

مــوتٰــی اورمردہ بےایمان زندہ ہوتے ہیں۔ بلکہ قرآن نے انبیاءاورملائکہ کوبھی روح فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی زندگی کے باعث ہیں جسے ایمان کہتے ہیں۔

[1] اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (النساء :۱۷۲)

[2] وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ :۸۸)

ان آیات سے ناظرین کومعلوم ہوگیا ہوگا کہ روح کی حقیقت کوقرآن نے کیسے بیان کیا ہے۔ یہ محاورہ روح کی نسبت اگرچہ میں نے قرآن سے ثابت کردیا ہےاورآفتاب کے سامنے کسی ستارہ کی حاجت نہیں۔مگرمزید تذکرہ کے واسطے کتب سابقہ سے بھی بیان کرتا ہوں۔'' پھر جبکہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جوباپ سے نکلتی آوے تو وہ میری گواہی دے گا''۔یوحنا۱۵باب۲۶۔'' لکن جب وہ یعنی روح حق آوےتووہ تمہیں سچائی کی راہ بتاوے گی''۔یوحنا۱۶ باب۱۳''اس لئےتم سے کہتا ہوں لوگوں کا ہرطرح کا گناہ اورکفر معاف کیا جاوے گامگروہ کفرجوروح کےحق میں ہولوگوں کومعاف نہ ہوگا''۔متی۱۲باب۳۱۔

اورنیکی کوزندگی اور بدکاری کوموت کہنے کا محاورہ تواس قدر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عندالشرع یہی حقیقی معنے ہیں۔مگرمیں اب اس قصہ میں زیادہ طوالت لاحاصل جانتا ہوں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۔ میں اگر یہ پوچھا جاوے کہ یہ سوال عیسائیوں اور یہودیوں نے کیوں کیا؟ تووجہ ظاہر ہے۔یوحنا کی انجیل میں جیسے سابق گزرچکا اس روح کی آمد کی خبرتھی اور بہت لوگوں کا خیال تھا پس حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام سےسوال کیا گیا کہ قرآن کریم جسےتونے بارہا روح کہا ہےکس کی تصنیف ہےتوخودقرآن کریم نے اس کا یوں جواب دیا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا امراوراس کاحکم اوراس کا کلام ہے۔اور جو کہا وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا اس کے

---

[1] اس کےسوانہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کا بھیجا ہوااوراس کامخلوق ہے جومریم کی طرف ڈالا گیااوراس کی روح ہے پس ایمان لاؤاللہ پراوراس کےرسولوں پر۔

[2] اورہم نےعیسیٰ بن مریم کوکھلی دلیلیں دیں اورروح پاک سےاس کوقوت دی۔

مخاطب وہی سائل ہیں جن کو بہت ادلہ سے ثابت کر دیا گیا تھا کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔

روح کی نسبت یہود کا سوال ہے یا عیسائیوں یا دونوں کا یا مان لیتے ہیں کسی ایسے دیانندیوں کے ہم خیال کا سوال ہے جو انسانی روح کے غیر مخلوق، قدیم، انادی ہونے کا معتقد تھا کسی کا سوال ہو کسی طرح کا سوال ہوا ایسا وسیع جواب قرآن کریم نے دیا ہے کہ سب کو حاوی ہے۔ اور جواب دہندہ کی بےعلمی یا قلت علم کا یہاں ذکر نہیں بلکہ مخاطبین کی بےعلمی کا ذکر ہے جو باوجود دلائل واضح اور حجت ہائے قاطع کے سرِ تسلیم جھکانا پسند نہ کرتے تھے۔

سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے دشمن اور عدو مبین شیطان لعین کا قصہ اور اس قصہ پر آریہ بلکہ دیانندی پنتھ کے اعتراضات

مکذب براہین نے آدم کے قصہ کو کچھ قرآن سے اور کچھ کہیں اندر من مراد آبادی کی تصانیف سے نقل کر کے اسلام پر اعتراضات ذیل بیان کئے ہیں۔ دیکھو تکذیب صفحہ نمبر ۳۲۔

دیکھو تکذیب صفحہ نمبر ۳۲

پہلا اعتراض محمدیوں پر خدائے محمدیاں بےعلم اور نافہم اور مکار اور دھوکہ باز اور فریبی بلکہ حیلہ پرداز ہے۔ کیونکہ

اول۔ فرشتوں سے آدم کے پیدا کرنے میں مشورہ لینا صلاح پوچھنا۔ ضرور بےعلمی کا مثبت ہے اور جو اپنی عقل نہیں رکھتا اور لوگوں کی صلاح برتتا ہے وہ کسی طرح خدائی کے لائق نہیں۔

دوم۔ فرشتوں نے معقول اور فاضلانہ جواب دیا۔ آدم کے چال چلن اور برائیوں سے فرشتوں نے خدا کو آگاہ کیا۔ مگر اس نے ہٹ کی۔ اس واسطے نافہم ہے۔ کیونکہ وہی ظہور پذیر ہوا جو فرشتوں نے کہا تھا۔

سوم۔ فرشتوں سے مکر کیا۔ جب فرشتوں نے خدا کو شرمندہ کیا اور کہا ہم تیری حمد اور تقدیس کرتے ہیں۔ کیا خون اور فساد کرنے والے آدم کو تو باستثنائے ہمارے اپنا نائب کرے گا۔

تب خدا نے پوشیدہ آدم کو مخلوقات کے نام سکھلائے اور پھر پارلیمنٹ یعنی فرشتوں کو کہا اگر تم بزرگ ہو اور اپنی عقل پر فخر کرتے ہو تو تمام مخلوقات کے نام بتلاؤ۔ اس سوال کا جواب فرشتوں سے نہ بن آیا۔ تب خدا نے اپنے پالتو طوطے کو کہا کہ اے آدم بتا دے ان کو نام ان کے۔ تب آدم نے بتا دیئے۔ خدا نے صریحاً وتوضیحاً مکر کیا فریب کیا دھوکہ دیا۔ داؤ کھیلا۔ پس خدا انہیں صفات سے موصوف ہے۔

دوسرا اعتراض۔ شیطان کی پیدائش خدا کے ارادہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کے احاطہ اقتدار سے باہر ہے یا اس کی مرضی کے برخلاف اگر ارادہ اور قدرت سے باہر نہ ہوتے تو شیطان کو اپنے مقربین ملائک کا معلّم نہ بناتا اور جب عمدہ شیطانیت کی تعلیم دے چکا تو اس وقت کنبہ کرن کی نیند سے خدائے محمدیان بیدار ہوئے۔

تیسرا اعتراض۔ قرآنی خدا عالم الغیب بھی نہیں۔ اگر عقل رکھتا اور حور و غلمان کی محبت سے آزاد ہوتا وقت پر یا وقت سے آگے سوچتا۔ مگر وہ تو محمد شاہ رنگیلے یا واجد علی شاہ کی طرح زائچہ حمل میں بیٹھا ہوا تھا۔ والّا شیطان سے سجدہ کرنے کی بابت پوچھ کر شرمندہ نہ ہوتا۔ چُو دانی و پُرسی سوالت خطا است۔

چوتھا اعتراض۔ خدائے محمدیاں علم مباحثہ سے ناواقف اور ساتھ ہی زود رنج ہے اور تعصب والا جو اسے معقول جواب دے اس پر لعن طعن کرتا ہے۔ فرشتے کاٹ کے پتلے غیر اللہ کو سجدہ کر کے ہی کافر ہوئے اور شیطان نے سمجھا مخلوق کو سجدہ کفر ہے۔ مست کھڑا رہا۔ جب خدا نے وجہ پوچھی تو عمدہ وجہ بیان کی۔ خدا نے کہا آدم کو مخلوق کے نام آنے سبب بزرگی ہے۔ شیطان نے کہا مجھے تیرے عشق سے۔ خدا نے کہا آدم خاکی ہے اور خاک پاک۔ شیطان نے کہا وہ عرض کثیف ہے میں جوہر لطیف ہوں۔ خدا نے کہا اس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ شیطان نے کہا مجھے تو نے قدرت سے، بناوٹ سے قدرتی عمدہ ہے۔ خدا نے کہا کہ تو عزت والا ہے یا متکبّر۔

شیطان نے کہا بسبب علم وحکمت کے عزت والا ہوں۔خدا نے کہا جا چلا جا۔ یہاں سرکشی مت کر۔

پانچواں اعتراض۔شیطان خدا سے زورآور بھی ہے کیونکہ خدا شیطان کو گالیاں دیتا ہے اور لعنتیں کرتا اور شیطان کا بال بیکا نہیں ہوتا۔

''شیطان کا قول ہے۔اے خدا تو مباحثہ میں بند ہو گیا جواب سے دردمند ہوا۔اب روتا اور گالیاں دیتا ہے اپنی حرمت کھوتا ہے۔ چونکہ یہ تیرا مکان ہے اس لئے بموجب دفعہ۴۴۴ تعزیرات ہند مداخلت بے جا نہیں کرتا''۔

پھر مکذب نے شیطان کے مقدمہ کا قطعی فیصلہ دیا ہے اور اس میں اخیر روبکاریوں لکھی ہے۔

بقول محمدیاں شیطان نے خدا کا دیدار بھی دیکھا۔خدا سے باتیں بھی کرتا رہا۔فرشتوں کا معلّم اول بھی تھا باوجود ایں ہمہ سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں مانتا تھا گویا موحد تھا یا صوفی مذہب عالم اجل ہونا اس کا محتاج بیان نہیں۔فضیلت میں اس کے ہم پلہ کوئی ملائک یا انسان نہیں۔پھر مجیب الدعوات (ایوب کی کتاب) اور برارندہ حاجات، پسران آدمؑ کو اس کا مرہون ہونا چاہیئے کیونکہ وہی باعث ایجاد اولادِ آدم ہوا۔اگر وہ آدم کو دانہ گندم نہ کھلاتا ان کو اس عالم میں کون لاتا۔

جب آدم اور اولاد آدم کو شیطان نے بہکایا تو پھر شیطان کو کس نے بہکایا اور خدا سے مقابلہ کرایا۔

پھر مکذب نے کہا کہ قابل غور دو امر ہیں۔

اول۔: پرمیشور دانا ءِ کُل ہے یا نہیں۔**دوم**۔: کسی مخلوق کو سجدہ کرنا کفر ہے یا نہیں۔اے مومنو! سخت حیرت کا مقام اور قابل الزام کلام ہے کہ خداوند پاک کفر کا حکم دے اور جو اس کے کفر کا حکم نہ مانے اسے مطعون ٹھہراوے۔

مکذب نے پھر کہا ہے۔

عام محمدیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا سے خیر اور شیطان سے شرآفریدہ ہے۔یعنی خیر کا خالق رحمٰن اور شر کا خالق شیطان ہے۔ثبوت۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (المائدة:۹۲)

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِىْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (یٰسٓ: ۶۱ و۶۳)

کیا ممکن ہے۔نادان بے وقوف کے پَو بارہ اور دانا حق پرست پشیمانی اٹھاوے۔قرآن میں خدائے محمدیاں شیطان سے مقابلہ کرنے میں ترساں ہے۔یہ اس کلام کا اختصار ہے جس کو مکذب براہین نے صفحہ ۳۲ سے ۴۷ تک لکھا ہے۔

مصدق۔سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (البقرة:۳۳)

چونکہ تکذیب میں آدم کے قصہ پر مکذب براہین نے خاص قسم کی تہذیب کو دکھایا ہے۔اس واسطے میری راستی پسند طبیعت کا منشاء ہے کہ اس قصہ کو جہاں تک قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور تاریخ معتبرہ سے پتہ لگ سکتا ہے بیان کروں اور دکھاؤں کہ یہ قوم جو اپنے تئیں آریہ کہتی ہے کس قدر راستی کی حامی ہے میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ بھلوں اور بُروں کا ہمیشہ مقابلہ ہوتا رہا اور انجام کار کامیابی اور فتحمندی کا تاج راستبازوں کے سر پر رکھا گیا۔

سعیدوں کے ایک مورث اعلیٰ سعید کا قصہ قرآن کریم نے مکرر عبرت کے لئے بیان کر کے مشاہدہ کرایا ہے کہ ہمیشہ بُرے بھلوں پر حملہ آور ہوتے رہے۔مگر انجام کار بھلوں ہی کی فتحیابی ہوتی رہی اور اشقیا ہمیشہ شقاوت کا نتیجہ پاتے رہے۔اس سعید کا نام آدم علیہ السلام تھا۔اس کا مورث اعلیٰ ہونا یہود کو توریت سے اور عیسائیوں کو نیوٹسٹمنٹ سے ظاہر ہے۔عرب کے لوگوں کو اپنی

قومی اور ملکی روایت اور یہود اور عیسائیوں کے قرب سے یہ قصہ معلوم تھا اور غالب عمرانات کے لوگ آدم علیہ السلام کے اس دشمن کی بدحالت سے واقف تھے اور ظاہر ہے کہ تمثیل سے بہتر اور نتائج کے دکھانے سے زیادہ کوئی عمدہ ذریعہ روحانی اور اخلاقی تعلیم کے لئے نہیں ہوسکتا۔ باری تعالیٰ نے ایک خاص ملک اور ایک خاص زمین میں آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا اور قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ آدم کو خلیفہ اور امام اور دینی دنیوی بادشاہ بناوے اس ملک کے دیوتا اور سروں اور ملائکہ کو الہاماً آگاہ فرمایا کہ میں اس زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں*۔ غور کرو اس سے پہلی آیت میں جو معترض نے آدم کے قصہ میں لکھی ہے۔

[1] وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرۃ:۳۱)

الارض کا الف اور لام اگرچہ عموم اور استغراق کے معنے بھی دیتا ہے۔ مگر خصوصیت کے معنے بھی دیتا ہے۔ ہر دو معنے اپنے اپنے موقع پر لئے جاتے ہیں۔ یہاں آدم علیہ السلام کے ایک جگہ سے نکالے جانے اور دوسری جگہ چلا جانے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جہاں آدم علیہ السلام خلیفہ

---

* **نوٹ**۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب اشرار کی فتنہ پرداز حرکات حد سے بڑھ گئیں۔ اور اخیار کو امن کی جگہ ملنی ان کے ہاتھوں دشوار ہوگئی۔ باری تعالیٰ کی قاہر تقدیر نے ان اخیار میں سے جو انتظام ملک رانی اور سیاست مدن میں اقران و امثال کی نسبت خاص امتیاز رکھتا تھا اسے چن لیا۔ اس نے اپنی تدابیر کی خوبی سے انہی نیکوکاروں کو مجموعی اور قومی ہیئت میں لا کر دشمنانِ حق کا استیصال کیا۔ بنی اسرائیل کی برگزیدہ مگر اس وقت شکستہ حال جماعت کو جو سفاک دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے حضرت یسعیا نبی بشارت دیتے ہیں کہ بہت جلد ایک جوان عورت ایک بچہ جننے والی ہے جو درماندہ قوم کا نجات دینے والا ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارض شام کے صلحا اور عارفین کو (بحسب اختلاف السنہ انہیں اُسر کہو۔ دیوتا کہو۔ ملائکہ سے تعبیر کرو) الہاماً خوشخبری دی کہ میں ایک ایسا آدمی مبعوث کیا چاہتا ہوں جو علاوہ صلاح وتقویٰ کی صفت کے امور دنیوی کی باگ ہاتھ میں لینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ وہ سادہ اور پاک لوگ جو جفاکار اشرار کے دست تعدی سے تنگ آئے ہوئے تھے اپنے پہلے تجربہ کی بنا پر جو وہ ظالموں کی نسبت کر چکے تھے بولے وہ بھی کوئی ایسا ہی خون ریز بے رحم ہوگا جیسے عملی نمونے آگے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے اس شخص کا نشان انہیں دیا۔ ان ملائکہ کو اس کی صفات و حالات کی تحقیقات کے بعد پوری تسلی ہوگئی اور اس کے محاسن کو دیکھ کر وہ دنگ ہوگئے۔

[1] جب کہا تیرے رب نے ملائکہ کو کہ میں اس سرزمین میں ایک خلیفہ بنایا چاہتا ہوں۔

بنائے گئے تھے۔ وہ ایک خاص ملک تھا اور جہاں آدم پیچھے روانہ کئے گئے وہ اور ملک تھا اس لئے یہاں الف لام تخصیص کے معنے رکھتا ہے۔ اور لفظ خلیفہ اور الارض کے معنے معلوم کرنے کے واسطے آیت ذیل کو پڑھنا چاہیئے۔

[1] یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (صٓ:۲۷)

اس آیت میں لفظ خلیفہ اور لفظ الارض سے اچھی طرح واضح ہوسکتا ہے کہ الف و لام خصوصیت کے معنے دیتا ہے اور آگے چل کر لفظ جنت کی تحقیق میں ہم اور زیادہ تفصیل کریں گے تفاسیر میں لکھا ہے۔

[2] فهموا من الخليفة انه الذى يفصل بين الناس مَا يقع بينهم من المظالم و يرد عنهم المحارم والمأثم۔ قرطبی۔ابن کثیر زیر آیت البقرة:۳۱

[3] والصحيح انه انما سمى خليفة لانه خليفة اللّٰه فى ارضه لاقامة حدوده و تنفيذ قضاياه ۔ فتح البيان

[4] الخليفة هو من يخلف غيره والمعنى خليفة منكم لانهم كانوا سكان الارض او خليفة اللّٰه فى ارضه و كذالك كل نبىّ۔ نحو يا داؤد انا جعلناك خليفة فى الارض۔ تفسير مدارك

---

[1] اے داؤد ہم نے تجھ کواس زمین میں خلیفہ بنایا سو تو لوگوں میں حق حق فیصلہ دیا کیجیؤ۔

[2] لفظ خلیفہ سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے تنازعات باہمی کو فیصل کرے۔ اور نا کردنی امور سے انہیں باز رکھے۔ قرطبی۔ابن کثیر۔

[3] اور اصل یہ ہے کہ اسے خلیفہ اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کا خلیفہ بن کر اس کی زمین میں حدود کو قائم کرتا اور اور احکامات کو جاری کرتا ہے۔ فتح البیان

[4] خلیفہ اسے کہتے ہیں جو کسی کا قائم مقام ہو۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ تم میں کا خلیفہ ہے۔ کیونکہ وہ لوگ زمین کے باشندے تھے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے اس کی زمین میں۔ اور اسی طرح ہر نبی اس کا خلیفہ ہے مثلاً اے داؤد! ہم نے تجھے اس زمین میں خلیفہ بنایا۔ تفسیر مدارک

غرض اس زمین کے تمام مقدس فرشتوں کے مقدس گروہ نے آدم علیہ السلام سے پہلی قوموں کی بداطواری اور کافروں، ڈشٹوں، دیسیوں، شیطانوں اور آسروں کے برے کام اور بدچلنی دیکھی ہوئی تھی عالم الغیب تو بجز ذات پاک باری تعالیٰ کے کوئی بھی نہیں الّا من شاء اللہ نہ انبیاء نہ اولیاء۔ وہ ملائکہ بھی ایسے ہی محدود العلم۔ محدود التجربہ مخلوق تھے۔ اپنی کم علمی اور غیب نہ جاننے کے باعث اور کچھ خلیفہ کے لفظ سے جس کے معنی نائب اور قائم مقام کے ہیں۔ غلطی سے سمجھ بیٹھے کہ یہ آدم بھی آدم ہے پہلی قوموں کی طرح فساد، قتل، اورسفک دما نہ کرے۔ اس آدم کی واقعی نیکی اور نیک چلنی کا ان کو علم نہ تھا۔ اس لئے باری تعالیٰ کی معلّٰی بارگاہ میں عرض کیا۔

[۱] اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَ يَسۡفِكُ الدِّمَآءَ‌ ۚ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (البقرۃ:۳۱)

بزرگوں دیوتاؤں کا کام تو یہی تسبیحات اور تمجید الٰہی اور باری تعالیٰ کی عبادت ہوتی ہے۔ اور بس، وہ بیچارے اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت اور اس کے کاموں کے اسرار سے کیا واقف کہ فقط لسانی تحمید وتقدیس سے دنیوی انتظام اور دینی کام اس دارِ ناپائیدار کے نہیں چلتے۔ میرا یہ کہنا کہ آدم سے پہلے اور قومیں دنیا میں آباد تھیں اول تو قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہے بلکہ مکذب نے بھی اس امر کو تکذیب میں تسلیم کیا ہے۔

[۲] فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ ‌ۖ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ (البقرۃ:۳۵)

اور لفظ مِنۡ کے معنی بعض کے ہوتے ہیں اور کان ماضی کا صیغہ ہے۔ اور اخبار الدول اور آثار الاوّل کی چوتھی فصل میں لکھا ہے۔

---

۱ پہلے ہی سے فتنہ وفساد کی رویں اور شر کے طوفان تھوڑے چل رہے ہیں۔ یہ بھی تو کوئی از ایں قبیل ہی ہوگا۔ تیرا اجلال ظاہر کرنے کو ہم بھی آخر ہیں ہی۔

۲ ان سب نے اس کی اطاعت کی مگر ابلیس نے ابا کیا اور گردن کشی کی اور باغیوں میں سے ایک وہ بھی ہوگیا۔

[1] روی مجاہدؒ۔ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ۔ قال کان فی الارض قبل الجن خلق یقال لھم الجنّ، والبنّ، والطمّ، والرمّ وانقرضوا وذکر غیرہ ان اول من سکن الارض امۃ یقال لھم الجنّ والبنّ ثم سکنھا الجنّ قاموا یعبدون اللّٰہ زمانًا فطال علیھم الامد ففسدوا فارسل اللّٰہ الیھم نبیًّا منھم لقولہ تعالیٰ یا معشر الجنّ والانس الم یاتکم رسل منکم و قیل ملکا منذِرًا یقال لہ یوسف فلم یطیعوہ و قاتلوا فارسل اللہ علیھم الملائکۃ فاجلتھم الی البحار۔

اور تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔

[2] افسدت الجنّ فی الارض فبعث الیھم طائفۃ من الملائکۃ فطردوھم الی البحار و رؤس الجبال واقاموا مکانھم۔ فتح البیان

اسکن الجن فی الارض فمکثوا فیھا دھرًا طویلاً ثم ظھر فیھم الحسد والبغی فافسدوا فیھا فبعث اللہ تعالیٰ علیھم جندًا من الملائکۃ یقال لہ الجنّ و ھم خزان الجنان اشتق لھم اسم من الجنّۃ رأسھم ابلیس و کان رئیسھم۔ *تفسیر سراج المنیر خطیب شربینی جزء ۱ صفحہ ۹۵*

وعن مجاھد عن عبد اللہ بن عمر و کان الجنّ بنو الجان فی الارض قبل ان یخلق آدم بالفی (۲۰۰۰) سنۃ فافسدوا فی الارض وسفکوا

[1] مجاہد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جن سے پہلے یہاں زمین پر ایک لوگ رہتے تھے جنہیں جنّ، بنّ، طمّ، رمّ کہتے تھے اور وہ سب ناپید ہو گئے۔ اور ایک شخص کا قول ہے کہ زمین کے پہلے باشندے ایک قوم تھی جنہیں جنّ اور بنّ کہتے تھے۔ پھر اس پر جن آباد ہوئے۔ کچھ دنوں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنے رہے پھر لگے شرارتیں کرنے تو اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ان کی طرف ایک نبی بھیجا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے گروہ جن وانس کیا تم میں سے تمہاری طرف رسول نہیں آئے؟ کہتے ہیں ڈرانے والا بادشاہ اس کا نام تھا یوسف۔ انہوں نے اس کا کہنا مانا اور اُس سے لڑنے کو کھڑے ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کو بھیجا۔ انہوں نے ان باغیوں کو سمندر کی طرف نکال دیا۔

[2] جنّوں نے زمین میں فساد برپا کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر ملائکہ کو بھیجا وہ انہیں پہاڑوں اور سمندر کی طرف ہنکا کر ان کی جگہ آباد ہو گئے۔

الدمآء فبعث اللّٰہ جندًا من الملائکة فضربوھم حتی الحقوھم بجزائر البحور۔ ابن کثیر(زیرآیت بقرة:۳۱)

ان عبارات سے صاف واضح ہوتا ہے جیسے ہمیشہ فاتح لوگ قلب ملک پر قابض ہوجاتے ہیں۔ایسے ہی ملائکہ اوروہ دیوتا جن کے سامنے یا جن پرآدم علیہ السلام خلیفہ بنائے گئے شیاطین پر فاتح تھے۔اورشیاطین ذلیل اورخوار ہوکر دور دور بلاد میں بھاگ گئے اورامام الائمہ حضرت سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے جیسے تفسیر کبیر میں لکھا ہے اس آدم علیہ السلام سے پہلے ہزار در ہزار آدم گزر چکے ہیں۔حضرت شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ فتوحات مکیہ کے باب حدوث الدنیا میں فرماتے ہیں۔''میں ایک دفعہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔مجھے کچھ لوگ طواف کرتے ملے۔ان کی حالت سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ کوئی روحانی گروہ ہے۔[1] فقلت لواحد منھم من انتم فقال نحن من اجدادك الاول فقلت کم لکم من الزمان والمدة فقال بضع و اربعون الف سنة فقلت لیس لاٰدم قریب من تلك السنین۔فقال عن ای اٰدم تقول عن ھذا الاقرب الیك اوغیرہ ففکرت فتذکرت حدیثًا من رسول الله صلی اللّٰہ علیه و سلم ان الله خلق قبل اٰدم المعلوم عندنا مائة الف اٰدم۔

شیخ صاحب کہتے ہیں میں عالم کشف میں حضرت ادریس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا اوراس کشف کی صحت پرسوال کیا۔

فقال ادریس صدق الخبر وصدق شھودك و مکاشفتك جب ملائکہ،دیوتا نے اپنے اس غلط قیاس کے باعث وہ عرض کی جس کا ذکر آیت اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا میں

[1] میں نے ان میں کے ایک سے کہا آپ کون لوگ ہیں اس نے کہا ہم تیرے پہلے باپ دادوں سے ہیں۔میں نے کہا تمہیں کتنا عرصہ ہوا۔کہا قریب پچاس ہزار سال کے۔میں نے کہا اس ہمارے آدم کو تو اتنے برس نہیں ہوئے۔اس نے کہا تو کس آدم کی بابت کہتا ہے اس اپنے قریبی آدم کی بابت یا کسی اور کی بابت۔میں سوچ میں پڑ گیا اتنے میں مجھے ایک حدیث یاد آ گئی کہ''اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس معلوم آدم سے پہلے لاکھ آدم پیدا کئے''۔

گزراتب باری تعالیٰ نے ملائکہ کوفرمایا۔

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ: ۳۱)

اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کی غیب دانی پرغور کرو۔کیسی غیب دانی ہےاور وہ پاک ذات اپنے علم کے ساتھ کیسا محیط الکل ہے۔ کسی تاریخ سے قرآن کی کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی قسم کافساد فی الارض یاسفك دماء ہوا ہو۔ملائکہ کا اعتراض حضرت آدم پرتھا۔اوراعتراض بھی یہ کہ فساد فی الارض اور سفك دماء اس سے سرزد ہوگا۔مگر حضرت آدم ان عیوب سے پاک اور بری نکلے۔ اگر حضرت آدم کی اولاد میں سے کوئی شخص ان کی طرز پر نہ چلا تو اس کے جرم سے حضرت قصوروار نہیں ہوسکتے اولاد کے گناہ سے باپ کو بدنام کرنا اور بیٹے کے قصور پر باپ کو ملامت کے قابل بنانا بےانصافی ہے۔ باپ کی کرتوت سے بیٹا بدنام ہوتو ہومگر بالعکس بالکل غلط ہے۔ ہاں حضرت آدم شیطان کی ناراستی اور قَسم پر دھوکہ کھا جاتے تو ممکن تھا۔ کیونکہ نیکوں کے نیک گمان ہوتے ہیں۔ نیک آدمی فریبیوں کی باتوں پر اپنے نیک گمان کے سبب غلطی کھا سکتے ہیں۔ شیطان نے تو حضرت آدم سے قَسم کھائی تھی۔ جیسے آیت ذیل سے ظاہر ہے۔

[۱] وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ (الاعراف: ۲۲،۲۳)

مگر حضرت آدم نے شیطان کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور نہ شیطان کے دھوکے میں آئے ہاں جب آدم درخت ممنوع کی ممانعت بھول گئے۔ جیسے عنقریب آتا ہے اور اس درخت کو استعمال کر چکے تو اس نسیان اور عدم حزم اور عدم احتیاط کے باعث اس ملک کے قیام سے روکے گئے جہاں مقیم تھے۔

[۲] اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا (البقرۃ: ۳۹)

۱۔ ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر انہیں دھوکے کی راہ دکھائی۔

۲۔ یہاں سے سب کے سب نکل جاؤ۔

یہ حکم اللہ تعالیٰ کے فضل کا نشان تھا۔حضرت آدم غالباً ہند بلکہ سراندیب میں چلے آئے جیسے جابر،ابن عمر سیدنا علی اور جماعت صحابہ اور تابعین اور مَنْ بَعْدَھُمْ سے مروی ہے۔کیونکہ جس مکان پر کسی سے غلطی ہوتی ہے وہ منحوس جگہ اس قابل نہیں ہوتی کہ محتاط لوگ وہاں رہیں۔علاوہ بریں ایسے مکان سے ہجرت کرنا آئندہ کے واسطے ہشیار اور خبردار بنا دیتا ہے۔ہاں حسب اپنشدہائے بید ملائکہ یعنی دیوتا ملزم ہو سکتے ہیں کیونکہ ’’سُر (یعنی فرشتے) با اُسر کہ شیاطین باشند برائے جنگ کردن باہمدگر جمع میشوند‘‘ (اپنشد چھاندوک ادیہائے اوّل)

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ دیوتا اور سروں کو آدم کے خلیفہ بنانے پر جب یہ فرمایا۔[1] اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔(البقرة:۳۱)

اس دعوے کی نہایت لطیف دلیل بتائی۔دعویٰ تو یہ فرمایا کہ بے ریب میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور اس دعویٰ کا ثبوت یوں دیا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرة: ۳۲)

آدم کو چیزوں کے نام سکھائے اس تعلیم سے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو دی اتنا تو ثابت ہوا کہ جو چیز آپ کو سکھائی گئی وہ فرشتے نہیں جانتے تھے۔اگر وہ جانتے تو اس چیز کے بنانے سے عاجز آ کر یہ نہ کہتے۔

[2] سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرة:۳۳)

آدم کو ایسی بات تعلیم کر دینی جس کا علم فرشتوں کو نہ ہو۔ضرور اس کا مثبت ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ کچھ جانتا ہے جسے فرشتے نہیں جانتے۔اگر فرشتے جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اگر آدم کو پڑھا دیا تھا گو ہم نے مانا کہ علیحدہ پڑھایا تھا۔تو واجب تھا کہ فرشتے بدوں اس کے کہ خدا سے پڑھتے بتلا دیتے۔اور اگر نہ بتلا سکے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ

---

۱ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

۲ تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔

اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (البقرۃ: ۳۱)

بالکل سچ تھا۔ جب وہ ایسا علیم تھا کہ فرشتے اس کے علوم سے بے خبر ہیں تو اس کے کسی فعل پر کسی کو خواہ ملائکہ کیوں نہ ہوں اعتراض کا موقع نہیں۔

چونکہ حضرت آدم کی خلافت ان کے کمال علمی کے باعث ثابت ہوگئی اور علمی کمال بطریقِ اَولیٰ تسبیح اور تحمید کا باعث ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم نے کہا۔

[1] اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۹)

[2] یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ (المجادلۃ:۱۲)

تو حضرت آدم ملائکہ سے بڑھ گئے اور ان پر فضیلت پا گئے۔ جن باتوں پر خلافت کا مدار ہے اس آیت میں بیان ہوئی ہیں۔

[3] اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡہُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَۃً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰىہُ عَلَیۡکُمۡ وَ زَادَہٗ بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ (البقرۃ:۲۴۸)

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ اس خلیفہ اور حاکم کی اطاعت کرو۔ الٰہی خلفاء کی تابعداری اور فرمانبرداری انسانی ضرورت، تمدن اور سیاست کا لابدی مسئلہ ہے۔ اسی واسطے جامع العلوم کتاب قرآن کریم اس بارے میں حکم دیتی ہے۔

[4] اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (النساء:۶۰)

۱۔ اللہ کے بندوں سے جو اللہ سے ڈرتے ہیں وہ جاننے والے ہی ہیں۔

۲۔ جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا۔ اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔

۳۔ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم پر اس کی بادشاہی کیونکر ہو سکے گی بلکہ ہم اس کی نسبت بادشاہی کے زیادہ حق دار ہیں۔ اور اس کے پاس مال کی طرف سے کوئی وسعت نہیں۔ اس نے کہا اللہ نے اسے تم پر چن لیا اور اسے علم و جسم دونوں میں کشائش دی ہے۔

۴۔ اللہ اور رسول کی اور حاکموں کی اپنے اطاعت کرو۔

تمام مذاہب میں یہ امر مسلّم ہے کہ عبادت نام ہے اللہ تعالیٰ کی آ گیا کے پالن کرنے یعنی اس کا فرمانبردار ہونا جب باری تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو آدم کو سجدہ کرنا اور اس کی آ گیا کا پالن کرنا درحقیقت باری تعالیٰ کی جناب کو سجدہ تھا نہ آدم کو۔ سچ ہے۔

[1] مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۱)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے خلفاء کی فرمانبرداری بھی خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اور حکام وقت کے بھلے حکموں اور اچھے ارشادوں کی اطاعت حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہی اطاعت ہوا کرتی ہے۔

سجدہ کا لفظ اسلامی شرع میں ایک وسیع لفظ ہے اُس کے معنے سمجھنے کے لئے ان آیات و محاورات پر غور کرو۔

[2] وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (النحل:۵۰)

[3] وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الرعد:۱۶)

سجدہ کا لفظ عرب کی لغت میں انقیاد اور فرمانبرداری کے معنے دیتا ہے زید الخیل عرب کا ایک مشہور شاعر ایک قوم کی بہادری کا تذکرہ کرتا ہے اور کہتا ہے اس بہادر قوم کے سامنے ٹیلے اور پہاڑ سب سجدہ کرتے ہیں یعنی فرمانبردار ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی اس قوم کو روک نہیں سکتی۔

بِجَمْعٍ تُضِلُّ الْبُلْقَ فِيْ حُجُرَاتِهٖ
تَرَى الْاُكْمَ فِيْهَا سُجَّدًا لِلْحَوَافِرِ

وَالسُّجُوْدُ التَّذَلُّلُ وَالْاِنْقِيَادُ بِالسَّعْيِ فِي تَحْصِيْلِ مَا يَنُوْطُ بِهٖ مَعَاشَهُمْ۔ فتح

---

[1] جس نے اس رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
[2] آسمانوں اور زمین کی اشیاء اللہ کو سجدہ کرتی ہیں۔
[3] آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

تفسیر مدارك میں ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا (البقرة:۳۵)

ای اخضعوا له واقرؤا بالفضل له

(تفسیر النسفی المسمّٰی بمدارك التنزیل زیر آیت سورة البقرة: ۳۵)

غرض آدم علیہ السلام وہاں رہے اور ہر طرح اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا تھا کہ انگور یا الشجر اور انجیر کے پاس بھی نہ جانا۔

[1] وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرة:۳۶)

سعید بن جبیر، سدی، شعبی، جعدہ بن ہبیرہ، محمد بن قیس، عبداللہ بن عباس، مرہ ابن مسعود اور کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے کہ وہ انگور کا درخت تھا۔ مدارک میں لکھا ہے کہ یہی درخت تمام فتنوں کی جڑھ ہے۔ اور منذر بن سعید نے اپنی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے۔ جیسے امام ابن قیّم نے حادی الارواح میں بیان کیا۔ اور وہ جنت جس میں آدم علیہ السلام رہے وہ زمین پر تھا۔ غور کرو دلائل ذیل پر

والقول بانها جنةٌ فی الارض لیست بجنة الخلد۔ قول ابی حنیفه واصحابه رضی اللّٰه عنه

و هذا ابن عیینة بقول فی قوله عز و جل وان لك ان لا تجوع فیها ولا تعری قال یعنی فی الارض۔ وابن عیینة امام وابن نافع امام و هم (ای المنکرون) لا یاتوننا بمثلهما۔

اور امام ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں فرمایا ہے۔

[2] خلق آدم و زوجة ثم ترکهما و قال اعتمروا واکثروا واملئوا الارض و تسلطوا علی الوان البحور و طیر السّمآء والانعام و عشب

[1] اور ہم نے کہا اے آدم تو اور تیری بی بی اس جنت میں رہو اور جہاں چاہو اس میں سے کھاؤ پر اس درخت کے نزدیک نہ جائیو کہ گناہگار ہو جاؤ گے۔

[2] آدم اور اس کی بی بی کو پیدا کر کے فرمایا جاؤ آباد ہو بڑھو پھولو اور زمین کو بھر دو اور طرح طرح کے دریاؤں، آسمان کے پرندوں، مویشیوں، زمین کی گھاس پات اور اس کے درخت وثمر سب پر قابض ہو جاؤ پھر کہتا ہے کہ وہ (جنت جہاں یہ پیدا ہوئے اور یہ حکم ہوا) زمین میں ہے پھر کہتا ہے فردوس کو بنایا اور اس میں چار نہریں بنائیں، سیحون جیحون، دجلہ، فرات۔

الارض و شجرھا و ثمرھا۔ فاخبر انہ فی الارض۔ ثم قال و نصب الفردوس فانقسم علی اربعة انھار۔ سیحون و جیحون و دجلہ و فرات۔

و قال منذر بن سعید۔ ھذا وھب بن منبة یحکی ان آدم علیہ السلام خلق فی الارض و فیھا سکن و فیھا نصب لہ الفردوس و انہ کان بعدن ان الاربعة الانھار انقسمت من ذالك النھر الذی کان یسمّی فردوس ادم و تلك الانھار معنا فی الارض لا اختلاف بین المصلین فی ذالك فاعتبروا یا اولی الالباب۔

اور اِھۡبِطُوۡا کا لفظ ایسا ہے جیسا اِھۡبِطُوۡا مِصۡرًا میں ہے۔ ہاں تو ان دلائل پر بھی غور کرنی چاہیئے

(۱) جنت الخلد جس میں نیک لوگ موت کے بعد داخل ہوں گے اس کی صفت میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ وہ **دار المقام** ہے وہ ایسی جگہ ہے جہاں داخل ہو کر پھر لوگ نہ نکلیں گے۔ اور آدم علیہ السلام جس جنت میں رہے وہاں سے نکالے گئے۔

(۲) جنت الخلد دار تکلیف نہیں اور جہاں آدم علیہ السلام رہتے تھے وہاں درخت کے نزدیک جانے سے ممانعت اور شرعی تکلیف ان پر قائم تھی۔

(۳) جنت الخلد کو اللہ تعالیٰ دار السلام فرماتا ہے۔ اور آدم اور حوّٰا علیہما السلام جہاں رہے وہاں سے سلامت نہ نکلے۔ وہ جگہ ان کے لئے دار السلام نہ ہوئی۔

(۴) جنت الخلد کا نام دار القرار ہے اور جہاں آدم علیہ السلام اقامت پذیر تھے وہ مقام ان کے واسطے دار الزوال ہو گیا۔

(۵) جنت الخلد کی تعریف میں آیا ہے وَ مَا ھُمۡ مِّنۡھَا بِمُخۡرَجِیۡنَ (الحجر:۴۹) اور جہاں آدم علیہ السلام رکھے گئے وہاں سے نکلے یا نکالے گئے۔

(۶) جنت الخلد کی نسبت آیا ہے۔[۱] لَا یَمَسُّھُمۡ فِیۡھَا نَصَبٌ (الحجر:۴۹) اور جہاں آدم علیہ السلام رکھے گئے یا مقیم ہوئے وہاں ان کو تکلیف پہنچی۔

---

[۱] اس میں ان کو کوئی کوفت نہ ہوگی۔

(۷) **جنت الخلد** کی نسبت جس کو بہشت کہتے ہیں وارد ہے[۱] لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْثِيْمٌ (الطور: ۲۴)۔اور جہاں آدم علیہ السلام رہتے تھے وہاں شیطان نے لغواور گناہ کیا۔

(۸) **جنت الخلد** کی نسبت آیا ہے[۲] لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (النبا: ۳۶) اور جہاں آدم علیہ السلام رہے وہاں جھوٹ سنا۔

(۹) **جنت الخلد** آسمان میں ہے اور جس جنت میں آدم رہے وہ زمین میں ہے جیسے کہا ہے اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرة:۳۱) اور نہیں فرمایا۔ فِی السَّمَآءِ اَوْ جَنَّةَ الْمَاْوٰى۔

(۱۰) **جنت الخلد** میں شیاطین کو دخل نہیں اور ان کی خبیث باتیں وہاں نہیں پہنچ سکتیں [۳] اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (فاطر:۱۱)۔

غرض آدم علیہ السلام اس ملک میں رہے۔ اور شیطان ان سے عداوت کرتا رہا۔ انگور یا اس درخت کے کھانے کے بہانے بتاتا رہا جس کی ممانعت تھی جیسے آیات ذیل میں ظاہر ہے۔

[۴] فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ (الاعراف:۲۱،۲۲)

[۵] قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى (طٰہٰ:۱۲۱)

مگر شیطان کے کہنے پر آدم علیہ السلام نے کبھی عمل نہ فرمایا اور اس بے ایمان کے قول پر

۱؎ جنت میں بدکاری اور بہکنا نہیں۔
۲؎ اس میں لغو اور جھوٹ نہ سنیں گے۔
۳؎ اس کی طرف پاک باتیں صعود کرتی ہیں۔
۴؎ پھر شیطان نے ان میں بدخیال ڈالنے شروع کئے اس لئے کہ ان کی پوشیدگی کو ظاہر کر دے اور کہا کہ تمہارے خداوند نے تمہیں اس درخت سے اس واسطے روکا ہے کہ (اس کے استعمال سے) فرشتے یا سدا زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور ان سے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔
۵؎ اور کہا اے آدم میں تمہیں ہمیشگی کا درخت اور غیر فانی بادشاہی دکھلاؤں۔

کبھی نہ چلے اور شیطان کا ان پر کوئی زور اور دخل نہ تھا اور نہ شیطان خالق شر تھا نہ اس کا کوئی تسلط آدم علیہ السلام پر تھا۔ دیکھو

[۱] فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ (النحل: ۹۹تا۱۰۱)

[۲] وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ (إبراهيم: ۲۳)

[۳] قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ (القصص: ۶۴)

ہاں ایک جگہ شیطان نے کہا ہے۔

[۴] فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (الأعراف: ۱۷)

[۵] قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (الحجر: ۴۰، ۴۱)

مگر شیطان کی تابعداری وہی کریں اور اس کے قول کو وہی حجت پکڑیں جو اسے مانیں۔

---

۱ جب تو قرآن پڑھے راندہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ۔ یادرکھو اس کو مومنوں اور اپنے رب پر توکل کرنے والوں پر کوئی قدرت نہیں۔ اس کا بس تو ان پر چلتا ہے جو اسے دوست رکھتے اور اس کے ساجھی ہیں۔

۲ جب فتویٰ لگ چکا شیطان بولا اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا۔ وعدہ تو میں نے بھی کیا پر خلاف کیا اور میرا تم پر کوئی تصرف نہ تھا ہاں اتنی بات ہے کہ میں نے بلایا تم نے مان لیا سو اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو کرو۔

۳ ان لوگوں نے جن پر سزا وارد ہوئی کہا اے ہمارے رب یہی لوگ ہیں جنہیں ہم نے بہکایا۔ ہم بھی بہکے انہیں بھی بہکایا تیری ہی دوہائی ہے یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔

۴ تو نے مجھے بہکایا تو ہی اب میں ان کے لئے تیری سیدھی راہ کو گڈمڈ کروں گا۔

۵ اب جو تو نے مجھے راندیا میں زمین میں بری راہوں کو ان پر سجاؤں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا ہاں تیرے مخلص بندوں پر میرا زور نہ چلے گا۔

شیطان کے کلمات کی نسبت قرآن کریم کا فتویٰ یہ ہے۔

[۱] وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (النساء:۱۲۱)

بلکہ شیطان نے خود بھی اپنے تئیں بغاوت کا ملزم ٹھہرایا جیسے گزرا بلکہ ہر بدکار اپنی بغاوت اور سرکشی اور نافرمانی اور غوائتہ میں ہرگز ہرگز باری تعالیٰ کی قدوس ذات پر ظلم اور جبر کا الزام نہ لگادے گا اور جب پوری راستی سے اظہار دے گا تو یہی کہے گا [۲] اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا (القصص:۶۴) کیونکہ اللہ تعالیٰ بجبر کسی سے شر اور برائی نہیں کراتا۔

اگرچہ آدم علیہ السلام شیطان کے کہنے پر نہ چلے۔ مگر مدت کے بعد وہ درخت کے پاس جانے کی الٰہی ممانعت کو بھول گئے ایسی بھولوں سے بچنے کے واسطے باری تعالیٰ نے ہمارے ہادی اور سردار عالم رحمت عالمیاں کو قرآن کریم کے یاد رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کا قصہ فرمایا ہے۔

[۳] وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ٘ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ:۱۱۵،۱۱۶)

اور اُسی نسیان پر آدم علیہ السلام کو [۴] عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (طٰہٰ:۱۲۲)

فرمایا اور چونکہ اصل مبدء اور اس نسیان کا باعث وہی مکالمہ شیطان تھا اور اسی گفتگو کا زنگ تھا آدم علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا۔

[۵] فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (البقرة:۳۷)

کتاب خازن کی تفسیر میں لکھا ہے۔

۱؎ شیطان کے وعدے ان سے نری دھوکہ بازی ہے۔

۲؎ ہم تو ڈوبے تھے پر انہیں بھی لے ڈوبے۔

۳؎ اور جلدی مت کر قرآن سے قبل اس کے کہ اس کی وحی تجھ پر پوری ہو اور کہو اے رب مجھے علم زیادہ دے۔ اور ہم نے آدم سے عہد کیا وہ بھول گیا اور اس میں اس کا کوئی قصد نہ تھا۔

۴؎ آدم نے اپنے رب کا عصیان کیا اور بہک گیا۔

۵؎ ان کو شیطان نے پھسلانا چاہا۔ اور پھر ان کو جہاں وہ تھے وہاں سے نکال دیا۔

اَزَلَّ۔اَیْ اِسْتَزَلَّ آدم و حوا او دعاھما الی الزلۃ و ھی الخطیئۃُ۔

(کتاب التأویل، تفسیر خازن تفسیر سورۃ البقرۃ زیر آیت فازلھما الشیطان)

غرض آدم علیہ السلام اس ملک سے چل دیئے اور کسی اور زمین میں جا کر آباد ہوئے۔ توریت شریف میں لکھا ہے ’’خداوند خدا نے آدم علیہ السلام کو لے کے باغ عدن میں رکھا کہ اس کی باغبانی اور نگہبانی کرے‘‘ (پیدائش ۲ باب۔۱۵) اور پیدائش ۳ باب ۲۴ آیت میں ہے اس نے آدم کو نکال دیا اور باغ عدن کے پورب کی طرف کروبیوں کو جو چمکتی تلوار کے ساتھ چاروں طرف پھرتے تھے مقرر کیا تو غالباً یہ وہ مکان تھے جہاں قائن جا کر آباد ہوا۔ سو قائن خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے پورب کی طرف نود کی سرزمین میں جا رہا۔ (پیدائش ۴ باب۔۱۶) اور یہ بھی فرمایا کہ ہم اس واسطے تم کو نکالتے ہیں کہ تم لوگوں میں باہمی عداوت ہے۔ اور باہمی عداوت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آخر کچھ قوموں کو نکلنا پڑتا ہے۔ سو چو آریہ ہند میں کس طرح آئے مقام تامل اور غور ہے۔ اب بھی اگر نا عاقبت اندیشوں کے باعث محرم دوسہرہ وغیرہ کے فساد ہوتے رہے تو بہت ساروں کو حکم ہوگا پورٹ بلیر چلے جاؤ اور یوں مجبوراً

[1] وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ (پورٹ بلیر) مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرۃ:۳۷) کی تعمیل کرنی پڑے گی۔

مکذّب۔ ’’عام محمدیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا سے خیر اور شیطان سے شر آفریدہ ہے‘‘ نمبر صفحہ ۲۵

مصدق۔ ہرگز یہ اعتقاد محمدیوں کا نہیں اور کہیں یہ تفریق قرآن کریم میں نہیں لکھی اور نہ کسی حدیث صحیح میں آئی ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت شریفہ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ (المائدۃ: ۹۲) سے اتنا نکلتا ہے کہ شیطان ایسا ارادہ کرتا ہے مگر اس سے یہ کیسے نکلا کہ وہ خالق شر ہے؟ اور سورہ یٰسٓ کی آیت وَلَقَدْ اَضَلَّ (یٰسٓ: ۶۳) سے بھی خلق ثابت نہیں ہوتا۔ غور کرو سورۃ ابراھیم۔

---

[1] ہم نے کہا چلے جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتاؤ کرنا ہے۔

لے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (إبراهيم:۳۶،۳۷)

اَضْلَلْنَ کا لفظ قابل غور ہے اس لئے کہ اضلال اور گمراہ کرنے کی نسبت بتوں اور پتھروں کو دی گئی جن میں گمراہی کے خلق کرنے کا ارادی مادہ بالکل نہیں بلکہ محض بے جان بے ضرر چیزیں ہیں۔

مکذب صفحہ ۴۹۔ ’’جس مذہب میں اعتراض کرنا یا شک لانا کفر کا نشان ہے اُس ایمان بِالجبر یا ایمان بالُمَکر کا خود اس کی زبان سے ہی بدیہی البطلان‘‘۔

مصدق۔ یاد رہے جبر اور اختیار یہ دونوں ناقص اور مہمل الفاظ ہیں۔ جبر یہ ہے کہ کسی کا دل نہ چاہے اور زور کے ساتھ اس سے کام لیا جاوے۔ باری تعالیٰ اس طرح کسی شخص سے بجبر اعمال صالح یا بُرے کام نہیں کراتا۔ کیونکہ جابر ظالم ہوتا ہے اور باری تعالیٰ کی ذات پاک اس الزام سے بری ہے قرآن نے اسی واسطے یہ دونوں لفظ چھوڑ دیئے ہیں اور تقدیر پر اعتراض کرنے والوں کو خوب جواب دیا ہے جیسے فرمایا ہے۔

۲ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ

---

۱ اور جب کہا ابراہیم نے اے رب اس شہر (مکہ) کو بامن بنانا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کے پوجنے سے بچائے رکھنا۔ اے رب! ان بتوں نے بہتیرے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔

۲ مشرک بول اٹھیں گے اگر اللہ چاہتا ہم اور ہمارے باپ دادے نہ تو شرک کرتے اور نہ کسی شئ کو حرام کرتے ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی کہا یہاں تک کہ ہماری سزا کا مزا چکھا۔ اے نبی! ان سے کہہ تمہارے پاس کوئی اس بارہ میں علم ہے تو لاؤ ہمیں نکال کر دکھاؤ تم تو ظن کے پیچھے لگے ہو اور اٹکلیں لگا رہے ہو۔ اے نبی! کہہ (جب تمہارے پاس اس اپنے دعویٰ کی کہ اللہ کی مرضی سے شرک ہوتا ہے کوئی دلیل نہیں اور تم جھوٹے نکلے) تو پورا غلبہ اللہ کو حاصل ہے اگر اس کی مشیت ہوتی تو تمہیں ہدایت دیتا (نہ یہ کہ شرک کرواتا جیسا تمہارا گمان ہے)۔

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (الانعام:۱۴۹،۱۵۰)

خلاصہ مطلب۔ اگر ذات بابرکات باری تعالیٰ کا ارادہ ہو کہ خواہ مخواہ انسان کو ایک طرف کھینچے تو ایسی مقدس ذات سے بعید ہے کہ انسان کو گمراہی وشرک کی طرف لے جاوے بلکہ کیوں نہ سب کو ہدایت پر لا کر فرشتے ہی بنا ڈالے۔ مگر جب اُس نے انسان کو علی العموم ہدایت پر مجبول نہیں فرمایا اسی سے یہ بھی قیاس کر لینا چاہیے کہ اس نے انسان کو گمراہی پر بطریقِ اَولیٰ مجبول نہیں کیا یا مجبور نہیں فرمایا۔ اس طریق کا نام استدلال بِالا ولیٰ ہے۔ اور یہی استدلال قرآن کریم کا خاص طرز ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک استطاعت بخشی ہے اور ایک قدرت عنایت فرمائی ہے۔ اسی قوت پر انسان کو مکلّف بنایا ہے۔ اور اس پر جزا اور سزا کو مرتب کیا ہے۔ حضرت مخدوم مکرم جناب مرزا صاحب نے براہین میں لکھا ہے۔ فرقان مجید ہر ایک اصولی اعتقاد کو جو مدار نجات ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے۔ (۱) جیسے وجود صانع عالم کا ثبوت (۲) توحید کا ثبوت (۳) ضرورت الہام احقاق حق اور ابطال باطل۔ یہ امور فرقان کے من جانب اللہ ہونے پر بڑی دلیل ہیں۔ اس کے جواب میں مکذب صاحب آریہ کے چوتھے نیم کو یاد دلاتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ ’’سچ کے اختیار کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں سر دتھا ادت رہنا چاہئے‘‘۔ پھر کچھ اور داد خوش فہمی دی ہے اور کہا ہے۔ ’’جس مذہب میں شک کرنا کفر ہے ایسے ایمان بالجبر یا ایمان بالمکر کا خود اس کی زبان سے ہی بدیہی بطلان ہے‘‘۔ پھر قرآن کریم پر حملہ کرنے کی وجہ میں کہا ہے۔ ’’جب تک سچائی کے مقابلہ جھوٹ کو لاکر کامل شکست نہ دی جائے تب تک راستی کے جوہر انکشاف نہیں پاتے اور نہ تسلی کامل پہنچاتے ہیں‘‘۔

پھر مکذب نے دیانند کی تعریف اور ان کے چمنستان کی خوبی بیان کر کے امور مرقومہ بالا میں موازنہ قرآن ووید پر قلم اٹھایا ہے۔

پھر مکذب نے وجود صانع پر سات دلائل لکھے ہیں۔ جن کو میں ایک ایک کر کے

بیان کرتا ہوں ۔ پہلے ۔

(۱)’’نجات یا مکتی کے واسطے اصل مقصود یا پرم ات کرسٹ یا سب کے جاننے یوگ سرب بیا پک پرتما ہے۔سب کو پوری پرتین سے اس کے حصول یا پراپتی کے لئے کوشش اور تین کرنا چاہیئے ۔اس کے گیان سے پرم انند میں رہ سکتے ہیں۔ست ودیا ہی سے اس کا گیان ہوتا ہے اور گیان ہی سے پرماتما کا جاننا ہے جس طرح اکاش میں نیتر اور سورج کی بیاپتی اور پرکاش آس من تات بیاپت ہے۔ایسے ہی برہم سب جگہ پرپتی پورن ایک رس بیا پک ہے اس کی پراپتی سے جیو سب دکھوں سے چھوٹتا ہے اور کسی طرح نہیں‘‘۔

پھر مکذب نے اس بڑی دلیل کی اور بھی زیادہ تفصیل کی ہے۔

(۱) ایشر ہی کے گیان سے مکتی اور اس سے اعلیٰ سوکھ حقیقی انند یا زیادہ مدارج ترقی انسان کے واسطے کوئی نہیں ہے۔

(۲) جانی سوکھ اور شہوی یا اگیانی لذائذ کا اس میں نام ونشان بھی ندارد ہے۔

(۳) ایشر محسوس نہیں اور نہ محدود ہے۔اس کا کوئی خاص مکان یا تخت نہیں اور نہ اس کی حاضری کے واسطے کسی عرض بیگی کی ضرورت ہے۔ بلکہ وہ سرب بیا پک ہے۔

(۴)ودیا گیان کا ذریعہ اور گیان مکتی کا۔ پس مکتی کا نتیجہ پرماتما کی پراپتی ہے۔اس سوکھم بات کے جاننے کے واسطے ایک ایسی ہی سوکھم دلیل کی ضرورت تھی جو ایشر کی طرف سے ہدایتاً دی گئی۔ پرمیشر آگیا دیتا ہے کہ جس طرح سے آکاش میں نیتر کی بیاپتی ہے اور محسوس نہیں ہوتی۔ بصارت اپنا کام چلا رہی ہے اور دکھائی نہیں دیتی جس طرح سوریہ کا پرکاش اکاس میں اس میں تات بیاپت ہے اور زیادہ سوکھم ہونے سے اکاس استھ پدارتھ اس کی ماہیت کو نہیں جانتے ویسے ہی ایک مہان شکتی مان پرماتما انتظام عالم کا کر رہا ہے۔مگر سورج کی طرح جڑھ نہیں اور نہ ایک ویشی ہے چونکہ فانی نہیں اس واسطے محسوس بھی نہیں مگر سرب بیا پک چیتن اور

سرب شکتی مان ہے"۔انتھیٰ۔

ناظرین غور فرمائیں۔ ہاں خوب غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس کی پاک کلام کی بے ادبی اور اس کے مقابلہ میں ہٹ اور ضد کا کیا برا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور کس طرح راستبازی کا دشمن انکاری میں تباہ ہوتا ہے۔ سوچو تو یہ کیا دلیل ثبوت ہستی صانع عالم کی ہے؟

اس منتر سے حسب ترجمہ یا تفسیر یا بیان مکذب براہین کے طرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نجات کے واسطے سرب بیا پک اور جاننے یوگ پر ماتما ہے۔ اس کے گیان سے انند ہوتا ہے جیسے سورج سب جگہ ایسے ہی برہم سب جگہ ہے۔ کوئی بتا دے کہ اس میں ثبوت صانع کی کون سی دلیل ہے یہ تو ایک نصیحت ہے۔ جو خدا کے ماننے والوں کے واسطے اس کی محبت بڑھانے میں مفید ہو سکتی ہے۔ اس بیان کو ثبوت صانع میں کوئی دخل نہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب مکذب نے شیطان کے حق میں اخوت و دوستی کے حقوق قدیم کی رعایت سے یہ موافق فیصلہ دیا۔ باغی اور دشمن حق کی اس طرف داری کے عوض میں عادل اور منصف خدا نے حق فہمی اور حق نیوشی سے مکذب کے دیدہ و گوش کور و کر کر دئے۔ انصاف کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جس نعمت کی انسان قدر نہ کرے وہ اس سے ضرور چھین لی جاوے۔

شیطان کا غلط خیال اور اس کی واہی دلیل باری تعالیٰ کے صریح حکم اور عقل کے مخالف ہے۔ کیونکہ اُسے باری تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جو اس ملک کے خلیفہ تھے سجدہ یا آگیا پالن اور فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا۔ اس عمدہ حکم کی جو تمدن کا ایک بڑا بھاری مسئلہ ہے۔ شیطان نے مخالفت کی اور یہ بیہودہ عذر تراشا۔

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (الاعراف: ۱۳)

حالانکہ حاکم کا حکم ماننا اصل محکومیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری اسی میں تھی کہ آدم کی آگیا کا پالن کیا جاتا۔ مگر ابلیس باغی نے بغاوت کی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مجبور کر کے

فرمانبردار نہ بنایا اگر ایسا کرتا تو جابر ظالم بنتا اور آریہ کا وکیل یا اس کا کوئی ہم خیال شیطان کا حامی کہتا کہ شیطان پر جبر ہوا اور شیطان کا خدا کا دیدار کرنا جو آپ نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۴۳ میں ذکر کیا ہے اس پر تعجب آتا ہے کہ آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حاکم کا دیدار فرمانبرداروں کو ہی راحت بخشتا ہے نہ کہ نافرمانوں کو۔ اگر اثبات وجود صانع میں یہ طریق اور ثبوت کافی تھا جو آپ نے یا آپ کے وید نے دیا تو کیا آپ کو قرآن کریم میں اس قسم کا ثبوت نہ مل سکا؟

(۱) نجات کے واسطے اصل مقصود سرب (محیط) بیا پک پرماتما (خدا) سب کے جاننے یوگ ہے۔	[1] اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (حٰمٓ السجدة:۳۱) فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (الزمر:۳) وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس:۱۱)
(۲) اُن کے گیان (علم) سے پرم انند (بڑی خوشی) میں رہ سکتے ہیں۔	[2] مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرة:۶۳)
(۳) اصل مقصود	[3] وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبة:۷۲)
(۴) وہ سرب (محیط) بیا پک ہے۔	[4] وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (النساء:۱۲۷) وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید:۵)

[1] جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر وہ مستقیم ہو گئے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ خوف و غم نہ کھاؤ۔ اور اللہ کی عبادت کرو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے توحید کو۔ اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ اللہ رب العالمین کی ستائش ہے۔

[2] جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور عمل صالح کئے رب کے پاس ان کا اجر ہوگا۔ اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غم کھائیں گے۔

[3] اور اللہ کی رضامندی تو سب ہی سے بڑی ہے۔

[4] اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ اور وہ جہاں ہو تمہارے ساتھ ہے۔

(۵) سب کو پوری پرتین سے اس کے حصول کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔	۱ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت :۷۰)
(۶) فانی سکھ اور شہوے یا آ گیا (جہالت) کے لذائذ سے پاک ہے	۲ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ (الحشر: ۲۴)
(۷) ایشر محدود نہیں۔	۳ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام: ۱۰۴) وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (طٰهٰ:۱۱۱)
(۸) اُس کی بارگاہ میں کسی عرض بیگی کی حاجت نہیں۔	۴ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَاۤءِ شُفَعَاۤؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس:۱۹)

ہاں کچھ اور بھی سن لیجئے۔

اول: سورج یا بصارت کا پرکاش جس طرح ہوتا ہے اس کا پتہ تو کچھ سائنس سے لگ سکتا ہے۔

دوم : یہ ظہور اور پرکاش محدود ہے۔

سوم: کوئی اعلیٰ درجہ کا ظہور نہیں بلکہ عقل اور فہم کا پرکاش اس سے سوکھم اور لطیف ہے۔ قرآن کریم نے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام: ۱۰۴) فرما کر اور ساتھ ہی یہ کہہ کر لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ: ۱۲) اپنے پیروؤں کو تشبیہ سے

۱ اور جو لوگ ہم میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہیں بتائیں گے۔ اور اللہ اخلاص والوں کے ساتھ ہے۔

۲ وہ وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ قدوس سلام ہے۔

۳ آنکھیں اس کو ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کو ادراک کرتا ہے اور علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

۴ اور اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پوجتے ہیں جو ان کو ضرر و نفع دے نہیں سکتے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہمارے شفیع ہوں گے تو کہہ کیا تم اللہ کو وہ کچھ بتاتے ہو جو وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا وہ تمہارے شرکوں سے بلند و برتر ہے۔

بچالیا[۱]۔ اگر آریہ کا چوتھا اصل سچا، عمل کے قابل، صداقتوں پر مشتمل ہے۔ اگر آپ راستی کے لینے پر ہر وقت مستعد ہیں تو انصاف کیجئے۔ کیا قرآن کریم ردو انکار کے قابل ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

اب میں اس ویدک منتر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کرتا ہوں جس کو مکذب نے وجود باری تعالیٰ کی دلیل سمجھ کر وید سے تکذیب براہین احمدیہ میں درج کیا ہے۔

تَدُ وِشْنُوُ پَرَمْ پَدَمْ سَدَا پَشْیَنْتِی

اس محیط کے عمدہ مقام کو ہمیشہ دیکھتے ہیں

سُوُرِیَہ دَوِیُ وَ چَکّھَیُوُ رَاتَتَسْتَم

عالم لوگ آسمانی فضا میں مانند آنکھ یا سورج کے لنبا

(مطلب) علم والے محیط الکل خدا کے اچھے مقام کو لنبی نظر یا سورج کی مانند دیکھتے ہیں۔

---

[۱] نوٹ۔: قدیم سے اب تک ہر ایک قوم نے ناقص یا کامل طور پر کسی نہ کسی پیرائے سے وجود باری تعالیٰ کا اقرار ضرور کیا ہے اگر علی العموم نگاہ کی جاوے تو محض وجود حق سبحانہ وتعالیٰ اقوام عالم میں غیر متنازع فیہ ثابت ہوتا ہے۔ ہاں قوموں نے اور قریباً کل قوموں نے جس امر میں نہ سنبھلنے کے قابل ٹھوکر کھائی وہ مسئلہ صفات ہے۔ اسی اتنا کہہ دینے سے کہ خدا ہے کوئی فائدہ تو مترتب نہیں ہوسکتا۔ وہ کیسی ذات ہے اس کو یعنی اس کی صفات کو عالم سے مخلوقات عالم سے کیا مناسبت کیسا تعلق واقع ہوا ہے۔ انتظام عالم جذبات انواع مخلوقات خصوصاً نوع انسانی کے قویٰ کے تقاضاؤں اور میلانوں کی ہیئت کذائی کس قسم کی صفات والا خدا چاہتی ہے۔ صرف یہی ایک راہ ہے جس پر دنیا کے کسی مذہب نے کوئی روشنی نہیں ڈالی بلکہ ہر ایک نے اپنی اپنی نوبت پر اسے اور بھی دھندلا کیا ہے۔ عیسائیوں نے خدا کو اس طرز پر بیان کیا کہ قالب انسانی میں پورا ڈھال کر ویسی ہی ضعیف اور ناقص ہستی ثابت کر دکھایا اور تشبیہ کی تاریک راہ اختیار کر کے سالک طریق کو حیرت میں ڈال دیا۔ ہندوؤں (دی سو کالڈ آریہ) نے یہ غضب ڈھایا کہ ایک خیالی اور محض وہمی وجود کے ماننے پر قناعت کی اور صفات کاملہ سے اس پاک ذات کو قطعاً معطل کر دیا کہ ''مادہ عالم اور ارواح اس کی مخلوق ہی نہیں۔ اور وہ روح کے اصلی تقاضا یعنی سرمدی نجات دینے پر قادر نہیں'' وغیرہ اس عظیم الشان مِسٹری (راز) کو کھولا ہے تو اس مہیمن کتاب فرقان حمید نے کھولا ہے کہ وہ صانع، خالق، رازق، رب، قادر، رحمٰن، رحیم، سمیع، بصیر ہے اور ان صفات میں کامل ہے۔ اور یہ اور ان کی مانند دیگر صفات ایسی ہیں جنہیں عالم کی ضروریات کے سرانجام کے ساتھ پوری مناسبت ہے۔ اس پر بھی ہر قسم کے ممکن ظنون اور محتمل شبہوں کے مٹانے کو فرمادیا۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ: ۱۲) سارا قرآن کریم مسئلہ صفات کے اکمل طور پر واضح کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور طالبان نجات کو بتاتا ہے کہ ان کا منجی خدا کیسا ہونا چاہیئے۔ (عبدالکریم مصحح)

ناظرین! غور کریں اس ویدک فلسفی سے دہریہ پر کیا حجت قائم ہوسکتی ہے؟ اب قرآن کے دلائل اور آیات وجود صانع عالم سنئے۔ مگر قبل اس کے کہ اصل مقصود شروع کیا جاوے تھوڑا بطور تمہید کے بیان کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

(۱) اثبات صانع میں لوگوں نے کبھی امکان اجسام سے استدلال کیا ہے۔ کبھی امکان صفات اجسام سے گاہے حدوث اجسام سے کسی وقت حدوث صفات اجسام سے اور ظاہر ہے کہ ان دلائل کا مدار مسئلہ ترجیح بلا مرجح کے ابطال پر ہے یا دور تسلسل کے امتناع پر اور یہ دونوں راہیں بڑی دور دراز ہیں بلکہ یوں کہیئے کہ ایسی مشکل ہیں کہ ان پر چلنے سے عامہ خلق کا منزل مقصود پر پہنچ جانا وید کے سمجھنے کی طرح مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

(۲) علاوہ بریں اثبات مطالب میں منطقی اور فلسفی مزاج لوگ قیاس تمثیلی سے دلیل پکڑتے ہیں یا قیاس شمولی سے حالانکہ ان قیاسات کا مدار تماثل اجسام پر ہے یا ایسے چند امور مشترکہ کے ماننے پر جن کو کلیات خمسہ کہتے ہیں اور تماثل اجسام وکلیات خمسہ کا مسئلہ ایسا بودا اور غلط ہے جس پر ہمیشہ سلف نے انکار فرمایا اور سچے طبعیات نے اسے غلط ثابت کیا۔

قرآن کریم ہمیشہ استدلال بالاولیٰ سے کام لیتا ہے جو بالکل یقینی اور فطرت کے مناسب ہے استدلال بالاولیٰ کی مثال لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (بنی اسرائیل: ۲۴) ہے۔ اس کلمہ الٰہیہ میں حکم ہے ماں باپ کو اف تک نہ کرو۔ جس سے ثابت ہوا۔ والدین کو کسی قسم کی ایذا دینا بطریق اولیٰ اسلام میں جائز نہیں دوسری مثال سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (الجاثیۃ:۱۴) سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پتھر، درخت، جانور، سورج وغیرہ تمہارے خادم ہیں۔ یہ تو تمہارے مساوی بھی نہیں۔ پس ان کو معبود بنانا اور آپ ان کا خادم بننا بطریق اولیٰ باطل ہوگا! کیونکہ شرک میں معاملہ بالعکس ہے!!

(۳) یہ بھی یاد رہے قرآن کریم دلائل کے بیان میں انعامات اور احسانات

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا تذکرہ بھی برابر کرتا رہتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے تذکار سے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی محبت دونوں میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔

(۴) ہر ایک انسان اپنی فطرت اور جبلّت پر مکلّف ہے پس فطری دلائل ہی اصلی اور صحیح دلائل ہوں گے۔

(۵) آیات اور علامات کسی چیز کے وہ ہوتے ہیں جن کے وجود سے اس چیز کے وجود کا یقینی پتہ لگتا ہے۔جس کے واسطے یہ آیات اور علامات دلیل ہیں نشان اور علامت کسی چیز کی اپنے مدلول کے اثبات میں کسی وجہ کلیہ قضیہ کی محتاج نہیں ہوتی۔اسی واسطے قرآن مجید جن دلائل کو بیان کرتا ہے ان کا نام آیات رکھتا ہے۔میں نے دلائل نبوت میں بارہا بیان کیا ہے کہ قرآن کریم نے اثبات نبوت میں بھی بجائے لفظ معجزہ اور خرق عادت کے آیات ہی کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔

انسان جہاں تک بنظر تحقیق تجربہ کرتا جاوے اور اپنی گرد و پیش کی اشیاء کو اپنے کام میں لانے کی کوشش کرے اسے یقین ہوتا جائے گا کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیۃ:۱۴) جس کتاب میں لکھا ہے وہ پاک کتاب علاوہ بریں کہ ہم کو تمام علوم مفیدہ اور فنون راحت بخش کے سکھلانے کی راہ دکھاتی ہے یہ بھی واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ بے ریب اس کتاب کا بنانے والا تمام قدرتی اشیاء اور ان کے نتائج کا پہلے سے پورا عالم اور کامل خبیر تھا۔روزمرہ کے تجربے گواہی دے رہے ہیں۔انسان کے اردگرد کی تمام چیزیں اس کے ماتحت اور اس کی خدام ہیں۔اس عجوبۂ قدرت کی آسائش کے واسطے تمام ہمہ تن بے مزد حاضر ہیں۔

انسان کیا بلحاظ اس روز افزوں ترقی کے جو اسے حاصل ہوسکتی ہے اور کیا بایں خیال کہ وہ اپنے جدیدہ علوم وفنون ابنائے جنس کو سکھا سکتا ہے کیا بباعث اس سطوت اور تسلط کے جو اسے مخلوق پر محض فضل الٰہی سے حاصل ہے۔اگر اپنی پیدائش، اپنی ابتدائی حالت پر غور کرے تو اسے صاف عیاں ہوجائے گا کہ وہ کیسا ضعیف، بےبس، ناتواں اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے عاجز تھا۔پھر کیسا عالم،

فاضل، شجاع، زبردست ہوگیا! سمندر کے کنارے بیٹھ کر سمندر کی تہ کی حالت دریافت کرتا ہے اور سمندر کی اشیاء پر حاکمانہ تصرف جمانا چاہتا ہے یہ خاکی پتلا اپنی چاردیوار میں بیٹھا ہوا سورج، چاند اور آسمانی بروج کے قطر و محیط ناپنے کو تیار ہے یہ عجوبہ قدرت اگر بدن کے ذرات کو غور سے دیکھے تو بشرط سلامتی فطرت ضرور گواہی دے گا کہ اپنی خلق و بقا میں ہمہ تن ایک زبردست علیم وحکیم کے قبضہ قدرت میں گرفتار ہے اور اس غنی ذات کا محتاج ہے جس کو کسی قسم کی احتیاج نہیں۔ اس اثنا میں اسے اس آیت کی واقعی صداقت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔

[1] يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (فاطر: ۱۶)

بے ریب انسان اپنا خالق آپ نہیں۔ نہ اس کے ماں باپ اور اس کے خویش اقارب نے جو اسی کی استعداد کے قریب قریب ہیں اس کو گھڑ کر درست کیا۔ اپنی بدصورتی کو حسن سے بدلا نہیں سکتا۔ اپنی طول و عرض پر متصرفانہ دخل نہیں رکھتا۔ معلوم نہیں کتنی مدت سے چھری لے کر اپنا پوسٹ مارٹم کر رہا ہے پر اس غریب کو اپنے بدن کے عجائبات کا بھی آج تک پتہ نہ لگا۔ مائیکرس کوپ ایجاد کر کے کہتے ہیں پچھلوں نے پہلوں سے سبقت لی۔ مگر عجائبات انسانی پر اور بھی حیرانی حاصل کی افعال الاعضاء کے محقق اور کیمیا گر اب تک کتاب قدرت کے طفل ابجد خواں ہیں۔ صوفی، یوگی، الٰہیات، اخلاق، طبعی والے قویٰ انسانیہ کا بیان کرتے کرتے تھک گئے مگر احاطہ علم الٰہی سے قطعاً محروم چل دیئے اچھے فلاسفروں اور نیکوکار عقلاء کے گھروں میں ایسے جاہل کندہ ناتراش پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مربیوں کی عمدہ عقل کو چرخ دے دیا! اور وہ بیچارے کف افسوس ملتے رہ گئے اور ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا کہ اپنی اخلاقی ارث سے انہیں تھوڑا ہی سا بہرہ مند کر جاتے۔ بڑے بڑے مدبر اپنے عندیہ میں تدابیر کے ہر پہلو پر لحاظ کر کے مناسب وقت اور عین موافق لوازم کو مہیا کرتے ہیں۔ پھر نتائج سے محروم ہو کر اپنی کم علمی پر افسوس مگر قانون قدرت کے مستحکم انتظام کو دیکھ کر ہمہ قدرت ذات پاک کا لابُدّ اقرار کرتے ہیں۔ سلیم الفطرت دانا

[1] اے انسانو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی حمد کیا گیا ہے۔

جب تمام اپنے اردگرد کی مخلوق کو بے نقص، کمال ترتیب، اعلیٰ درجہ کی عمدگی پر پاتے ہیں ضرور بے تابی سے ایک علیم وخبیر قادر کے وجود پر گواہی دیتے ہیں۔فطرت کی اس زبردست دلیل کو غور کرو۔ قرآن مجید کیسے الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

[۱] وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ (الروم: ۲۱)

ان کلمات میں قرآن ان آیات صانع عالم کی طرف توجہ دلاتا ہے جو انسان کی ذات میں موجود ہیں۔

ان کلمات طیبات سے پہلے اوراس دلیل سے اول اللہ تعالیٰ نے اپنی قدوسیت ہر ایک نقص سے پاک ہرایک صفت کاملہ کے ساتھ متصف ہونے کا اظہار اور عبادت کی تاکید کی ہے اور کہا ہے۔

[۲] فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ (الروم:۱۸،۱۹)

اس دعوے کا مدار وجود صانع پر تھا۔اس لئے وجود صانع کی دلیل بیان فرمائی اور دلیل بھی ایسی دی جس سے یہ مطلب بھی ثابت ہو گیا۔

بیان دلیل یہ ہے کہ آدمی کو دو باتیں حاصل ہو رہی ہیں اول شخص انسانی کا وجود اور اس کی بقا۔دوم بقائے نوع جو مرد عورت کے ملنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلے انعام کی نسبت فرمایا کہ انسان اپنی اصل بناوٹ پر نظر کر کے دیکھے کہ وہ مٹی سرد اور خشک ہے۔اسی سرد وخشک سے تیری گرم اور تر جسمانی روح کو پیدا کیا۔اور عیاں ہے کہ مٹی میں تو کوئی ادراک نہیں۔حرکت ارادیہ نہیں۔کوئی حیات نہیں رنگت میں دیکھے تو میلی گدری، وزن میں ثقیل، کثافت میں یکتا سبحان اللہ و لہ الحمد

۱؎ اوراس کے نشانوں سے ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم اچانک چلتے پھرتے آدمی ہو گئے۔

۲؎ اللہ کی قدوسیت بیان کرو جب تم شام کرتے اور جب تم صبح کرتے ہو اوراسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور تیسرے پہر اور جب تم ظہر کرتے ہو۔

اسی مٹی کے ذرات سے ایک مدرک متحرک بالارادہ، زندہ، نئی زندگی کے قابل انسان کی ایسی جسمانی روح بنادی جو کدورتوں سے پاک، ہلکا پھلکا، اعلیٰ درجہ کا شفّاف صاف نیر جوہر ہے۔ کس تحتانی حالت سے کس بلند درجے پر پہنچایا! پھر بے ریب وہ زبردست طاقت موجوداور بے تردد وہ قدوسیت اور حمد کے لائق ہے۔ یہ اسی ید قدرت کا نقش ہے۔ جسے اللہ، یہواہ، یزدان، اُوم، کُنجک کہتے ہیں بناءً علیٰ ہذا اس مبارک آیت کو پڑھو اور مانو۔ فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ (الروم:۱۸)۔ پھر اسی مٹی غیر مدرک غیر متحرک سے انسان کی بقائے نوع اور اس کے آرام کے لئے اسی کے جنس کی بی بی بنائی۔ اور اپنے اس ارادہ کو جو دونوں کے باہمی تعلق کی نسبت تھا غور کرو کن پیارے پیارے الفاظ میں بیان فرمایا۔

[۱] وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ (الروم:۲۲)

پھر انسانی صفات کی طرف انسانی فطرت کو توجہ دلاتا اور فرماتا ہے

[۲] وَمِنۡ اٰیٰتِہٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِکُمۡ وَاَلۡوَانِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلِمِیۡنَ (الروم: ۲۳)

مگر یاد رہے۔ انسانی صفات ایک تقسیم میں دو قسم ہوا کرتے ہیں ایک قسم انسان کے اعراض لازمہ اور دوسری قسم انسان کے اعراض مفارقہ۔ انسان کے اعراض لازمہ میں اس کی رنگت، بول چال، اشکال وخطوط ہیں ان ترابی ذرات سے مختلف انسان اگر ایک ہی رنگت ایک ہی آواز، ایک ہی بول چال ایک قسم کی اشکال اور خطوط رکھتے تو کیا ہم دوست کو دشمن سے ممتاز کر لیتے؟ کیا رات میں بلکہ دن میں کچھ اپنے اور پرائے کا تفرقہ کر سکتے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ پس جس

---

۱ اور اس کے نشانوں سے ہے کہ تم ہی میں سے تمہارے واسطے جوڑا بنایا تو کہ تم اس سے آرام پکڑو اور تمہارے درمیان دوستی اور رحمت ڈال دی یقیناً اس میں سوچنے والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

۲ اور اس کے نشانوں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور اختلاف تمہاری بولیوں اور تمہارے رنگوں کا یقیناً اس میں عالموں کے لئے نشانیاں ہیں۔

غالب طاقت نے یہ تفرقہ کر دیا۔ وہ معدوم نہیں بلکہ وہ موجود اور اس قابل ہے کہ اس کی نسبت کہیں
سُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الروم:۱۸،۱۹)

اور انسانی شخص کے اعراض مفارقہ میں سونا اور جاگنا، حرکت، سکون، کمانا وغیرہ ہیں جن کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔

[۱] وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (الروم: ۲۴)

اب دلائل انفسی کے بعد آفاقی دلائل سنئے، کس ترتیب سے یہ بیان نباہا ہے

[۲] وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (الروم: ۲۵)

[۳] وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (الروم:۲۶)

مکذب براہین نے جو دلیل ثبوت ہستی صانع پر قرآن کریم سے بیان کی ہے وہ ایسی ہے جیسے کوئی سورج کے محیط پر حرارت مرکز ارض کو دلیل ٹھہراوے۔

[۴] وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ (طٰہٰ:۱۰ تا ۱۳)

۱؎ اور اس کے نشانوں سے ہے تمہارا رات کو سونا اور دن کو اس کے فضل کی تلاش کرنا یقیناً اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لئے۔
۲؎ اور اس کے نشانوں سے ہے کہ بیم و امید کی خاطر تمہیں بجلی دکھاتا ہے اور بادل سے پانی اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو مرجانے کے پیچھے زندہ کرتا ہے یقیناً اس میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔
۳؎ اور اس کے نشانوں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے امر سے قائم ہیں پھر جب تم کو ایک ہی پکار سے پکارے گا اچانک تم زمین سے نکل پڑو گے۔
۴؎ کیا موسیٰ کی بات تجھے پہنچی جب اس نے آگ دیکھی پس اپنے اہل کو کہا ٹھہر جاؤ میں نے آگ دیکھی ہے تو کہ میں وہاں سے انگاری لے آؤں یا آگ پر کوئی راہ بتانے والا مجھے مل جاوے۔ پس جب اس کے پاس آیا پکارا گیا۔ اے موسیٰ یقیناً میں تیرا رب ہوں۔

مکذب نے اپنی نافہمی سے قرآنی دلیل اثبات صانع اس آیت کو کہا ہے اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

''آئی تیرے پاس بات موسیٰ کی جس وقت دیکھی اس نے آگ۔ پس کہا اپنے ساتھ والوں کو کہ ٹھہرو تحقیق میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ لاؤں اس آگ سے تمہارے پاس سلگا کر یا پاؤں اس آگ پر کوئی واقف کار راستہ جاننے والا۔ جب آیا اس کے پاس آواز آئی (آگ سے) اے موسیٰ''۔

آریہ کے وکیل کی راستبازی اور اس کا علم قابل ملاحظہ ہے۔ نُـوْدِیَ ماضی مجہول ندا مصدر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پکارا گیا پکارنے والا کون تھا۔ مکذب نے دو خطوط میں کہا ہے (آگ سے) کوئی مصنف ذرہ عربی جاننے والا کہے۔ یہ لفظ (آگ سے) قرآن کریم کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ کاذب مکذب نے صرف اعتراض کے لئے یہ لفظ جڑ دیا جو اس کے باغی اور حاسد دل کا اپنا نتیجہ ہے قرآن مجید نے تو خود ظاہر فرمایا ہے کہ ندا کنندہ کون تھا۔ بلکہ مکذب نے بھی تکذیب کے صفحہ ۵۲ میں لکھ دیا ہے۔ سورہ نمل میں اس کا بیان عمدہ ہے جہاں صاف لکھا ہے۔''پس جب آیا اس کے پاس پکارا گیا یہ کہ برکت دیا گیا جو کچھ کہ بیچ آگ کے ہے اور جو کوئی گرد اس کے اور پاک ہے پروردگار عالموں کا۔''

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ آگ خدا نہیں اور نہ آگ سے ندا آئی۔ بلکہ ندا کرنے والے نے تو یہ کہا کہ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (النمل:۹) یعنی آگ میں کے اور اس کے اردگرد والے کو برکت دی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ تو جہانوں کا اور ان سب اشیاء کا جن سے اس کا علم آتا ہے جن میں آگ بھی ایک ہے پالنے والا ہے۔ قرآنی آیات کریمہ کے وہ نتائج جو مکذب نے فٹ نوٹ میں دیئے ہیں وہ تمام رگوید کے مشہور اُردو ترجمہ کے الفاظ ہیں۔ قرآن کریم ان ناپاک مشرکانہ بدبودار خیالات سے پاک ہے یہ مقدس کتاب اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے ایسے عیوب

سے منزّہ ومبرّا ثابت کرتی ہے۔ آگ بیچاری تو ایسی الٰہی مخلوق ہے کہ پانی سے معدوم ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت قرآن میں ہے سُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (النمل:۹)

جناب موسیٰ علیہ السلام نے آگ سے باتیں نہیں کیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کی آواز سنی محیط الکل اللہ تعالیٰ نے ہرگز آگ میں حلول نہیں فرمایا مکذب کا یہ کہنا۔

''موسیٰ علیہ السلام آگ کو فرماتے تھے اے آگ فرعون کو جلا دے۔ دریائے نیل کو سکھا دے اے اگنی دیوتا میری قربانی قبول کر۔ اے آگ مرنے کے بعد مجھے خراب نہ کر وغیرہ'' یہ سب مکذب کا بالکل افترا اور قرآن کے بالکل خلاف ہے اور مکذب کا کذب و بہتان وجوہات ذیل سے ظاہر ہے۔

وجہ اولیٰ کہ اُسی جگہ خود جناب موسیٰ علیہ السلام ہی کے قصہ میں آیا ہے۔

اِذۡ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى اور اسی قصہ میں دوسری جگہ فرمایا ہے[1] اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّىۡۤ اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ (القصص:۳۰)

آیات کا منشاء صاف ظاہر ہے اصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر جاتے راستہ میں رات کے وقت آگ دکھائی دی اور آگ کے دیکھنے کے بعد ان کو وہ خواہش پیدا ہوئی جو ہمیشہ سمجھ دار اور عقلمند مسافروں کو پیدا ہوا کرتی ہے۔ راستہ میں آگ جلانا، پہاڑی ملکوں کا عام دستور ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سفر میں رات کا وقت، سردی کا موسم پیش آیا اس پر راستہ بھول گئے۔ دور سے آگ کو دیکھا اسے دیکھ کر ساتھ والوں کو فرمایا۔ تم لوگ ٹھہرو، میں تمہارے لئے آگ سلگا لاتا ہوں تا کہ تم اسے سردی میں تاپو۔ اور وہاں جا کر کسی سے راستہ کا پتہ بھی لوں گا۔ بتاؤ اس

---

[1] میں نے آگ دیکھی ہے تو کہ میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاؤں یا آگ کی کوئی چنگاری لاؤں تو کہ تم تاپو۔

میں کیا قباحت ہوئی؟

وجہ ثانیہ۔ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے۔آگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور اس کے حکم کے ماتحت ہے۔اور یہ بھی قرآن میں لکھا ہے کہ مخلوق کی عبادت جائز نہیں۔غور کرو۔

[۱] قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (الانبیاء:۷۰)

[۲] اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ (الواقعۃ: ۷۲تا۷۴)

اور مخلوق کی نسبت حکم ہے۔

[۳] وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (حٰمۤ السَّجدۃ : ۳۸)

وجہ ثالثہ۔ سورۂ قصص کی اس آیت سے جس میں یہ قصہ مندرج ہے صاف معلوم ہوتا کہ یہ آواز جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا آگ سے نہیں آئی بلکہ ایک درخت کی طرف سے وہ آواز سنائی دی۔چنانچہ اس میں فرمایا ہے۔

[۴] فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (القصص:۳۱)

وجہ رابعہ۔ اگر ہم مان لیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ سے آواز سنی مگر یہ تو پھر بھی

۱؎ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سرد اور سلامت ہو جا۔
۲؎ اس آگ کو جسے جلاتے ہو سمجھتے ہو کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔
۳؎ اور اس کے نشانوں سے ہے رات دن، سورج اور چاند۔مت سجدہ کرو سورج اور چاند کو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔
۴؎ پس جب اس کے پاس آیا برکت والے میدان کے کنارے سے مبارک زمین میں درخت کی طرف سے پکارا گیا کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہوں اللہ عالموں کا پروردگار۔

نہیں ہوسکتا کہ ہم مکذب کی طرح کہیں آواز دینے والی خود آگ ہی تھی۔ کیونکہ اگنی، وایو، سورج، انگرہ، ملہان وید (حسب تسلیم آریہ) نے جب وید کی رچائیں لوگوں کو سنائیں جو کچھ لوگوں نے اپنے کانوں ان رشیوں سے سنا وہ حسب تسلیم آریہ کے خدا کا کلام تھا۔ نہ اس اگنی اور سورج وغیرہ کا حالانکہ اگنی اور وایو اور سورج کی زبان سے سنا گیا۔ انصاف کرو!

اگنی، سورج، وایو اگر آدمی اور رشی تھے جیسے دیانندی آریہ کا اعتقاد ہے۔ اور ان کا بولا ہوا کلام الٰہی کلام مانا گیا تو موسیٰ علیہ السلام کا وہ الہام جس کی آواز انہوں نے آگ سے سنی الٰہی کلام کیوں نہیں مانا جاتا؟ آگ کا غیر ناطق، غیر متکلّم، جڑ ہونا صاف گواہی دیتا ہے کہ وہ کلام آگ کا نہ تھا بلکہ کسی اور کا کلام تھا۔ بخلاف اس کے ملہان وید کی کلام پر ایسا یقین نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ادعاء واختلاق ان کی طرف منسوب ہوسکتا ہے۔

سنو! ملہم کو جب الٰہی آواز کان میں پڑے گی تو ضرور ہے کہ اگر وہ ملہم کسی موجود مخلوق کے سامنے کھڑا ہے تو اسی چیز یا ملہم کے قلب سے اس کو وہ آواز سنائی دے گی۔ اس میں شبہ ہی کیا ہے مشاہدہ فطرت سے عیاں ہے پر دیکھنے والی آنکھیں بھی ہوں۔ اگر ہم مان لیں کہ آگ سے وہ آواز سنائی دی۔ پھر بھی وہ آواز آگ کی کیسے ہوسکتی ہے؟ مثلاً ہم دیوار یا کسی جڑھ پدارتھ کے پاس ایسے جنگل میں جہاں کوئی بولنے والا نہ ہو کوئی کلام سنیں تو کیا ہم کہہ دیں گے کہ دیوار بول رہی ہے۔ یہ یقینی امر ہے کہ جو آگ جناب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی وہ عنصری آگ نہ تھی بلکہ عالم مثال کی ایک کیفیت تھی۔ اور جناب موسیٰ علیہ السلام کی کشفی آنکھ نے اسی نورالانوار کی زبردست تجلی کو دیکھا۔

مکذب براہین نے اثبات صانع کی دوسری دلیل اپنی وید سے وہ لکھی ہے جس کو خاکسار

نے نمبر الف کے نیچے لکھا ہے حالانکہ وہ دلیل نہیں بلکہ صرف باری تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے اگر صرف صفات باری کا بیان اثبات وجود باری میں دہریہ پر حجت ہے تو قرآن مجید نے صفات باری کے بیان میں کسی قسم کی کمی نہیں کی تھی۔ مکذب نے صفات کا بیان قرآن کریم میں کیوں نہ دیکھا۔ اگر آریہ کی نظر میں نہیں آیا تو اب زیر نمبر ب ملاحظہ کریں۔ وید منتر کے الفاظ کو دوخطوط میں لکھا گیا ہے۔ اور دوخطوط کے سوا باقی مکذب کے اپنے فقرات ہیں۔

الف	ب
اُوم سَرب جگت کرتار (خالق الکل)، سرب ادہار (قیوم) سرب سوامی (غالب)، گیان مے (علیم)۔ سرب بیا پک (محیط). انتریامی (علیم بذات الصدور)، ایشر (حاکم)، ہرنیہ گر بہہ (معدن زر)۔ ابناشی (غیر فانی) (بھو) پرانوں سے (اعضاء سے) پیارا (بھوا) مکت (نجاہ) اور سب سکھوں کو داتا۔ (سوا) سب کا دہارن کرنے والا (قیوم)۔ (سوتیو) سب ایشرج کا داتا۔ (وریئیم) جو سو یکار کرنے کے لائق اتی سریشٹ (بھرگو) شدہ اور پوتر کرنے والا۔	[1] اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (البقرۃ:۲۵۶) [2] اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ

[1] اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی قیوم ہے اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ کون اس کے پاس اس کے اذن کے بغیر شفیع ہوسکتا ہے جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور پیچھے ہے۔ اور اس کے علم سے کسی قدر کا احاطہ بھی کر نہیں سکتے مگر جتنا وہ خود چاہے۔ اس کا تخت آسمان و زمین پر پھیل گیا ہے اور ان (آسمان و زمین) کی نگہبانی سے وہ تھک نہیں جاتا اور وہ بلند و بزرگ ہے۔

[2] مومنوں کا دوست اللہ ہے ان کو اندھیرے سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور بے ایمانوں کے دوست طاغوت ہیں وہ انہیں نور سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔

(دیوسیہ) سب کے آتمانو کا پرکاش کرنے
والا (تت) اس پرماتما کو۔
(دہی مہی) ہم دہارن کریں
(دِیُھویُونَہ پَرچُو دِہَیات) جو سوتیا دیو
پرمیشر ہماری بدھ یوں ست کی طرف پریرن
کرے اور برے کاموں سے بچاوے۔
''اس منتر میں عالم کل جگدیشور نے اس
قدر خوبیوں سے بھری ہوئی پرارتھنا
(دعا) ہمیں سکھلائی ہے جس کے کامل
بیان کرنے کو ایک دفتر چاہیئے''۔انتہٰی

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (البقرة:۲۵۸)
[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔
(الفاتحة:۲ تا ۷)

واہ صاحب واہ۔ پرارتھنا تو دعا کو کہتے ہیں۔ یہ منتر جب دعا کا طریقہ ٹھہرا تو اثبات صانع کی دلیل جو آپ کا یہاں اصل مدعا تھا کدھر گئی!!!

اس منتر کو بیان کر کے مکذب نے پانچ ورق میں منتر کے فضائل بیان کئے ہیں۔ پہلی فضیلت اس منتر کی جس کو مکذب نے بیان کیا ہے۔

''اس میں سرب جگت کرنا۔ سرب ادہار، سرب سوامی اوصاف موجود ہیں جن سے نہایت واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ جگت کا کرتار، اور سب کا ادہار اور سب کا مالک ایک ہے۔ دوسرا کوئی نہیں۔ اس تمام چراچر مہان جگت کا جو بنانے والا اور بنا کر ادہار رکھنے والا اس کو عمدہ انتظام میں چلانے والا اور ہمیشہ مہان شکتی سے اس کا سوامی کہلانے والا جو تمام برکات کا چشمہ اور جمیع فیوض کا مبدا ہے وہی جاننے یوگ ہے''۔

[1] حمد اللہ کے لئے جو رب العالمین رحمٰن رحیم مالک انصاف کے دن کا ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں صراط مستقیم دکھا صراط ان کا جن پر تو نے فضل کیا۔ نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

سنو! کیا قرآن میں اللہ تعالیٰ کو خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ اَلْقَیُّوْمُ۔ کُلٌّ لَهٗ قَانِتُوْنَ نہیں کہا گیا؟ جس کے معنے سرب جگت کرتا۔ سرب ادہار سرب سوامی کے ہیں اور کیا یہ تمام صفات لفظ اللہ کے معنوں میں داخل نہیں؟

اب میں آپ کو چند ایسے لطائف سناتا ہوں جن سے منصف لوگ اسلام کی حقیّت کی حقیقت اور دیانندی آریہ کا بطلان یقین کریں گے۔

لطیفہ اولیٰ آپ نے لفظ اوم سے تمام جگت کا کرتا۔ اور تمام چراچر مہان جگت کا بنانے والا اللہ تعالیٰ کو بتایا ہے۔ میں پوچھتا ہوں تمام چراچر میں جیو (ارواح) اور اُن کے گُن، کرم، سبھاؤ، پرمانو اور ان کے گن، کرم سبھاؤ، کال داخل ہیں یا نہیں؟ اگر یہ چیزیں جگت میں داخل ہیں تو دیانندی پنتھ بتاوے ان کا خالق کون ہے؟ اگر کہیں وہی ہے جس کو اللہ، اُوم، جگدیش کہتے ہیں تو چشم ماشاد دل ماروشن۔ وَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى پس اللہ تعالیٰ کو خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ کہنے والا اور اس پر ایمان لانے والا مومن اور نجات کا پانے والا ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اگر دیانندی لوگ کہیں کہ یہ جگت میں داخل ہی نہیں اللہ تعالیٰ ان کا خالق نہیں تو بتاویں یہ فضائل قرآن کریم سے بڑھ کر کس امر کے مثبت ہوئے؟ تمہارے فضائل والے وید نے تو تمہاری تحقیق پر اللہ تعالیٰ کے قدم اور بقا اور غیر مخلوق ہونے کی صفت میں بھی خدا کو یکتا نہ مانا!!!

لطیفہ ثانیہ مکذب نے لفظ اُوم سے ثابت کیا ہے کہ باری تعالیٰ تمام برکات کا چشمہ ہے اور جمیع فیوض کا مبدا۔ میں پوچھتا ہوں ابدی نجات ہمیشہ کی مکت کوئی بابرکت اور عمدہ چیز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس رحیم، کریم، دیالو، جگدیش کے گھر میں ضرور ہوگی کیونکہ وہ تمام برکات کا چشمہ اور جمیع فیوض کا مبدا ہے اور اگر ابدی نجات اور دائمی آرام کچھ بابرکت شیٔ نہیں تو تھوڑے وقت کا آرام اور نجات بھی جو ابدی نجات کا جزو ہے اچھا اور بابرکت نہ ہوگا کیونکہ آپ کے علوم متعارفہ میں ہم پڑھ چکے ہیں ''جو کُل میں نہیں وہ جزو میں بھی نہیں ہوسکتا''۔ مگر تھوڑے وقت کے آرام کو بابرکت نہ کہنا بالکل غلط اور ہدایت کے خلاف ہے۔

اس لئے وہی کتاب سچ ہے جو کہتی ہے کہ الٰہی انعامات اوراس کی عطایات عطاءً غیر مجذوذ بھی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ خَادِمَ کِتَابِكَ وَ سُنَّةِ نَبِیِّكَ وَارْزُقْنِیْ مُرَافَقَتَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ اَعْلیٰ عِلِّیِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

لطیفہ ثالثہ۔لفظ اُوم کی دوسری فضیلت میں مکذب نے کہا ہے ''اللہ تعالیٰ جسم، طول، عرض، عمق، جہل، غفلت، کمزوری، مکان اور تمام الزامات سے پاک ہے''۔میں پوچھتا ہوں قرآن مجید نے بھی اللہ تعالیٰ کو اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ فرما کر اہل اسلام کو یقین دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک الزام سے پاک ہے مگر دیانندی آریہ کہتے ہیں خدا ارواح کا خالق نہیں! اگر رزق دیتا ہے تو یہ صرف ارواح کے اعمال کی مزدوری ہے! اور وہ با اینکہ ارواح کا خالق نہیں مگر ان کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ اس کی دست برد سے انہیں کبھی ابدی نجات نہ ہوگی!!!

لڑکوں کی بیماری اور ان کی تکالیف دیکھ کر دیانندی کہتے ہیں اگر تناسخ کا ماننا غلط ہے تو معصوم بچوں پر ایسی تکالیف کیوں آتی ہیں؟ اگر تناسخ نہ مانے تو رحیم خدا پر الزام آتا ہے۔ہم کہتے ہیں۔اگر ارواح الٰہی مخلوق نہیں تو ان پر ایسی حکومت اور تصرف کیوں ہوا؟ کہ وہ کبھی مطلق آزاد نہ ہوئے مہان پرلے میں بھی پیچ آنکر ماتر کرم سے داغدار ہیں! اگر حقیقت الامر کو دیکھو تو لامحالہ وہی مذہب سچا ماننا پڑے گا جو یہ بشارت دیتا ہے۔

۱؎ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَةَ (الانعام:۵۵)

۲؎ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (الزمر: ۶۳)

۳؎ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ:۱۲)

۴؎ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (مریم: ۷۳)

۱؎ تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لکھ لیا ہے۔
۲؎ اللہ ہر شئ کا خالق ہے۔
۳؎ اس کی مثل کوئی شئ نہیں۔
۴؎ پھر ہم ڈرنے والوں کو نجات دیں گے۔

لطیفہ رابعہ۔ مکذب نے لفظ اوم کی دوسری فضیلت میں کہا ہے اللہ تعالیٰ ''ایک وحشی یعنی عرش یا پانی پر بیٹھا ہوا نہیں''۔ میں پوچھتا ہوں خود مکذب نے تکذیب کے صفحہ ۱۴۱ میں باری تعالیٰ کی مدح میں لکھا ہے۔

''وہ تینوں زمانوں کے اوپر براجمان ہے''۔ اس قول پر وید سے استدلال کیا ہے۔ اور بڑھ کر یہ ہے کہ صفحہ نمبر ۴۷ میں ایک وید منتر لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ '' دیوتہ امرت مان شوناس تر تییئے دہام ندہیرتم۔ اوران الفاظ کے اصل معنی یہ ہیں دیوتہ لوگ آبِ حیات کا پینا ترک کر کے تیسرے مقام میں پرکاش والے کی عبادت کرتے ہیں۔ سو چوا یک مقام تو زمین ہے اور دوسرا آسمان تیسرا کیا ہوا اسے وہی کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا ہے جسے اہل اسلام عرش کہتے ہیں۔

لطیفہ خامسہ۔ مکذب نے اوم کے لفظ سے یہ بھی نکالا ہے کہ ''باریٰ تعالیٰ کی جناب میں سپارش نہیں، رشوت جرم ہے جبرائیل، میکائیل کا وحی پہنچانے رزق رسانی کا محتاج بنانا جہالت ہے''۔ میں کہتا ہوں باری تعالیٰ کی پاک ذات کو مسلمان بھی رشوت خوار اور وحی میں جبرائیل وغیرہ کا محتاج ہرگز نہیں جانتے۔ ان کلمات سے کس قوم پر طعنہ کی راہ نکلتی ہے؟ کیا قرآن کریم میں یہ آیت شریفہ نہیں آئی۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس: ۱۹)

[۱] وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (البقرة: ۴۹)

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد: ۳۹)

مگر اب یہ تو فرمایئے پرارتھنا اور دعاؤں اور خاص کر مضطروں اور پاک لوگوں کی دعاؤں میں بھی کوئی اثر ہے یا نہیں؟ اور خیرات، صدقات اور خوشبو والی اشیاء کا آگ میں ڈالنا کچھ مفید

---

[۱] اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جی کسی جی کے کام نہ آئے گا اور نہ اس کی سفارش منظور کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی رشوت لی جائے گی اور نہ وہ مدد دیئے جائیں گے۔

ہے یا نہیں؟ اگر جبرائیل کا وحی میں درمیانی یقین کرنا اور میکائیل کا توسط ماننا کبیرہ گناہ ہے اور الٰہی بارگاہ میں کوئی واسطہ نہیں تو کیا یہ بات بالکل غلط ہے جو دیانندی آریہ کہتے ہیں۔ اگنی، وایو، سورج، انکرہ کی وساطت اور درمیانی ہونے سے وید جیسا الٰہی کلام لوگوں کو پہنچا اور کیا ہمارا یہ مشاہدہ غلط ہے؟ اور سوفسطائیہ کا قول صحیح ہے۔ مشاہدوں کا اعتبار نہیں؟ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے کھیتوں اور باغوں کے ہرا بھرا آباد کرنے میں بعض ہوائیں اور مینہ برسانے والے بادل اور روشنی اور اندھیرا مظاہر قدرت کی وساطت ہوتی ہے اور تمام حوادث اور واقعات علوی وسفلی وسائط واسباب سے مربوط ہیں۔ پس پر بھی حقیقتاً باری تعالیٰ کی ذات پاک ان تمام علل اور درمیانی اشیاء سے مستغنی ہے اور یہی امر بالکل اسلام کے مطابق ہے۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (النحل:۴۱)

اس ویدک منتر کی جو ایک قسم کی دعا ہے مکذب نے چوتھی فضیلت یہ لکھی ہے ”جو جس کو پیار کرتا ہے دوسرے کے دل میں اس کی محبت اتنی ہی اثر کر رہی ہے“۔ ”ایشر کو پرانو سے پیارا جاننا حصول قرب کا اول درجہ ہے“۔

میں کہتا ہوں قرآن کریم الٰہی محبت کے مسئلہ کو جس آب وتاب وعمدگی سے بیان کرتا ہے اسے ذرہ تامل سے سنو۔

[۱] وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرة: ١٦٦)

بعض آدمی بعض اشیاء کو مختلف اغراض کے باعث پرانوں سے پیارا سمجھتے ہیں تم نے سنا ہوگا کہ ہزاروں اپنے پرانوں کو خدا کے سوا اور اشیاء کی محبت پر تیاگ دیتے ہیں۔ پس سچی تعلیم اور کامل تعلیم میں بجائے اس کے کہ باری تعالیٰ کو پرانوں سے پیارا کہا جاوے اس کو ہر ایک چیز سے

---

[۱] بعض آدمی اللہ کو چھوڑ کر شریکوں کو اختیار کر لیتے ہیں ان سے اللہ کا سا پیار کرتے ہیں۔ پر ایمان والے سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرتے ہیں۔

زیادہ پیارا ہونے کا یقین کرایا جاوے اور یہی فائدہ ہے جو قرآن کریم کے لفظ **من دون الله** سے حاصل ہوتا ہے اور یہی قرآن کریم کی تکمیل ہے۔

فضیلت پنجم میں لکھا ہے۔''اس ایک راحت اور آنند کو لوگ حسب مرضی چاہتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ محروم رہ جاتے ہیں'' مگر میں کہتا ہوں کیا[1] اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیۃ: ۲۴) قرآن کریم میں موجود نہ تھا؟ یا کیا مکذب اس سے بے علم ہے؟

فضیلت ششم تمام سرشٹی کے واسطے پرمیشر سرب ادہار ہیں۔قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (الانعام: ۱۰۳) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (البقرۃ: ۲۵۶)

فضیلت ہفتم و ہشتم میں جو کچھ لکھا ہے۔وہ فضیلت ششم میں موجود ہے۔اگر زیادہ سننے کی ضرورت ہے تو سنو۔قرآن کریم میں ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا (النساء: ۳۷) اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ (النساء: ۱۱۷)
اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرۃ: ۲۵۸)
فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ (الشعراء: ۲۱۴) فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا (بنی اسرائیل: ۴۰)

منتر دوم کی فضیلت ہشتم میں۔شیطان کے وجود پر اور اللہ تعالیٰ کے نام قہار، جبار اور اس کی صفت مکر پر بھی اعتراض کیا ہے اور مکار اس کا نام بتایا ہے! شیطان کا قصہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں۔شیطان کو گمراہ کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا۔قرآن کریم میں نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے واسطے پیدا کیا۔قہر کے معنی عربی میں غلبہ اور طاقت کے ہیں قاہر کے معنی غالب اور طاقتور ہے اَلْقَاهِرُ جو اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس کے معنی ہیں وہ ذات پاک جو سب پر غالب ہے اَلْقَهَّارُ۔ اَلْقَاهِرُ کا مبالغہ ہے قرآن کریم نے خود اَلْقَاهِرُ کے معنے بتائے ہیں۔جہاں

[1] تم دیکھتے ہو بعض آدمی اپنی خواہش کو معبود بنا لیتے ہیں۔

فرمایا ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (الانعام:۱۹) کیا تمہارے یہاں اسے سرب شکتیمان سوامی نہیں کہا گیا؟ پس اسے اَلْقَاھِرُ کا ہم معنی سمجھ لو۔ جبر کے معنی اصلاح کرنا۔ سنوارنا۔ اَلْجَبَّارُ کے معنے وہ بڑا اصلاح کرنے والا اور سنوارنے والا۔ پس اس معنی پر اللہ تعالیٰ کا نام ہوا اَلْجَبَّارُ ہم ہزاروں طرح سے اپنی صحت کا بگاڑ کرتے ہیں۔ مگر اس مُعلّٰی بارگاہ میں ہماری اصلاح کے سامان پہلے ہی سے علیم وخبیر خدا نے کر رکھے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ یقیناً ہماری کرتوتوں سے پہلے ہی واقف تھا۔ دیکھو عربی زبان کے الفاظ بولنے والے طبیب اس بندھن کو جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر ہڈی کی اصلاح کے واسطے باندھتے ہیں جبیرہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ اسی مادہ جبر سے نکلا ہے جس سے جَبَّار نکلا ہے۔ اور جَبرِ نقصان تو عام لکھے پڑھے لوگوں میں مشہور ہے جس کے معنے نقصان کی اصلاح کے ہیں۔

مکر کے معنی تدبیر اور باریک تجویز کے ہیں اور فریب کی سزا دینے کو بھی عربی میں مکر[1] کہتے ہیں۔ حیلہ کا لفظ بھی عربی میں لفظ مکر کے ہم معنی ہے اور کَید بھی یہی معنے رکھتا ہے اور کَید کے معنے جنگ اور تدابیر جنگ کے بھی ہیں۔

---

[1] عداوت ایک تاریک بخار ہے جو دل و دماغ کو مکدر کر کے صفات حسنہ سے انہیں محروم کر دیتا ہے عیسائیوں نے محض حسد سے ان الفاظ (مکر، کید) کو اعتراض کا نشانہ بنا رکھا ہے اور قرآن کریم کی ان آیات پر حقارت آمیز نگاہ ڈالتے ہیں کہ تورات و انجیل میں ایسے محاورات بکثرت موجود ہیں عربی اور عبری محاورات قریب قریب ہونے کی وجہ سے لازم آتا تھا کہ وہ قرآن کریم کی مصطلحات کی صداقت کا اعتراف کرنے میں پس و پیش نہ کرتے مگر ضد نے ان کی بصیرت کو دھندلا کر دیا۔ ہمارے دیانندی بھائیوں نے بھی حق پوشی میں انہی اگیانی لوگوں کے اقتدا کو ضروری سمجھا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایک بولی کا لفظ جب اپنی اصلی زبان سے دوسرے ملک میں دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے اس کا منشا و مفہوم اصلی دوسرے ملک کے مذاق کے قالب میں ڈھل جاتا ہے مَکر، کَید ملٹری ٹرمس (فوجی اصطلاحیں) ہیں قرآن کریم کی یہ آیتیں ان الفاظ کی پوری تشریح کرتی ہیں وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (الانفال: ۳۱)۔ جب بے ایمان تیری نسبت خفیہ تدابیر کر رہے تھے کہ تجھے قید کر لیں یا جلاوطن کریں یا مار ہی ڈالیں اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی بچا کر نکال لے جانے کی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی تدبیر آخر غالب ثابت ہو گئی۔ اب عرب کی ناشکر گزار قوم کی اس بدسگالی اور خفیہ سازشوں کو جو آنجناب صلعم کی نسبت کرتے تھے اور ان کی اختلاف آرا کو لفظ مَکر سے ظاہر کیا ہے خود محل بتائے دیتا ہے کہ اس لفظ کا معنی کیا ہے۔ دوسری آیت جناب ابراہیمؑ کی نسبت ہے جہاں فرمایا ہے وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (الانبیاء:۷۱)۔ انہوں نے اس کو ضرر پہنچانا چاہا پر ہم نے انہیں کو ذلیل کیا۔ وہ جناب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنا چاہتے تھے اور اس ارادہ میں باری تعالیٰ نے انہیں ناکامیاب رکھا اسی کو لفظ کید سے تعبیر فرمایا ہے۔ عبدالکریم

دیانند نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ الفاظ کے مختلف معانی میں مناسب معنی لینے چاہیئے۔ستھیارتھ۔نمبر۲

آپ اگر اس دیانندی فقرہ پر ایمان رکھتے ہیں تو انصاف سے غور کریں کہ ان الفاظ میں کیا قباحت رہی؟

اس منتر کی نویں فضیلت میں مکذب نے پھر باری تعالیٰ کے لئے پوترتا کا بیان چھیڑا ہے اور میں لکھ چکا ہوں کہ قرآن نے کلمہ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ میں باری تعالیٰ کی صفات کاملہ پوترتا اور شدھی کا کامل بیان کر دیا ہے۔اور اس فضیلت میں مکذب نے پھر دعا کی طرف ناظرین کو توجہ دلائی ہے اور اتنا نہیں سوچا کہ صانع عالم کے وجود پر دلائل لانا اور گم کردہ راہ دہریہ کے آگے وجود باری کو ثابت کرنا اور بات ہے اور دعا مانگنا اور، یہ بتانا کہ دعا کس طرح مانگی جاوے اور بات۔اس مقام پر صانع کی ہستی پر دلائل لانے واجب تھے نہ دعائیں سکھانا۔

اگر دعاؤں کی عمدگی سے دہریہ پر حجت قائم ہو جاتی ہے تو قرآنی دعا سن لو جو تمام عمدہ مطالب پر حاوی ہے اور اگر تحقیق کی نگاہ سے دیکھی جاوے تو ہر قسم کی انسانی دعاؤں سے بالاتر ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحة:٦،٧)

[1] رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرة: ۲۰۲)

اس میں پھر لکھا ہے ''عید کے بکرے اور بھیڑیں تیری خوراک نہیں اور خون تیرے حضور نہیں پہنچتا''۔العجب! ثم العجب! کیا یہ فقرہ جس کو آپ نے لکھا ہے کسی ویدک منتر کا ترجمہ ہے؟ کیا یہ آپ کا یا کسی اور انسان کا ایجادی فقرہ ہے؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ ہے۔اور وہ آیت یہ ہے۔

[2] لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:۳۸)

---

[1] اے ہمارے رب ہم کو اس زندگی میں نیکی دے اور آنے والی زندگی میں بھی نیکی عنایت فرما۔

[2] اللہ کو ان کا گوشت اور لہو نہیں پہنچتا لیکن اسے تو تمہاری (صفت) تقویٰ (خدا ترسی) پہنچتی ہے۔

روحانی صداقتیں تو قرآن کریم سے باہر نہیں۔مگر ہم تعریض کرنے والے سے یہ پوچھتے ہیں۔سوم لتا کے رس سے کس دیوتا کا پیٹ موٹا اور پھلایا جاتا ہے؟ وید کے عام پسند لفظی تراجم سے پتہ دیجئے۔ اِس منتر کی دسویں فضیلت میں لکھا ہے۔'' حقیقی دعا اور شانتی (آرام) دینے والی اُپاشنا (عبادت) وہی ہے جس کے کرنے سے اپاشک (عابد) کو شک نہ رہے جو اس کے حصول کے وسائل ہیں اول ان کا گیان نہایت لازمی ہے۔اور یہ بتانا اس مذہب کا ذمہ ہے جو کاملیت کا دعویٰ کرے۔

''اُپاشک کو شک نہ رہے''۔کی نسبت تو آپ نے صرف اتنا ہی کہا ہے کہ باری تعالیٰ اپاشک اور دعا کرنے والے سے قبولیت کا وعدہ کر لے جیسے تکذیب کے صفحہ ۶۴ سطر ۳ میں آپ نے لکھ دیا اور اس کے حصول کے وسائل کو صرف ترقی علم کی دعا میں منحصر کیا ہے جیسے تکذیب کے صفحہ ۶۲ سے ظاہر ہے۔مگر کیا تم لوگوں نے قرآن میں قبولیت دعا کا وعدہ اور ترغیب علم کی آیات نہیں پڑھیں؟ اچھا اب سن لو۔

[1] أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرة: ۱۸۷)

[2] وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۵)

[3] يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۙ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (المجادلۃ: ۱۲)

[4] قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (الزمر: ۱۰)

اس منتر کی گیارہویں فضیلت میں مکذب نے کہا ہے۔

'' جتنے مذہب ہیں عقل کو صندوق میں بند کر قفل لگانا اپنا پہلا اصول جانتے ہیں اور ان مذاہب میں سے فسٹ نمبر دین محمدی ہے۔مصنف اعجاز محمدی نے صفحہ ۱۹۱ میں معقول فلسفہ سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] میں دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے تو چاہیئے کہ مجھ ہی سے قبولیت کی طلب کریں اور مجھ پر ایمان لاویں تو کہ راہ پاویں۔

[2] اور کہہ اے میرے رب مجھے علم میں ترقی دے۔

[3] اللہ ایمان والوں اور عالموں کے درجے بلند کرے گا۔

[4] تو کہہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

میں کہتا ہوں صاحب اعجاز محمدی نے یونانی لغو فلسفہ سے منع کیا۔ جو غالباً ہندیوں بلکہ ایرانیوں کی کاسہ لیسی کا بدنتیجہ ہے۔ والّا قرآن سچے فلسفے کی تاکید کرتا ہے اور نیچر کے نظارہ پر کبھی فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (النحل: ۱۲)۔ اور کبھی فرماتا ہے لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (الروم: ۲۳) کسی وقت فرماتا ہے لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (الرعد: ۵) اور کہیں فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی (طٰہٰ: ۵۵) اور کسی جگہ اشارہ کرتا ہے اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (الزمر: ۱۰) ان نصوص کے بعد کوئی عقلمند منصف کہہ سکتا ہے کہ قرآن یا اسلام کا پہلا اصل یہ ہے کہ عقل سے کام نہ لیا جاوے یا عقل کو صندوق میں بند کر کے اس پر قفل لگا دینا چاہیئے۔ مولوی غلام علی صاحب مرحوم کا قصہ کہ ’’یوشع بن نون کے قصہ میں سورج کا کھڑا ہونا مولانا مرحوم و مغفور بیان کر رہے ہیں۔ اور اس وقت مکذب براہین نے اُن کو بند کر لیا‘‘۔ ایک شخصی بحث ہے جو ہمیں پسند نہیں۔ اور مولوی صاحب مرحوم کا اب انتقال ہو چکا ہے۔ والّا ہم ان سے دریافت کرتے کہ مکذب کہاں تک راست باز ہے حالانکہ نہار کا طول یا لیل کا طول جس کو سرمدیت لیل اور سرمدیت نہار کہتے ہیں۔ ایک لطیف محاورہ ہے اور مکذب کے گرو (پیشوا، دیانند) کی اس تحقیق پر جس سے اس نے اگنی اور وایو اور سورج رشیوں کے نام رکھے۔ اس قصہ کی توجیہ کچھ بھی دقت نہیں رکھتی۔ مگر قرآن کریم میں یہ قصہ موجود نہیں ہے۔ ہمیں یا مولوی صاحب مرحوم کو اس کے بیان کی ضرورت ہی کیا ہے؟

دوازدہم فضیلت کے بیان میں پھر تم کو آیت ذیل یاد دلاتا ہوں۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (البقرۃ: ۲۵۸) اور خلوص نیت اور استقامت (استقلال) و درستی وسائل کے متعلق ان آیات پر غور کیجئے

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (البینۃ: ۶)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (حٰمٓ السّجدۃ: ۳۱)

اس منتر میں کتنی طول کلامی کرنی پڑی۔ باا ینکہ اثبات صانع کے دلائل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مگر امر مجبوری ہے بے تکی ہانکنے والوں سے سابقہ پڑ گیا ہے اب لفظی ترجمہ اس منتر کا

لکھتا ہوں۔ جس پر اس قدر گفتگو ہوئی ہے۔

اُوم (حافظ)، بہو (خدا)، بُھوا (جس میں سب ہیں)، سُوَا (خوش وخرم)، تت (وہ)، سویت (خالق)، وریَنیم (لینے کے لائق)، بَھرگو (تیج)، دیوسے (پرکاش والا)، دہی مہی (دھیان کرتے ہیں)، دہیو (عقلوں کو)، یُونَہ (جو ہمارے)، پَرچُو (اپنی طرف کھینچے)، دِیَات مطلب اللہ تعالیٰ ہماری عقلوں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ مگر کیا یہ دعا قرآنی دعاؤں کا مقابلہ کرسکتی ہے؟ سنو!

[1] رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا (طٰہٰ:۲۶تا۳۵)

[2] رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (الکہف: ۱۱)

سورہ فاتحہ کو بھی مکذب نے دلیل اثبات صانع خیال کرکے اس پر اعتراض کئے ہیں۔ پہلا اعتراض تکذیب کے صفحہ ۵۵ میں ''اگر خدائے قرآنی بموجب ان دوآیتوں کے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) موصوف ہوتا تو غیر مذہب والوں اور حیوانوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل اور ذبح نہ کراتا۔ کیونکہ ذبح وقتل رحیمیت وربوبیت کے برخلاف ہے''۔

مصدق۔ بدکاروں کے قتل کا تذکرہ تو گزر چکا ہے اور اس پر ویدک تاکیدیں بیان ہو چکیں۔ حیوانات کے ذبح پر سنئے رحم ہے کہ نہیں۔

گوشت کھانے کے منکروں نے جانوروں کے ذبح کرنے میں گوشت کھانے والوں پر جس

---

[1] اے میرے رب میرے سینے کو کھول دے اور میرا امر میرے لئے آسان کردے اور میری زبان کی گرہ کھول کہ میری بات (تبلیغ احکام الٰہی) کو سمجھ لیں اور میرے خاندان میرے بھائی ہارون کو میرا بوجھ بٹانے والا بنا۔ اس سے میری پیٹھ کو تقویت دے اور میرے معاملہ میں اسے ساجھی بنا تو کہ ہم مل کر تیرے نام کی تقدیس کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔

[2] اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمارے معاملہ میں ہمیں راہ کھول دے۔

قدر اعتراض کئے ہیں۔ اس کا مفصل جواب برہان لائح نام ایک بسیط کتاب میں مولوی سید قمر علی لکھنوی نے لکھا ہے اس کا خلاصہ بقدر ضرورت یہاں گذارش ہے۔ معترضوں کے اعتراضات کا مدار ان چند وجوہ پر ہے۔ منکرین کی پہلی وجہ ''جانوروں کا ذبح کرنا، باری تعالیٰ کی صنعت کا مٹانا ہوتا ہے''۔ جواب صنعت الٰہیہ کا وجود جیسا حکمتوں پر مبنی ہے۔ ویسے ہی ذبح کرنا بھی چونکہ ضروری امر ہے حکمتوں سے خالی نہیں وہ بھی حکمتوں پر مبنی ہے۔

ایضاً۔ منکرین ذبح بھی نباتات اور معدنیات کی قدرتی صنعت کا ابطال کرتے ہیں۔ اگر جانوروں کا ذبح کرنا قدرتی صنعت کا تغیر ہے تو نباتات اور جمادات کا استعمال بھی قدرتی صنعت کا تغیر ہے۔

ایضاً۔ ہمیشہ مرکبات میں تغیر ہوا کرتا ہے اور کسی آن میں مرکبات موجودہ تغیر سے محفوظ نہیں رہ سکیں پس تغیر ایک امر لازمی ہے جو مصنوعات کو لابد ہے ذبح ہوں یا نہ ہوں۔ پھر ذبح پر انکار کیوں کیا جاتا ہے؟

دوسرا طعن یہ کرتے ہیں کہ ذبح کرنے میں جانور کو بقیہ حیات اور تمتع زندگی سے محروم کیا جاتا ہے مگر پہلے یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ حیوانات کو اس محرومی سے ضرور صدمہ پہنچتا ہے حیوانات کے اضطراب اور ان کے عندالذبح حرکات سے اندازہ نہیں لگ سکتا کیونکہ کیا ثبوت ہے کہ انہیں تکلیف ہوتی ہے یا وہ تکلیف کا نتیجہ ہے؟

بارہا میں نے مصروع (مرگی زدہ) کے حالات اضطرابیہ کو دیکھا بعد افاقہ جب اس سے دریافت کیا اس نے اپنی تکالیف سے بےخبری بیان کی۔

علاوہ بریں یہ نقص نباتات پر بھی عائد ہوتا ہے اور ان کے استعمال سے ان نباتات کے سلسلے کا قطع بھی جن کو ہم نے استعمال کیا لازم آتا ہے۔

سیوم۔ تمتع نفس وجود حیات سے حیوانات بےخبر ہیں۔

چہارم۔ تمتع مستلذات کبھی اضطراری ہوتا ہے اور کبھی اختیاری۔ اضطراری کی مثال

بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلا دینا۔ اور اختیاری کی مثال لذیذ میوہ جات کا استعمال کرنا۔ اضطراری تمتع اور لابدی استلذاذ کی محرومی اور ان کا دفع ہونا دوطرح ہوتا ہے۔ اول دفع رنج اور مصیبت اس طرح پر کہ رنج اور مصیبت کا ہی استیصال کیا جاوے۔ دوم۔ صورت یہ ہے کہ رنج اور مصیبت کو باقی رکھ کر رنج زدہ کو آرام سے روکا جاوے۔

اول کی مثال خارش والے مریض کا مرض کسی طرح دور کیا جاوے اور اسے خارش کی دوائی کھانے سے محروم رکھا جاوے۔ اس طرح مرض کا دور کرنا اور مریض کو دوائی سے محروم رکھنا کوئی جرم نہیں اور نہ کوئی ظلم ہے بلکہ مریض پر پرلے درجہ کا احسان ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خارش والے مریض کے مرض کو باقی رکھ کر خارش کی دوائی کے استعمال کرنے سے محروم رکھا جاوے یا کھجلانے سے روکا جاوے۔ یہ قسم البتہ ظلم ہے

اب غور کرو۔ حیوانات کے تمتعات اضطراری ہیں یا اختیاری۔ ظاہر ہے کہ حیوانات کے تمتعات کیا ہیں۔ یہی کھانا، پینا، بول و براز کرنا اور تنفس لینا اور یہ اقسام ظاہر ہے کہ بالکل اضطراری ہیں۔ پس حیوانات کو بند کر کے ایذا دینا ظلم ہوگا اور بے انصافی ہوگی کیونکہ جانوروں کو اس صورت میں ان کے ضروری تمتعات کھانے پینے سے محروم رکھا جاتا ہے اسی واسطے جناب رحمۃ للعالمین (فداہ ابی و امی و نفسی و مالی) نے فرمایا ہے۔

[1] اِمْرَاۃٌ دَخَلَتِ النَّارَ فِی ھِرَّۃٍ حَبَسَتْھَا وَلَاھِیَ اَطْعَمَتْھَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ۵۴) حیوانات کو ذبح کر دینا اور ان کے مادہ اضطرار کو ہی قطع کرنا ظلم نہ ہوگا۔

یاد رہے ذبح میں قلیلہ تمتعات (مثلاً جانوروں کا کودنا پھاندنا) کا ابطال ضرور ہوتا ہے۔

---

[1] ایک عورت ایک بلی کے بدلے جہنم میں داخل ہوئی جسے اس نے بند کر کے کھانے پینے سے محروم کر دیا وہ بیچاری حشرات الارض ہی کھاتی۔

مگر انسانی فوائد کے لئے اتنے قلیل نقصان کا ارتکاب منکرین ذبح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دودھ کی خاطر جانوروں کے ننھے ننھے شیر خوار بچوں کو باندھ کر ایسے تمتعات سے روک دیتے ہیں۔

ذبح پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ذبح میں بے جرم جانور کو سخت سے سخت تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ خدا کی کمزور مگر نہایت پیاری مخلوق انسان کے بہت سے کام حیوانات کی تکلیف پر موقوف ہیں۔ گوشت کھانے کے منکروں کے ملک میں زراعت کے تمام کاروبار حرفت اور تجارت پر نظر کرو۔ یہاں کیا غالب عمرانات کے اکثر کام حیوانات کی تکلیف پر موقوف ہیں۔ اسی واسطے باری تعالیٰ نے حیوانات کی بناوٹ اور ان کے طبعی قوای میں جیسی مضبوطی رکھی ہے۔ ان کے نفسانی قوای اور ادراکی طاقتوں میں ایسا استحکام نہیں رکھا۔ حیوانی مسکن اور حیوانی لباس اور حیوانی خوراک اور حیوانی عیش وآرام پر نظر کرو۔ پھر انسانی محل، قصور اور اقسام اقسام کے لباسوں، کپڑوں اور انواع اطعمہ لذیذ اور فرحت افزا منظروں کو دیکھو اس قانون قدرت کے نظارے سے صاف عیاں ہے کہ ذبح کے آلام سمجھنے میں بھی ان کے قوٰی ایسے ہی کمزور اور ضعیف ہیں۔ جیسے اور ادراکی قوای۔ حیوانات کا ذی روح ہونا اس امر پر راہ نمائی نہیں کرتا کہ ان کے قوائے نفسانیہ بھی قوی ہوں۔ دیکھو آدمی کا جگر اور شُشش باوجود ذی روح کے اعضاء اور قوی الادراک انسان کے اجزا ہونے کے بالکل بے حس ہیں اسی طرح بعض حیوانی قوٰی کی حدت حیوانات کی عام ذکاوت کی مستلزم نہیں۔ دیکھو اکثر حیوانات بدوں وحشت اور اضطراب کے ذابح کے پاس کھڑے رہتے ہیں۔ رحم ایک قلبی حالت ہے ایسے ہی قہر بھی ایک جبلی صفت ہے یہ دونوں صفتیں کسبی نہیں ہوتیں۔ ہاں کبھی سوسائٹی اور تعلیم سے ان میں کمی اور زیادتی ہوا کرتی ہے۔ گو وہاں اصل اور عرض کا فرق ضرور رہتا ہے۔ مگر اس سے دونوں افراط اور تفریط کی جانبین کسی عام حکیمانہ قانون کے باعث نہ ہوں گی۔

ظالم، خلق آزار یا عقرب اور مار خونخوار پر رحم کرنا ظلم ستمگار سے ہرگز کم نہیں۔

نکوئی بابداں کردن چناں است که بد کردن بجائے نیک مرداں

اچھے تجربہ کے ڈاکٹر کو زخموں کا چیرنا قبیح نہیں گو اس عمدہ کام کو ایک رقیق القلب نہ کر سکے اور ڈاکٹروں کو اپنے زعم میں قَسِیُّ الْقَلْب کہا کرے۔ مگر تعجب ہے کہ ذبح کے منکر ذبح کے سوائے انواع واقسام کے شدائد اور تکالیف جانوروں پر جائز رکھتے ہیں۔ حالانکہ

(اول) صدمہ موت جو ذبح سے حاصل ہوتا ہے۔ بدوں دخل انسانی بھی شدنی ہے۔ اور جن تکالیف کو منکرین ذبح جائز رکھتے ہیں وہ بدوں جبر انسان کے اور کسی طرح حیوانات کو لاحق ہونی ممکن نہیں۔

(دوم) ان تکالیف سے جن کو منکرین جائز رکھتے ہیں حیوانات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ صرف اس میں انسانی فائدہ ہے۔ اور ذبح جانور کو تکالیف امراض اور تدریجی موت کے شدائد سے نجات بخش ہے بخلاف ان تکالیف کے جن کو منکرین جائز رکھتے ہیں۔ مصائب شدیدہ کے تحمل پر مہلت دینا رحم نہیں پس ذبح کرنا رحم ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے میں جانور کو شدائد مرض الموت اور دیگر شدائد زمانی سے بچایا جاتا ہے۔ اور ذبح سے جانور کو وہی امر پیش آتا ہے جو اسے بدوں ذبح بھی پیش آنے والا تھا۔ حیوانات کے ذبح کرنے میں انسان کیوں مستثنیٰ کیا گیا۔ اس لئے کہ

(اول) انسان مدنی الطبع اور بہت حقوق کا ذمہ وار ہے اور بہت معاملات کا اس پر مدار ہے۔ ہاں انسان کے ہاتھ سے جن حقوق کا اتلاف معاملات ذبح میں ممکن تھا مذہب حق نے اس کا انسداد ضرور کیا ہے چنانچہ اسی مصلحت کی بنا پر شیر دار جانور کا ذبح بلحاظ اس کے بچہ کے اور اور ملک کے جانور کا ذبح کرنا بلحاظ اتلاف حقوق غیر کے درست اور پسندیدہ نہیں۔

(دوم) انسانی بناوٹ پر نظر کرو۔ انسان کی ابتدائی پرورش کس طرح جانوروں سے زیادہ پر از تکالیف ہے۔ اس کی خوراک، پوشاک اس کے علوم کس دقت اور محنت سے اس کو حاصل ہوتے ہیں۔ پس اس قانون الٰہی سے قیاس ہوسکتا ہے انسان کی موت بھی بخلاف حیوانات انہیں حکمتوں کے لحاظ سے بڑی بڑی دقتوں اور مشکلات پر مبنی ہوگی۔

(سوم) تعجب ہے کہ تمام دنیا کے جانوروں کا مرنا، تمام مدعیان الہام کے نزدیک خدائے رحیم کی طرف منسوب ہے۔ پھر نہایت تعجب ہے کہ ذبح کے حکم کو کیوں یہ لوگ رحم کے خلاف یقین کرتے ہیں؟ شکاری جانوروں کا خالق کیا رحیم نہیں؟ امراض شدیدہ اور معمولی موت جو تدریجی اور سخت تکالیف کے بعد ہوتی ہے اس آنی موت ذبح سے اگر زیادہ تکلیف دہ ہے تو کیوں ایسی پہلی قسم کی موت دینے والا خدا دیالو، کرپالو، نیا کاری بنا رہتا ہے؟ اور ذبح کے حکم دینے سے ظالم کہا گیا! آریہ صاحبان! وبائی ہواؤں کا بھیجنے والا رحیم اور عادل نہیں؟ بے شک ہے! ضرور ہے! اور قدرتی نظارہ دیکھ لو! انسان کی بناوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاکی پتلا، حیوانات نباتات اور جمادات پر حکمران ہے۔ اس کی بناوٹ بتاتی ہے کہ اس کا پورا حق ہے حیوانات سے سواری اور باربرداری کا کام لے۔ ان کے بچوں کا دودھ پیئے جانوروں پر حبس اور زدوکوب کی سزا بدوں جرم تجویز کرے جس کے باعث اگر جانوروں میں ادراک اور قوی ارادہ ہوتا تو ان سے خودکشی بھی ممکن تھی تو اس حکمران کے حق میں ایسی دیرپا تکالیف کے جواز پر ذبح کی تکلیف کی جو صرف ایک دو منٹ کے لئے ہوتی ہوگی۔ کس عقل سے ممانعت کی جاتی ہے؟ ایک اور نظارہ دیکھو لو! قتل اخس بخاطر اشرف کل مذاہب میں معمول ہے۔ روح کی خاطر اور حفاظت کے لئے بعض امراض میں اعضا کا کاٹنا پسند ہے اور زخم کے ہزاروں کیڑوں کا مار ڈالنا ضرور ہے اور ان کیڑوں کا وہاں سے نکالنا اور جلاوطن کرنا لابد ہے۔ ایک بادشاہ یا ریفارمر کے بچانے کو ہزاروں جانوروں کا قتل جائز ہے تو کیا انسانی آرام کے لئے ذبح حیوانات ممنوع ہوگا؟ ہرگز نہیں۔

ذبح کا حکم جانوروں پر رحم ہے **اوّل** اگر جانوروں کے واسطے ذبح کا حکم نہ کیا جاتا تو باربرداری اور سواری کے کام میں سخت دکھ اٹھاتے۔ **دوم** جانور پیری، ضعف ناتوانی اور عدم خبرگیری سے تکلیف پاتے۔ **سوم** تدریجی موت کے شدائد سے ہرگز محفوظ نہ ہوتے۔ **چہارم** ایک جگہ چارہ نہ ملتا جنگل میں کوئی ساتھ نہ جاتا پیری اور ضعف سے خود نہ جاسکتے۔ اگر جاتے بھی تو وہاں قدرتی

گوشت خوار جانور دانتوں کی چھریاں لے کر موجود ہو جاتے۔ پنجم لوگوں کے کھیت ضائع کرتے تو کھیت والے آخر ان سے وہی معاملہ کرتے جو ذبح کے مجوز کرتے ہیں۔ ششم اگر بدوں جواز فتویٰ ذبح سب جانور خود مر جاتے تو ان کی عفونت باعث امراض ہوتی۔ یا جلانے کی مالا یطاق تکلیف بے وجہ انسان پر رکھی جاتی۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے جنگلوں میں تو شکاری جانوروں اور گوشت خواروں کو پیدا فرمایا اور شہروں میں مجوزین ذبح کو۔

ہند کے اصل باشندے یا تو گوشت خوری کے مجوز ہوں گے یا انہیں عفونتوں کے سبب کمزور ہو کر ہمیشہ مغلوب ہی رہے۔

بعضے یہ اعتراض کرتے ہیں ''گوشت اگر قدرتی طور پر انسان کے لئے مفید ہوتا تو انسان کو اس میں اتنی صنعت اور تکلیف کی حاجت نہ ہوتی''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی مرغوبات اور اس کی پسندیدہ چیزیں سب کی سب اس کے تصرف اور ترکیب سے اسے پسندیدہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ مرکب القویٰ متصرف اور جامعیت کا پتلا بھلا بدوں دخل خود کچھ پسند کرتا ہے؟ اس کی میوہ خوری میں میووں کی تراش اور تصفیہ کو دیکھو۔ اس کی غمگسار بی بی کے زیورات پر نگاہ کرو۔ اس کے جواہرات کی بناوٹ پر نظر دوڑاؤ، اس کے لباس کو سوچو۔ اس لئے تو اس کو مردار کا کھانا اور خون کھانا حرام ہوا کہ اس کو اس سے بدمزگی نہ ہو۔

ایک اور قدرتی نظارہ دیکھو۔ عمدہ صفات میں شجاعت ہے اور گوشت اس کا معین ہے۔ اس واسطے گوشت خوروں میں فتحمندی محدود رہی اور جبانت نہایت درجہ کی رذالت ہے اور گوشت اس کا دشمن ہے۔ اگر کاملین کو اجازت ذبح نہ ہوتی تو شریر خود احکام الٰہی اور احکام فطرت کے پابند نہ ہوتے۔ ضرور گوشت کھاتے اور کاملوں کو ستاتے اور دنیا کو انواع اقسام کے مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے کاملین کو بھی اجازت دے دی کہ اشرار کا مقابلہ کر سکیں۔

گوشت خوری ایک ضروری امر ہے علم اور اس کا تجربہ ایک ایسی ضروری چیز ہے جس پر انسان کی انسانیت کا مدار ہے اور ظاہر ہے کہ علوم کی ترقی بدوں صحرانوردی اور سیر وسیاحتِ جبل و بحار بالکل محال ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسی ریاضت میں عمدہ غذا کی ضرورت ہے اور علوم کے

عاشق بیچارے اکثر عاشق تہی دست اور بے زر ہوتے ہیں۔ بدوں شکار وحشی و طیور ان کے اوقات کیونکر بسر ہوتے ؟ علوم طبقات الارض اور جغرافیہ کے عشاق کو قطبین کا سفر اور جہازوں کی سیاحت بدون دریائی شکار کیونکر میسر آتی ؟ مقیمین میں سے بھی بعض جبال اور بعض بیابانوں کے باشندوں اور قطبین کے رہنے والوں کو گوشت اور مچھلی کی حاجت لابدی ہے۔

جہاز والوں کو بعض حالتوں میں مچھلی کا شکار کرنا بہت ضروری ہوتا ہے جس سے سیّاح ناواقف نہیں۔تلوار ہر جگہ عام طور پر میسر نہیں ہوسکتی۔اور بالکل ظاہر ہے کہ چھری کے ساتھ گردن کی طرف سے ذبح کرنا ایسا آرام دہ نہیں جیسے گلے کی طرف سے ہے۔

مکذب۔ ’’ تکذیب نمبر ۵۶ دنیا کے مسلمان جب کسی حیوان کو ذبح کرتے ہیں۔ اس وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتے بلکہ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر قتل کرتے ہیں‘‘۔

مصدق۔ مسلمان نادان نہیں۔الفاظ کے معانی سے بے خبر نہیں۔ جب ہی تو اپنے اس تصرف اور عظمت پر نگاہ کر کے جو ان کو قاضی الحاجات خدا نے ان اشیا پر محض اپنے فضل سے بخشا ہے روحانی تربیت کے خیال پر باری تعالیٰ کی کبریائی کو یاد کرتے ہیں۔سنو! ایام حج میں جب پہاڑی یا بلندی پر چڑھتے ہیں۔اس وقت بھی اللہ اکبر کہا کرتے ہیں اور جب نشیب میں اترتے ہیں اور اپنا نزول دیکھتے ہیں تو سبحان اللہ کہہ کر باری تعالیٰ کی قدوسیّت خیال کرتے ہیں۔ ہر ایک عمدہ فعل ایک صفت الٰہیہ کا مظہر ہوا کرتا ہے۔اس فعل کے مناسب اللہ تعالیٰ کی صفات کو یاد کیا کرتے ہیں۔

مکذب ’’(مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) یہ فقرہ قرآن کا حیرت افزا ہے جس سے خدا کی ذات پر عیب وارد ہو رہا ہے۔کیا پرمیشر ہر روز انصاف نہیں کرتا۔کیا آدم کے وقت سے مرے ہوئے لوگ اب تک سشن سپرد ہیں۔مگر معلوم نہیں ضمانت پر یا جوڈیشل حوالات میں۔ پھر یہ فقرہ سریع الحساب کے خلاف ہے۔عدل یہ ہے کہ فوراً کارروائی شروع ہو‘‘۔تکذیب صفحہ ۵۷

مصدق۔آپ نے تکذیب کے صفحہ(۸۵) میں لکھا ہے۔''آریہ حق کے چھپانے سے البتہ ڈرتے ہیں'' مگر میں نے جہاں تک غور کیا آپ کا طریقہ یہ نہ پایا۔سنیئے صاحب!

یوم کا لفظ عربی زبان میں وسیع معنے رکھتا ہے منجملہ ان معنے کے یوم کے معنی وقت ہے **سنو!** محاورہ عرب۔یوم ولد للملك ولد یکون سرور عظیم۔ و یوم مات فلان بكت علیه الفرق المختلفة۔حالانکہ لڑکے کا پیدا ہونا اور آدمی کا مرنا کبھی دن کو ہوتا ہے اور کبھی رات کو۔پس مالک یوم الدین کے معنے ہوئے۔مالک ہے وقت جزا کا ہر روز جس وقت کسی کو اپنے اعمال نیک کے بدلے انعام اور بداعمال کے بدلے سزا ملتی ہے۔اس وقت کا مالک باری تعالیٰ ہے۔ بلکہ یوم اتنے وقت کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی واقعہ گزرا ہو۔دیکھو یوم بعاث۔وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (ابراھیم:٦) ہمارے ملک میں دن ٹھیک ترجمہ یوم کا ہے لوگ کہتے ہیں آج فلاں شخص کے دن اچھے آئے ہیں اور فلاں شخص کے برے آئے ہیں۔پس یوم کا ترجمہ دن بھی کریں تو کوئی عیب نہیں،غور کرو،تمام ان مصائب کی نسبت (جو یہاں دنیا میں برداشت کی جاتی ہیں) قرآن کیا کہتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ:۳۱) فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (النحل: ۳۵)۔یعنی جو کچھ تم کو مصیبت پہنچتی ہے سب تمہارے کسب اور اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کل مقدمات دورہ سپرد نہیں۔ اور اگر بعض لوگوں کے معاملات سشن سپرد ہیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ضمانت کی ضرورت ان ناقص حکّام کو ہوتی ہے جن کو ڈر ہوتا ہے کہ ان کا مجرم ان حکّام کے تصرّف سے کہیں بھاگ جاوے گا باری تعالیٰ کے ملک سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں مجرموں میں سے بعض اسی وقت سزایاب ہو جاتے ہیں اور بعض جوڈیشل حوالات میں رہتے ہیں یا ان پر عفو ہو جاتا ہے۔ضمانت کی حاجت نہیں

سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں تعارض نہیں۔

(اول) اس لئے کہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ کے معنے ہیں کہ جب حساب شروع کردے تو جھٹ پٹ

لے لیتا ہے۔ اگر جزا اور سزا میں مہلت دے تو ممکن ہے کہ یوم الآخرۃ تک مہلت دے دے۔

(دوم) جس حالت میں ہر وقت یوم الدین ہے جیسے گذارش ہوا تو تعارض کیا ہوا؟

(سوم) مالك يوم الدين سے یہ نہیں نکل سکتا کہ آج کے دن کا مالک نہیں۔ اور آج سزا یا جزا نہیں دیتا۔ کوئی کلمہ حصر کا یا آج مالک ہونے کی نفی کا قرآن میں موجود نہیں۔

اگر آپ کے نزدیک فوراً کارروائی ضروری ہے تو چاہئے کہ تمام زانیوں کو پورا آتشک یا پورا سوزاک جو پوری سزا ہے فوراً شروع ہو جاوے، حالانکہ ان دونوں امراض کا ظہور ان لوگوں میں مختلف اوقات پر ہوا کرتا ہے۔ یا جب مجرم مختلف گناہ کر کے مختلف سزاؤں کا مستحق ہو تو بطور آریہ ہاں! دیانندی پنتھ کے یکدم وہ تمام جونیں بھگت لے جن کا وہ مستحق ہے کیونکہ دیانندی پنتھ کے نزدیک تناسخ ہی سزا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ معاصی پر مسخ ہو کر انسان حیوان نہیں بن جاتا۔ پھر مکذب صاحب فرماتے ہیں۔ ''ان دنوں ختم المرسلین انتظام کرتا ہوگا'' اے انصاف کے دشمنو سنو!

ختم المرسلین سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اِلیٰ یوم الدین تو اپنے مالکِ انتظام ہونے کی نسبت حسبِ الہام الٰہی یوں خبر دیتا ہے۔

[1] لَآ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (یونس :۵۰)

قُلۡ اِنِّىۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَـكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (الجن:۲۲)

اور رب العالمین تو خواب استراحت نہیں فرماتے قرآن کریم باری تعالیٰ کی صفت میں فرماتا ہے لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ‌ؕ (البقرۃ :۲۵۶)۔

البتہ پرلے کے وقت ہاں مہان پرلے کے وقت جو ایک بے دلیل اور خیالی امر ہے۔ بتائے کیا کرتے ہیں؟ اس وقت کس کو خلق کرتے اور رزق دیتے ہوں گے؟ مہان پرلے کے قائل اس کا جواب دیں۔ میں نے تو آریہ ورتوں میں وہ بھی دیکھے ہیں جو کہتے ہیں کہ اسوقت نیند کرتے ہیں!!!

---

[1] مجھے تو اپنی ذات کے ضرر و نفع کا کوئی بھی اختیار نہیں ہاں جو چاہے اللہ۔

لطیفہ۔امید ہے کہ غالباً ناظرین پسند کریں گے بجائے لفظ وقت اورحین کےقرآن نے یوم کا لفظ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ میں کیوں اختیار کیا؟ سوگزارش ہے کہ عرب لوگ کبھی رات کی طرف ان امور کونسبت کرتے ہیں جن میں نقص اورعیب ہوتا ہے دیکھو شعر حماسہ کا

لَاذَتْ هُنَالِكَ بِالْاَشْعَافِ عَالِمَةً

اَنْ قَدْ اَطَاعَتْ بِلَيْلٍ اَمْرَ غَادِيْهَا

اگر چہ بعض اوقات کسی خاص مصلحت کے واسطے لیل کی طرف بھی بعض امور کو منسوب کرتے ہیں۔مگر وہاں لیل کو خاص صفت سے موصوف کر لیتے ہیں یا اسے معرف باللام بنا لیتے ہیں۔جیسے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان:۴) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (القدر:۲) وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل :۸۰)

اسی واسطے باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ہم جو انصاف کرتے ہیں وہ بےنقص ہوتا ہے اس میں حرف گیری کا موقع نہیں ہوتا۔ ہمارا انصاف اور ہماری سزا روز روشن کا معاملہ ہوتا ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحۃ:۵)۔پر مکذب کا اعتراض ہے۔’’چوری،قتل،ڈکیتی، قماربازی کے لئے یہی کلام مسلمانوں اوران کے ملانوں کا وظیفہ ہوا کرتا ہے‘‘۔

مکذب! انصاف تو کرو۔ یہ کیا اعتراض ہے؟ چوری، ڈکیتی، قمار بازی خدائی عبادت نہیں اور نَسْتَعِيْنُ سے پہلے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا لفظ ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ تیرے ہی فرمانبردار ہوں یا رہیں اور نَسْتَعِيْنُ کے مابعد اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحۃ:۶) موجود ہے جس کے معنے ہیں۔دکھا ہمیں سیدھی راہ، ہوش کرو چوری کی نسبت خود قرآن کریم میں حکم ہے

[1] اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا (المائدۃ :۳۹)

[2] وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرۃ:۱۸۹)

---

[1] چوری کرنے والا اور چوری کرنے والی ان کے ہاتھ کاٹ دو بدلے میں ان کے کسب کے۔

[2] اپنے مال کو آپس میں ناحق مت کھاؤ۔

اور قتل کی نسبت حکم ہے۔

[۱] وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الانعام: ۱۵۲)

[۲] وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا (بنیٓ اسرآئیل: ۳۴)

اور ڈکیتی کی نسبت کہا ہے۔

[۳] اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (المائدۃ: ۳۴)

قمار بازی کی برائی میں قرآن کا حکم ہے۔

[۴] یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ: ۹۱)

[۵] اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ (المائدۃ: ۹۲)

بتلایئے اس قدر شدید دھمکیوں کے بعد جو ان صفات ذمیمہ کی نسبت قرآن مجید میں مذکور ہوئیں آپ کی منصف ضمیر (اگر اس میں انصاف ہو) گواہی دیتی ہے کہ ایسے غیر موزوں اور خلاف

۱۔ اور مت قتل کرو کسی جان کو جو اللہ نے حرام کی ہے مگر حق پر۔

۲۔ اور جو مظلوم مقتول ہوا ہم نے اس کے وارث کو قدرت دے دی۔

۳۔ سوائے اس کے نہیں کہ جزا ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ ہے کہ قتل کئے جاویں یا سولی دیئے جاویں یا اس زمین سے جلا وطن کئے جاویں۔ یہ واسطے ان کے رسوائی ہے دنیا میں اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۴۔ اے ایمان والو! اس کے سوا نہیں کہ شراب، جوا، بت اور تیر ناپاک شیطانی عمل ہیں ان سے بچ جاؤ تو کہ نجات پاؤ۔

۵۔ شیطان کا ارادہ یہ ہے کہ جوئے اور شراب کے بہانہ تمہارے درمیان بغض وعداوت ڈلوا وے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے۔ اب بھی باز آؤ گے؟

تہذیب اشارات اس کی نسبت کئے جاویں؟

مکذب۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحة:٦)۔ ''آج کل سیدھی راہ ایک اور بھی مشہور ہے'' پھر کہتے ہیں ''اگر سیدھی راہ کے طلبگار ہو تو علم اور عقل کو کیوں دخل نہیں دیتے اور معقولات کے پڑھنے سے کیوں گریز ہے''۔

مصدق۔ آپ نے یہاں عجیب وغریب طور پر انصاف کی راہ اختیار کی ہے۔ دل کو روکتا ہوں، تھامتا ہوں، کانشنس دھکے دیتی ہے مگر مبارکی ہو! اس پاک مذہب اسلام کو جس نے گالی اور بدتہذیبی کا بدلہ اس قسم کی کارروائی کے ساتھ دینے سے منع کیا ہے جس نے حکم دیا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل: ١٢٦) اور پھر فرمایا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:١٠٩) افسوس صد ہزار افسوس! پاکیزگیٔ اخلاق اور طہارت باطن دنیا سے یک قلم موقوف ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس قدر بے باکی اور کپکپا دینے والی گستاخی روا رکھی گئی۔ اگر کوئی منصف ہو تو اس کے نزدیک اس ناشائستہ کتاب (تکذیب) کی بے قدری اور خفت کے لئے بس ایسے ناجائز مضامین کا ہونا ہی بس ہے۔ تعجب پر تعجب ہوگا اگر اس پر بھی یہ کہا جاوے کہ تکذیب لاجواب لکھی گئی یا مطلب خیز لکھی گئی ضد کا منہ کالا ہو صاف اور سیدھی باتوں سے بھی کیسے پھرا دیتی ہے۔ یہ بھی کیا اعتراضات ہیں؟ ان کا کافی جواب یہی ہے کہ ان کے جواب سے اعراض کیا جاوے۔ کیا یہ آپ کا اتہام آمیز کلام کچھ بھی انصاف پر مبنی ہے؟ مسلمانوں کو اسلام کو علم وعقل کی راہ سے کب نفرت ہوئی مسلمانوں نے علوم وفنون میں جس قدر ترقی کی اور دنیا میں انوار علوم کی اشاعت کی ایک عالم اس کا شاہد ہے۔ اہل یورپ اس امر کے معترف ہیں کہ یورپ کی آغاز شائستگی اور قوائے عقلی کی شگفتگی کا اصلی چشمہ عرب اور اہل عرب ہیں افسوس بغض وعناد نے ہمارے مخالفوں کو اس درجہ تک پہنچا دیا کہ مسلّمات سے انکار کرتے ہوئے بھی کوئی حیا دامنگیر نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کی اصطلاح میں کفر کے زمانہ کو ایام جاہلیہ کہا گیا ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ جہالت اور بے علمی سے اس قوم کو کیسی نفرت رہی ہے؟ خیر کچھ ہی سہی مگر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحة:٥) سے

اس اعتراض کو کیا چسپید گی ہے؟ خواہ مخواہ اعتراض کرنے کا ٹھیکہ لے لینا ہے۔ نفس کلمات طیبات میں کیا نقص ہے؟ اس کے معانی کیا فطرت انسانی سے مناسبت نہیں رکھتے؟ ناظرین با انصاف سوچو اس میں ''ہم تیرے ہی ذلیل محتاج بندے فرمانبردار بندے ہیں اور ان اپنے اقراروں پر مستقیم رہنے اور ہر طرح کی ضروریات کے سرانجام و انصرام کے لئے تیری ہی جناب سے مدد چاہتے ہیں'' کیا نقص ہے؟ اس قسم کے اعتراض ظاہر نہیں کرتے کہ ان لوگوں میں مخالفت حق اور ترویج بطلان کی کس قدر عادت ہے! مجھے یقین واثق ہے کہ ان لوگوں کی ایسی کارروائی قرآن کریم کی صداقتوں کی اور بھی زیادہ استحکام دینے والی اور اشاعت کرنے والی ہوگی اور صاحبان بصیرت پر کھل جائے گا کہ بغض آلود دلوں نے مہر منیر کو تیرہ و تار ثابت کرنے کی ناکامیاب کوشش کرنی چاہی ہے۔ قرآن کریم نے جس قدر تاکید تحصیل علوم کی کی ہے ایسی دنیا میں کسی الٰہی الاصل ہونے کا دعویٰ کرنے والی کتاب نے نہیں کی۔ اللہ اکبر! سارا قرآن انہیں مضامین سے لبریز ہے۔ کہیں کائنات الجو کی طرف توجہ دلانے کو فرماتا ہے اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ الایۃ (قٓ:۷) اور اس کی مثل بیسیوں آیتیں۔ کہیں تحصیل علوم طبقات الارض و معدنیات وغیرہ کی طرف دلوں کی توجہ کو معطوف کرتا ہے وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ (الغاشیۃ:۲۰)۔ غرض اس کلام مجید کا طرز بیان اور سیاق کلام ہی اس طرح واقع ہوا ہے کہ نصیحت و پند کے اول و آخر نظارہائے فطرت و مشاہد قدرت کے نقشے کھینچتا ہے اور اس قسم کی آفاقی و انفسی (اندرونی و بیرونی) شہادتوں سے اپنے کلام اللہ ہونے کا صریح ثبوت دیتا ہے۔ عبرت انگیز اور نصیحت آمیز کلام کے مقطع میں ضرور یہ قابل غور الفاظ وارد کرتا ہے يَعْلَمُوْنَ، يَعْقِلُوْنَ، يَتَفَقَّهُوْنَ، يَتَذَكَّرُوْنَ، يَتَدَبَّرُوْنَ۔ اب ان ترغیبات کا منشا کیا ہے؟ یہی کہ اس کے پیرو، غور و تفکر کے مذہبًا پابند ہو جاویں ورنہ وہ اتباع کتاب اللہ کی صفت سے موصوف نہ ہو سکیں گے۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ ذخائر علمی کے اکٹھا کرنے کی اور کیا ترغیب و تحریص ہو سکتی ہے؟ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ الایۃ (الحج:۴۷) یعنی عالم کی سیر و سیاحت کرو جس سے سوچنے والے دل پیدا ہوں۔

مکذب۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔'' چونکہ مسلمان تناسخ کے قائل نہیں پس خدا کا کسی کونعمت دینا اور کسی پر غضب کرنا اور کسی کو گمراہی میں ڈالنا۔ چہ معنی دارد۔ نہ اس کا انصاف قائم رہتا ہے نہ اس کا رحم اور نہ اس کا علم، اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔ ضَالّ عَلَيْهِمْ کی ضمیریں خدا کی طرف پھرتی ہیں۔ پس ان اعمال کا فاعل خدا ہوا''۔انتهى مختصرًا۔

مصدق۔ آپ تو بڑے عربی دان ہیں اس کلام میں۔ کون سی ضمیریں خدا کی طرف پھرتی ہیں ذرہ تو سوچو۔

خدا کا کسی کونعمت دینا اور بدوں کسی سابق مزدوری اور کسی محنت کے اللہ تعالیٰ کا انعام اور اکرام کرنا، اس کی رحمت اور فضل کا نشان ہے جو باری تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفت ہے۔ تناسخ والے تو یہی کہیں گے ہمیں یہ آرام اور راحتیں جو ملی ہیں ہماری محنتوں اور ہمارے کاموں کا پھل ہے۔ اگر مان لیں کہ منصف بادشاہ کا ضروری کام ہے تو کوئی اس کا فضل خاص اور خالص احسان نہیں۔ مگر مسلمان آرام پانے والا یہ کہے گا کہ یہ باری تعالیٰ کا فضل اور احسان اور اس کی دیالتا اور کرپالتا ہے۔ اور کسی پر غضب کا آنا بے وجہ نہیں ہوتا قرآن خود غضب کے وجوہ کو بیان کرتا ہے۔ سنو۔

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (النحل:۱۰۷)

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (البقرۃ:۹۱)

دیکھو غضب کے اسباب قرآن کریم میں کس طرح بیان ہوتے ہیں؟ اور دیکھو غضب بھی بے وجہ نہیں آتا بلکہ اس صورت میں آتا ہے جب کسی نے اپنے دل کی وسعت میں بجائے اس کے کہ الٰہی محبت کو جگہ دیتا الٰہی نافرمانی کو جگہ دی۔ ضَآلِّيْن کا صیغہ بخلاف مَغْضُوْب مجہول نہیں معروف کا صیغہ ہے ضَآلٌّ کے معنے گمراہ ہونے والا، بہکنے والا، اس ضد کو چھوڑو یہ بھی کوئی اعتراضات

ہیں اس سے قرآن کریم کی عظمت کم ہو جائے گی حق وصدق خود اونچا ہوتا ہے۔ یہ سراج منیر کسی دشمن کے پھونک مارنے سے بجھ نہیں سکتا۔ایک زمانہ میں عیسائیان یورپ نے قرآن کریم اوراس کے حامل واجب التکریم کو بہت برے برے پیرائیوں میں دکھانا شروع کیا کہ یہ غیر مغلوب صداقت کہیں یورپ میں پھیل نہ جائے۔ جناب ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدنما ڈراموں کی سٹیجوں پر عیب ناک قابل نفرت ایکٹر بنا کر دکھایا۔ اس فرضی کبوتر کی قبیل کے مصنوعی افسانے تراشے! مگر کیا وہ اس آفتاب حقیقت کو پوشیدہ کر سکے؟ آج یورپ میں بے شمار منصف غور کرنے والے پیدا ہو گئے جو اشاعت کلام ربانی کی راہیں تیار کر رہے ہیں۔ اثبات صانع عالم کے ان دلائل میں سے جن کو مکذب براہین نے اپنے غلط خیال کے باعث قرآنی دلائل اثبات صانع کہا ہے قرآن کریم سے دو دلیلیں وہ بیان کی ہیں جن کو تکذیب کے صفحہ ۶۴ اور ۴۷ میں بضمن نمبر ۳ و نمبر ۷ لکھا ہے دلیل نمبر ۳ صفحہ ۶۴ میں سورہ والنجم کے پہلے رکوع کی چند آیتیں ہیں اور دلیل نمبر ۷ صفحہ ۴۷ میں جو کچھ نقل کیا ہے اس میں کچھ حصہ تو ان دو آیت شریفہ کا ہے جس کو مکذب نے نمبر ۳ میں چھوڑ دیا تھا اور وہ دو آیتیں یہ ہیں۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (النجم: ۲۰، ۲۱)

اب اس آیت شریفہ نمبری ۱۹ کے آگے مکذب ایک عربی کا فقرہ لکھتا ہے اوراس مجموعہ پر جلی قلم سے سورہ نجم کا حوالہ دیتا ہے۔ وہ عربی فقرہ یہ ہے تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى۔ پھراس فقرہ کا ترجمہ کرتا ہے۔ یہ تینوں بت بڑے بزرگ ہیں اوران کی شفاعت کی امید رکھنی چاہیئے۔ میں نے اسلام کے مختلف مذاہب کے لوگوں سے یہ سورہ نجم سنی ہے کسی میں یہ ناپاک اور گندہ شرک کا بھرا فقرہ نہ پایا اور نہ کسی مطبوعہ یا قلمی قرآن کریم میں لکھا ہوا دیکھا۔

مکذب کے تمام ان اعتراضات کا مدار جن کو صفحہ ۴۷ سے شروع کیا ہے یہی ناپاک اور شیطانی فقرہ ہے جس کو مکذب نے کہا ہے کہ سورہ والنجم میں ہے اور فی الوقع سورہ نجم کیا

قرآن کریم میں نہیں۔ پس مکذب کے اعتراض بھی نہ رہے۔ ہاں پہلا حصہ دو آیت کر کے سورہ والنجم کے پہلے رکوع کی ان آیات کے آخر میں ہے جن کو مکذب نے دلیل نمبر۳ تکذیب کے صفحہ نمبر۶۴ میں لکھا ہے ان دونوں آیات کریمہ کومع ان آیات کے جو سورۂ والنجم کے ابتدا سے تا آیت ۱۷ ہیں اثبات صانع عالم سے بالذات تعلق نہیں مکذب نے نافہمی سے اسے دلیل اثبات صانع گمان کیا ہے البتہ ان آیات کریمہ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی راستی اور عظمت اور بزرگی کے اثبات میں ایک خاص تعلق ہے اور یہ امر بھی چونکہ احقاق حق اور ابطال باطل میں ضروری ہے اس لئے مجھے اس رکوع کی تشریح اور بیان کی ضرورت پڑی۔ ناظرین غور کریں ہر دو آیات مرقومہ صفحہ نمبر۴۷ تکذیب کیسی لطیف ہیں اور کس خوبی کے ساتھ احقاق حق اور ابطال باطل کرتی ہیں۔

سنو! مطالب دو قسم کے ہوتے ہیں اول بڑے ضروری دوسرے ان سے کم درجہ کے۔ بڑے ضروری مطالب کو بہ نسبت دوسرے مقاصد کے بلا ریب تاکید اور براہین و دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ میرا دعویٰ بہت صاف اور ظاہر ہے تاکید کے واسطے ہر زبان میں مختلف کلمات ہوا کرتے ہیں ایسے ہی عربی زبان میں بھی تاکید کے لئے بہت الفاظ ہیں۔ مگر ایشیائی زبانوں میں جیسے علی العموم قسم سے بڑھ کر کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ ایسے ہی عربی کے لٹریچر میں بھی قسم سے زیادہ کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ اس لئے اس میں عربی محاورات پر ضروری مطالب میں قسموں کا استعمال بھی ہوا۔ اقسام القرآن کی نسبت جہاں مکذب نے اعتراض کیا ہے وہاں مفصل انشاء اللہ بیان کروں گا۔

رہی یہ بات کہ اہم اور بہت ضروری مطالب میں براہین اور دلائل کا بیان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے قرآن کریم نے ان مطالب میں قسموں کے علاوہ اور کیا ثبوت دیا ہے؟ سو یاد رہے جہاں

قرآن کریم کسی مطلب پر قسم کو بیان کرتا ہے وہاں جس چیز کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے۔ وہ چیز قانون قدرت میں قسم والے مضمون کے واسطے ایک قدرتی شاہد ہوتی ہے۔ اور یہ قسم قدرتی نظاروں میں اپنے مطلب کی مثبت ہوتی ہے جو قسم کے بعد مذکور ہوگا۔ مثلاً

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى الخ (الّیل : ۵) ایک مطلب ہے جس کے معنی ہیں۔ ''لوگو! تمہارے کام مختلف ہیں اوران کے نتائج بھی الگ الگ ہیں'' قرآن مجید اس مطلب کو قانون قدرت سے اس طرح ثابت کرتا ہے وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (الّیل:۲تا۴) کیا معنی؟ رات پر نظر کرو جب اس کی کالی گھٹا چھا جاتی ہے پھر دن پر نظر ڈالو جب اس نے اپنے انوار کو ظاہر کیا۔ پھر مرد اور عورت کی خلقت اور بناوٹ پر غور کرو۔ اوران کے قدرتی فرائض اور واجبات کو سوچو تو تمہیں صاف طور پر عیاں ہوگا کہ بے ریب تمہاری کوششیں الگ الگ اوران کے نتائج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایسے ہی باری تعالیٰ کے نام جان و مال کو دینے اور نافرمانیوں سے بچنے والا اور اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مصدق اوراس کے مقابل جان اور مال سے دریغ کرنے والا نافرمان اور اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مکذب بھی الگ الگ ہیں اور الگ نتیجہ حاصل کریں گے۔ ہمارے پاک ہادی، سرور اصفیا، خاتم الانبیاء کی اثبات نبوت اور آپ کی عظمت اور بڑائی ثابت کرنا بڑا احقاق حق اور آپ کے منکروں کو ملزم کرنا بڑا ابطال باطل تھا۔ قرآن کریم نے اس احقاق حق اور ابطال باطل پر پُر زور دلائل دیئے ہیں۔ ان دلائل کا بیان اس جگہ موزوں نہیں البتہ ان براہین میں سے اس والنجم کے پہلے رکوع میں احقاق حق اور ابطال باطل کا ایک ثبوت ہے۔ اور قبل اس کے کہ حضور علیہ السلام کی صداقت اور راستی اور سچائی کو ثابت کیا جاوے۔ نفس نبوت اور مصلح کی ضرورت کو قرآن میں والنجم کا لفظ فرما کر باری تعالیٰ نے ثابت فرمایا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ عرب ایک ایسا جزیرہ نما تھا جس میں علی العموم پانی کی قلت تھی اوراس کے ملک حجاز میں بخصوص

سڑکوں اور میلوں کے نشانات اس کے راہوں میں ہرگز نہ تھے۔اس لئے عرب لوگ غالباً رات کو سفر کرتے تھے۔اور ثریا نام النجم سے سمت کو قائم کر لیتے تھے جس طرح آج جہازی مسافر قطب نما سے سمت کو قائم کر لیتے ہیں۔اندھیری راتوں میں وہ النجم گویا بدرقہ کا کام دیتا تھا۔قرآن کریم نے جہاں النجم کے فائدے بیان کئے ہیں وہاں یہ بھی فرمایا ہے۔[1] وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (النحل:۱۷) اور یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ النجم اگر سمت الراس پر واقع ہو تو اس سے مسافروں کو راستہ کا پتہ نہیں لگ سکتا۔اس النجم کا مشرق یا مغرب میں ہونا سفر والوں کے لئے ضروری ہے۔عربی زبان میں ھَوٰی چڑھنے اور ڈھلنے دونوں کے معنی دیتا ہے۔پس اس رکوع کی پہلی آیت وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی (النجم:۲) کے معنی یہ ہوئے قسم ہے النجم (ثریا) کی جبکہ وہ مشرق یا مغرب کی طرف ہو باری تعالیٰ رات کے اندھیروں میں جنگلوں اور راستوں کے چلنے والوں کو فرماتا ہے لوگو! تمہارے لئے تم کو منزل مقصود تک جانے کے واسطے اور جسمانی سمتوں کے سمجھنے کی خاطر ہم نے النجم کو تمہارے کام میں لگایا۔تو کیا جسمانی ضرورتوں سے بڑھ کر تمہاری ضرورت کے واسطے اور روحانی منزل مقصود تک پہنچ جانے کے واسطے تمہارے لئے کوئی ایسا مصلح اور کوئی ایسا ریفارمر سلیمۃ الفطرت سچا ملہم نہ ہوگا جو تم کو تمہارے روحانی اندھیروں اور اندرونی ظلمتوں کے وقت راہنمائی کرے؟ فانی اور چندروزہ تکلیف جسمانی راہوں کے نہ سمجھنے میں جب تمہارے گردوپیش کے نشانات تم کو راہ نمائی نہیں کرتے تو ہمارے روشن اور بلند ستاروں سے ضرور تمہاری دستگیری کی جاتی ہے۔ پھر جب تمہارے فطری قویٰ اور تمہاری روحانی اور ایمانی طاقتوں پر تمہاری جہالتوں تمہاری نادانیوں تمہاری بد رسومات اور عادات اور حرص اور ہوا اور بے جا خود پسندی اور ناجائز آزادی کی اندھیری رات آجاتی ہے اور اس وقت تم ابدی نجات کی منزل تک پہنچنے سے حیران و سرگرداں ہو جاؤ تو کیا ہماری رحمت خاص اور فضل عام سے کوئی روشنی بخش اور رہنما سیارہ نہ ہوگا؟

[1] اور النجم سے وہ راہ پاتے ہیں۔

اور کیا وہ اللہ تعالیٰ جس کی ذات بابرکات نے جسمانی ظلمتوں میں تمہارے آرام کے واسطے ایسے جسمانی سامان بنائے ہیں جن سے تم آرام پاؤ بشرطیکہ ان کی طرف توجہ کرو اس نے تمہارے ابدی آرام اور روحانی راحتوں کے واسطے تدابیر نہ رکھی ہوں گی؟ بے ریب رکھی ہیں۔ جسمانی لیل اور چند گھنٹوں کی رات میں اگر کوئی راہنما ستارہ موجود ہے تو اس روحانی لیل اور غموم اور ہموم کی نہایت بڑی لمبی رات کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل نے تمہاری منزل مقصود اور جاودانی آرام تک پہنچانے کا راہ نما بھی ضرور رکھا ہو گا۔ وہ کون ہے؟ بے ریب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ثبوت مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم: ۳) وجہ ثبوت اپنے ہی ملک میں ذرا تجربے اور بلند نظری سے کام لو۔ نظر کو اونچا کر کے دیکھو۔ یہ شخص تمہارے شہر کا تمہارا ہم صحبتی جس کا نام محمدؐ، احمدؐ، امین ہے اور جس کو تمہارے چھوٹے بڑے انہیں پیارے ناموں سے پکارتے ہیں کیسا ہے؟ کیا تمہارے لئے کافی راہ نما نہیں؟ بے ریب ہے۔ کیونکہ نظریات کا علم ہمیشہ بدیہات سے ہوتا ہے اور غیر معلومہ نتائج پر پہنچنا ہمیشہ معلومہ مقدمات سے ممکن ہے۔ نہایت باریک فلسفی کا پتہ عامہ قواعد سے لگتا ہے۔ جانتے ہو۔ کسی انسان کو انسان کامل یقین نہ کرنے کے تین سبب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ تم اس شخص کے حالات سے پورے واقف نہیں جس نے ہادی اور انسان کامل ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوم یہ کہ وہ شخص جس نے ہادی اور انسان کامل ہونے کا دعویٰ کیا اسے علم صحیح نہ ہو۔ سوم یہ کہ باوجود علم صحیح رکھنے کے اس کی عادت ایسی ہو کہ علم صحیح پر عمل نہ کرے سو اس رسول خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان تینوں عیوب میں سے ایک بھی نہیں مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم: ۳) یعنی نہ بھولا اور نہ بے علمی سے کام کیا تمہارے ساتھ رہنے والے نے اور نہ کبھی علم صحیح کے خلاف کرنے کا ملزم ہوا۔ پہلی وجہ عدم تسلیم کا جواب تو یہ ہے کہ چالیس برس کامل کے تجربہ سے دیکھ لو۔ یہ شخص محمد امین (بابی و امی صلی اللہ علیہ و سلم) بھلا اس میں کوئی عیب رکھنے کی بات ہے۔ دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ مَاضَلَّ جس کے معنی ہیں کبھی نہ بھولا ہمیشہ تمہاری

اور اپنی بہتری کی جو تدبیر نکالی وہ تدبیر آخر مثمر ثمرات نیک ہوئی تیسری وجہ کا جواب دیا۔ وَمَاغَوٰی (النجم: ۳) چالیس برس تمہارے ساتھ رہا اور تمہارا صاحب کہلایا۔ مگر کبھی کسی بدعملی کا ملزم ہوا؟ ہرگز نہیں۔ چالیس برس تک جس نے راستی اور راستبازی کا برتاؤ کیا۔ جس کے ہاتھ پر صدیق نے بھی بیعت کی جس کے سینکڑوں مریدوں میں سے ایک بھی تبلیغ احکام اسلام میں کذب کا ملزم نہ ہوا۔ وہ جس نے کبھی مخلوق پر افترا نہ باندھا اب وہ کیا ہماری ذات پاک پر مفتری ہوگا؟ ہرگز نہیں اگر اپنے پہلے تجارب اور اپنی پہلی معلومات صحیحہ پر صحیح نظر کرو گے اور اس کے چالیس سال کے برتاؤ سے پتہ لوگے تو یہ نتیجہ نکلے گا۔[1] وَمَایَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی (النجم: ۴، ۵)۔ اور سنو! اس کے علوم اور اس کی ہدایات کسی کمزور معلّم کی تعلیم کا نتیجہ نہیں اور نہ ایسا ہے کہ یہ پورا تعلیم یافتہ نہ ہو اس کی تعلیم تو اس کی نبوت اور رسالت کا عمدہ نشان ہے۔ اس کی تعلیم بڑے طاقتور معلم کی تعلیم ہے اور یہ بھی تعلیم کے اصلی مدارج پر پہنچ کر ٹھیک اور درست ہو چکا ہے۔ یہی معنی ہیں آیات ثلٰثہ[2] عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ذُوۡ مِرَّۃٍ فَاسۡتَوٰی وَھُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی (النجم: ۶ تا ۸)

قانون قدرت کا عام قاعدہ ہے جس قدر کوئی چیز دوسری چیز سے تعلق پیدا کرے گی اسی قدر اس دوسری چیز سے متاثر اور متحد ہوگی ایک عادل بلکہ ہمہ عدل مالک اور علیم وخبیر سلطان کے لائق اور جان نثار، چست وہوشیار رضامندی کے طالب نوکر اور خادم کو جو جو انعام اور اکرام ملیں گے اور ایسے مقتدر اور مقدس بادشاہ کے ایسے پیارے خادم جن جن انعامات اور الطاف کے مورد ہوں گے ویسے نالائق اور نکمے خود پسند، مطلبی، کاہل نام کے نوکر اور جھوٹے خادم ہرگز ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس قدر اس کے بندوں کو تعلق ہوگا اسی قدر وہ قابل انعام ہوں

---

۱ اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے مگر جو بولا وہ الٰہی الہام ہے جو بھیجا گیا۔

۲ سکھایا اس کو بڑے طاقتور نے۔ بڑے جگرے کا تھا پس پورا نظر آیا۔ اور وہ اب بلند کنارے پر ہے۔

گے۔جتنی بندگی اورعبودیت کامل ہوگی اتنا ہی الوہیت کا میل اس سے زیادہ ہوگا۔اور بقدرترقی عبودیت روح القدس کا فیضان ہوتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (المجادلة:۲۳)

یادرہے یہی توحیداورتثلیث کا مسئلہ تھا جس کوعیسائی نہ سمجھ کرشرک میں گرفتار ہو گئے۔اور یہی وہ بھید ہے جس میں اللہ تعالیٰ اوراس کے انبیاء اور رسل اور اولیا کے باہمی تعلق کے باعث فیضان روح کا پتا لگ سکتا ہے۔طالب صداقت سچی ارادت سے چندروز بحضور مرزا صاحب حاضر ہوکر استقلال وصبر سے منتظر ہو اور دیکھ بھی لے۔

عرب کا دستور تھا جب دو آدمی باہم اتحاد پیدا کرتے اور معاہدہ کر لیتے تو دونوں اپنی اپنی کمانیں اس طرح ملاتے کہ ایک کی کمان کی لکڑی دوسری کی کمان کی لکڑی سے ازابتدا تا انتہا ایک سرے سے دوسرے سرے تک ملائی جاتی۔اور ایک کمان کی تار دوسری کمان کی تار سے ملائی جاتی تب دونوں قوسوں کے دو قاب ایک قاب کی شکل دکھلائی دیتے۔پھر دو کمانوں کواس طرح ملا کر دونوں معاہدہ کنندے ایک تیر،ان دونوں کمانوں مگر اب ایک ہوگئی ہوئی کمان میں رکھ کر چھوڑتے اور یہ رسم عرب کے اس امر کا نشان ہوتا تھا کہ اس وقت کے بعد ایک کمان والے کا دوست دوسرے کمان والے کا دوست ہوگا اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن قرار پائے گا۔اسی طرح انبیاء اور رسولوں کی پاک ذات کا خاصہ اوران کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ پاک گروہ اوران کے اتباع مگر گرویدہ اتباع اَلْحُبُّ لِلّٰهِ اوراَلْبُغْضُ فِی اللّٰهِ میں منفرد ہوتے ہیں اپنے ہرایک اعتقاداورقول اورفعل میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضامندی کومقدم رکھتے ہیں اسی کے بلائے سے بولتے اور اسی کے چلائے سے چلتے ہیں۔ان کا رحم اوران کا غضب اللہ تعالیٰ کا رحم اوراللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا

ہے ایسی وحدت واتحاد کے باعث ان کے ہاتھ پر بیعت اور اقرار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت اور اسی سے اقرار ہوتا ہے اور اسی اتحاد کا بیان آیات ذیل میں ہے۔

[۱] اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح:۱۱)

[۲] مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۱)

[۳] وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الأنفال:۱۸)

وغیرہ آیات کریمہ میں ہے وَاِلَّا وہ تو بشر ہوتے ہیں اور اپنی بشریت اور عجز اور فقر کو اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف:۱۱۱)۔ وَاِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ وَ مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ (الاحقاف:۱۰)۔ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (الانعام: ۵۱)۔ فرما کر ثابت کرتے ہیں۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ باری تعالیٰ کی گرامی اور مقدس ذات پاک سے ان کی ذات کو دنوّ اور تقرب ہوتا ہے اور ان کی کمان اللہ تعالیٰ کی کمان سے بالکل وحدت پیدا کرتی ہے۔ اسی عمدہ مضمون کو قرآن کریم نے اس سورہ والنجم میں بایں کلمات فرمایا ہے۔

[۴] ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم:۹،۱۰)

اب حسب بیان سابق ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقرب اور اس کی بارگاہِ مُعلّٰی میں عبودیت تامہ کے ثبوت کے بعد روح حق اور روح القدس کا فیضان ہوتا اس لئے جناب رسالت مآب کی اعلیٰ درجہ کی عبودیت اور فرمانبرداری اور حُبّ للہ اور بُغض فی اللہ کے نتیجہ اور فیضان کا بیان ہوتا ہے۔

---

۱ یقیناً جو لوگ تجھ سے ہاتھ ملاتے ہیں وہ اللہ سے ملاتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔
۲ اور جس نے اس رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
۳ اور تو نے نہ پھینکا جب پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا۔
۴ پھر نزدیک ہوا اور پاس کھڑا ہوا پس دو کمانوں کا ایک قاب یا اس سے بھی قریب تر ہو گیا۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی[1] (النجم:۱۱)

مَا اَوْحٰی میں ابہام نہیں جیسا کہ مکذب براہین نے وہم کیا ہے مَا عربی لفظ موصولہ اور معرفہ ہے اَوْحٰی اس کا صلہ ہے مَا اَوْحٰی کیا چیز ہے یہی قرآن کریم اور حضور علیہ السلام کی تمام پاک تعلیم جس کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ روح بھی فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ: ۵۳) اور یہ وہی روح ہے جو الوہیت اور عبودیت کے کامل میل سے پیدا ہوتی ہے بلکہ یوں کہیئے کہ اس کا اللہ سے فیضان ہوتا ہے اللھم ایدنی بروح القدس آمین۔ اب اس کی عمدگی اور راستی کی نسبت فرماتا اور مدعی الہام کی حالت کو بتاتا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى[2] (النجم: ۱۲،۱۳)

عرب کا یہ بھی دستور تھا جیسے قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب بڑے بڑے کاموں کے واسطے پبلک اور عام اہل الرائے کی رائے لی جاتی تو کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتے کیونکہ ان کے چھوٹے خیمے جلسہ کے قابل نہ ہوتے تھے۔ اور عام سایہ دار درختوں میں سے بیری کا درخت اس ملک میں بڑا درخت سمجھا جاتا ہے۔ اس رسم کے مطابق باری تعالیٰ حجاز کے باشندوں کو جو حضرت صاحب الوحی کے مخاطب ہیں اور آپ کی دعوت کا ابتداءً روئے سخن بھی ان ہی کی جانب ہے یوں فرماتا ہے کہ جہاں اس ہادی، محسن خلق، رحمت عالمیان نے مشورہ لیا وہ بیری تمام دنیا کی بیریوں سے بڑی بیری تھی۔ اور وہ تمہاری دنیا کی سی بیری نہ تھی وہ تمہارے نظام شمسی سے کہیں اونچی سات آسمانوں سے پرے کی بیری ہے وہ بیری تو کچھ ایسی بیری ہے جس کی جڑھ سے تمام دینی اور دنیوی منافع کی ندیاں نکلتی ہیں۔ باغ عدن کی ندیاں بھی اسی کی جڑھ سے نکلتی ہیں۔ جن کو تم جیحون اور سیحون اور نیل وفرات کہتے ہو اسی کی جڑھ سے نکلتے ہیں جنة الخلد کی ندیاں بھی وہاں ہی سے رواں ہیں خود جنة الماویٰ بھی اسی کے پاس ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ

---

[1] پھر اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں ان عظیم الشان اسرار (قرآن کریم) کو ڈالا۔
[2] اس دل نے جو دیکھا خوب دیکھا (یعنی مغالطہ نہ کھایا) کیا تم اس کی دید پر جھگڑتے ہو۔

ان آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔

[1] وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (النجم ۱۴تا۱۷)

مـا یغشٰی کا مـا بھی موصولہ اور معرفہ ہے مکذب براہین نے کم علمی سے کہہ دیا ہے کہ ہادی اسلام ما یغشٰی کا پتہ نہیں دے سکے۔ یادرہے یہ کلمہ ما کا عربی میں تفخیم اور تعظیم کے معنے دیتا ہے۔ وہاں سدرۃ المنتھٰی میں جناب رسالت مآب فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دیکھا اپنے رب تعالیٰ کے بڑے بڑے نقش قدرت دیکھے۔ کمالات انسانیہ کے حاصل کرنے کے نشانات کا نظارہ کیا جیسے فرماتا ہے۔

[2] مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (النجم :۱۸،۱۹)

مشرکو! اس مہربان ہادی کے منکرو! بت پرستو تم نے کیا دیکھا؟ جس کے دیکھنے کے بعد بت پرستی جیسے گڑھے میں ڈوب مرے۔ بت پرستی کے لوازم وہم پرستی اور جہالت میں مبتلا ہو گئے نہ کوئی تمہارے ملک میں تمدن کا قاعدہ نہ معاشرت کا اصل نہ سیاست کا ڈھنگ اور نہ روحانی تعلیم کا ذریعہ نہ حقیقی عزت اور فخر کا تم میں وسیلہ۔

[3] اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى (النجم :۲۰،۲۱)

ذرا غور تو کرو۔ انصاف سے کام لو۔ عقل کو بیکار نہ رکھو۔ اس عجیب وغریب تفرقہ پر نگاہ تو کرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتھٰی تک پہنچنے کا نتیجہ کیا ہے؟ اور تمہارے لات اور عزی اور منات کی پرستش کا ثمرہ کیا ہے؟ ایک وہ توحید کا واعظ سچے علوم کا معلم، قوم کو ذلت اور ادبار سے

---

[1] اور یقیناً اس نے اسے بار دیگر دیکھا (یعنی نظر ثانی کی) سدرۃ المنتھٰی کے پاس (سب سے بڑی بیری) جس کے پاس جنۃ الماوٰی ہے۔ اس سدرہ (بیری) کو بڑے اعلیٰ درجہ کے انوار ڈھانکے ہوئے ہیں۔

[2] اس کی آنکھ نے کجی نہیں کی اور غلطی نہیں کھائی۔ ضرور اپنے رب کے بڑے بڑے نشانات دیکھے۔

[3] واہ تم نے تو لات وعزی ہی کو دیکھا اور منات کو جو تیسرا اور سب سے گیا گزرا ہے۔

عزت وسلطنت عالمگیر پر پہنچانے والا۔دوسرے تم لوگ پتھروں سے حاجات کے مانگنے والے فسق وفجور میں قوم اور ملک کوتباہ کرنے والے اور وہم پرست ایسے کہ اپنے لئے تو اولادنرینہ کو پسند کریں اور باری تعالیٰ کی پاک ذات پر یہ عیب لگاویں اور یہ بداعتقاد کریں کہ معاذاللہ فرشتے اور ملائکہ اللہ تعالیٰ رحمٰن کی بیٹیاں ہیں۔مشرکو! دیکھابت پرستی نے تم کوکس کوئیں میں گرایاان کی اسی نادانی کا بیان ہے۔

[1] اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (النجم:۲۲،۲۳)

اس تفسیر سے مکذب کے ان اعتراض نمبر۳ اور نمبر۷ دونوں کا جواب ہوگیا جن کومکذب نے تکذیب کے صفحہ نمبر۶۴ اور ۷۱ میں بیان کیا ہے۔

سورہ والنجم کی پہلی چندآیات اور پہلے رکوع کی آخری چندآیات کے مقابل مکذب نے تکذیب کے صفحہ نمبر۶۴ وصفحہ نمبر۴۷ میں یہ دومنتر لکھے ہیں۔سورہ والنجم کے قریباً تمام رکوع کا ترجمہ مع تفسیر لکھ چکا ہوں۔اب منتروں کا ترجمہ سنو

اول منتر: پرتیھے (محیط) بھوتانی (عناصر) پرتیھے (محیط) لوکانی (عالم) پرتیھے (محیط) سروا (تمام) پردشو (زوایا عالم) دِشیشچ (جوانب) لسپتھاے (قریب ٹھہرا ہوا ہے) جامرت سیا (غیرفانی) تمناتمانم (اپنے آپ کرکے اپنے آپ میں) بھ سنوشیش (داخل)

یہ تیسری دلیل ہے جس کومکذب براہین نے ہستی صانع عالم کے اثبات میں وید سے بیان کیا ہے۔جہاں تک میں خیال کرسکتا ہوں۔اس قسم کا بیان دہریہ پر حجت نہیں ہوسکتا البتہ صانع عالم کے ماننے والے کے لئے بشرطیکہ کوئی اس کلام پر ایمان لانے والا ہو۔ذات باری کے ساتھ ازدیاد محبت کا باعث ضرور ہے۔اوراگر مان لیا جاوے کہ اس طرح صفات کاملہ الٰہیہ کا بیان بھی اثبات صانع عالم میں کافی ہے تو کیا پھر ایسا بیان قرآن کریم میں نہیں؟ اگر آریہ کوعلم نہیں تو ہم قرآن کریم سے بیان کرتے ہیں۔پہلے آٹھ نو الفاظ کے بدلے كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب:۴۱) اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (حٰمٓ السجدة : ۵۵)۔اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق:۱۳)۔السپتھا شبد کے بدلے

---

[1] کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں یہ تو بڑی بھونڈی تقسیم ہے۔

اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ (البقرۃ: ۱۸۷) کو پڑھ لو۔ پرتھم جامرت سیا کے بالمقابل۔ هُوَ الْاَوَّلُ (الحدید: ۴)۔ هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (البقرۃ:۲۵۶)۔ دیکھ لو اس منتر کے تمام آخری حصہ کے مقابلہ میں وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد:۳۹) پورا تسلی بخش ہے۔

دوسرا منتر سنو (وہ ہمارا) بندھو (دوست) رجنتا (خالق) سودہانا (مبدع) دہامانی (عناصر) وید (عالم) بھوتانی (عالَم) دشوا (تمام) یتر (عالم) دیویہ (فرشتہ) امرت مانشوناس (آب حیات کو نہ پی کر) تریتھے (تیسری) دہام لوک ندھیرتَم۔

مطلب اللہ تعالیٰ ہمارا دوست خالق عناصر عالم تمام جہان دیوتہ آب حیات جیسے چیز کو ترک کر کے۔ اس تیسرے مقام والے کی عبادت کرتے ہیں۔ اس قسم کی صفات قرآن کریم کی آیات ذیل میں موجود ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الفاتحۃ: ۲)۔ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (الانعام:۱۰۳)۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (البقرۃ: ۲۸۳)۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:۱۶۶) سے جو سورۂ بقر میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ عام ایمان والے بھی باری تعالیٰ کی ذات پاک کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ اور ملائکہ تو پھر بطریق اولیٰ ایسے ہوں گے۔ آب حیات کیا چیز ہے۔ آب حیات بھی ایک شَیْءٌ مِنَ الْاَشْیَاءِ ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبۃ:۷۲) اس کے مقابلہ میں قرآن کریم فرماتا ہے۔

لطیفہ۔ اس وید منتر کا آخری جملہ بتاتا ہے کہ باری تعالیٰ زمین اور آسمان کے وراء کسی تیسرے مقام میں ہے۔ غالبًا یہی وہ مقام ہے جس کو اہل اسلام عرش کہتے ہیں۔

مکذب براہین نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۶۹ میں قرآن شریف کی آیت۔ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (القلم: ۴۳) کو صانع عالم کی ہستی کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کیا ہے۔ ’’خدائے بے چون و چرا محمدیوں کو کہتا ہے۔ میں قیامت کے روز تم کو دیدار دوں گا اور تم نہیں مانو گے اور پھر میں تمہارے اصرار کرنے پر پنڈلی سے جامہ اٹھا کر بتلاؤں گا تب تم سجدہ میں گرو گے۔ جائے تعجب اور حیرت ہے۔ خدا تعالیٰ بسبب زود رنجی کے جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے اور نہیں شرماتا۔‘‘

مصدق۔تمام اعتراض از سرتا پا افترا و بہتان اور راستی سے بے نام ونشان ہے اول اس لئے کہ اگر معترض ہی کا وہ ترجمہ مان لیا جاوے جو خود معترض نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے ”جس روز جامہ اٹھایا جاوے گا پنڈلی سے اور بلائے جاویں گے لوگ واسطے سجدہ کرنے کے بس نہ کرسکیں گے“۔تکذیب صفحہ نمبر ۶۸۔ جب بھی اس ترجمہ سے وہ باتیں نہیں نکلتیں جو مکذب براہین نے اپنے اعتراض میں بیان کی ہیں مثلاً ”تم کو دیدار دوں گا ایک اور تم نہیں مانوں گے۔دو۔پھر میں تمہارے اصرار پر۔تین تب تم سجدہ میں گرو گے۔ چار۔ زود رنجی۔ پانچ۔نہیں شرماتا۔ چھ۔تعجب و حیرت ہے۔فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ کے معنی مکذب نے یہ لکھے ہیں پس نہ کرسکیں گے اور اعتراض میں مکذب نے لکھا ہے تب تم سجدہ میں گرو گے“۔آریہ صاحبان! انصاف کرو! اور سچ کے اختیار کرنے میں دیر نہ کرو۔[۱] وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (الاعراف: ۱۲۹)۔اب میں آپ کو اس آیت کی بقدر ضرورت تشریح سناتا ہوں۔اور آیت کا مابعد بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہوں۔

[۲] يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (القلم: ۴۳،۴۴)

اَلسَّاق عربی میں شدت اور تکلیف کو کہتے ہیں۔اور کشف الساق شدت اور تکلیف کا ظہور ہے پس يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کے معنے ہوئے جب شدت اور تکلیف کا ظہور ہوگا۔ان معنوں کا ثبوت علاوہ لغت عرب کے قرآن کریم سے دیا جاتا ہے۔

[۳] كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيْلَ مَنْ ٜ رَاقٍ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ (القیامة: ۲۷ تا ۳۱)

۱۔ یاد رکھو انجام کار کامیابی خدا ترسوں کے حصہ میں آتی ہے۔

۲۔ جس وقت سخت اضطراب کا وقت ہوگا اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے پس ان کو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ان کی آنکھیں (مارے ضعف و دہشت) کے بے نور ہوگئی ہوں گی ذلت نے انہیں ڈھانک رکھا ہوگا اور (اس حالت سے پہلے) جب بھلے چنگے تھے سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے۔

۳۔ ایسا نہ ہوگا جس وقت سانس ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کون افسوں کرنے والا ہے (جو اسے اب بچالے) اور (مریض) یقین کرتا ہے کہ اب جدائی کا وقت ہے اور سخت گھبراہٹ اس پر طاری ہوتی ہے اس وقت چلنا تیرے رب کی طرف ہے۔

راجز عرب کے نامی شاعر کا قول ہے

[ا] عَجِبْتُ مِنْ نَفْسِیْ وَمِنْ اَشْفَاقِیْ
وَ مِنْ طَرَاوِی الطَّیْرِ عَنْ اَرْزَاقِهَا
فِیْ سَنَةٍ قَدْ کَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا

اور جب جنگ کی شدت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کَشَفَ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ یعنی گھمسان کا رن واقع ہوا۔ اب اس تحقیق پر آیت شریفہ کا یہ مطلب ہوا کہ جب عبادت کے کمزور کو مرض موت کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بڑا بوڑھا یا ناتوان زار ونزار ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے والے موذن نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کا کلمہ بڑے اونچے منار سے بلند آواز کے ساتھ پکار سنایا۔ اور وہ میٹھی آواز سلیم الفطرت ناتواں کے کان میں پہنچی۔ اب اس کا دل مسجد کو جانے کے لئے تڑپتا ہے مگر اس وقت وہ مرنے کی حالت میں مبتلا۔ اچھی طرح ہل جل بھی نہیں سکتا اور دل میں کڑھتا ہے مگر اب اس کڑھنے سے قوی نہیں ہو جاتا۔ اسی آیت شریف میں وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ کے پیچھے وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (القلم:۴۴) کا کلمہ ان معنی کا قرینہ موجود ہے جس کے معنی ہیں اور بتحقیق وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جبکہ بھلے چنگے تھے ان معنی کی تصدیق تفسیر کبیر کے جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۲۷۴ سے بخوبی ہوسکتی ہے۔

دوسری توجیہ اس آیت شریف کی اَلسَّاقُ ذَاتُ الشَّیْءِ ۔وَحَقِیْقَةُ الْاَمْرِ کیا معنی ساق کا لفظ عربی زبان میں کسی چیز کی ذات اور اس کی اصل حقیقت کو کہتے ہیں یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کے معنے یہ ہوئے۔ جس دن اشیا کی اصل حقیقت ظاہر ہوگی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے منکر اپنی نافرمانیوں کا بدلہ دیکھیں گے اس وقت اِتْمَامًا لِلْحُجَّةِ پھر سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے مگر پہلی نافرمانی کا بدنتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت سجدہ نہ کرسکیں گے۔

[ا] تعجب ہے کہ قحط کے دنوں میں جب شدت سے اضطراب واقع ہوا، میں بھوکوں مرنے کے خوف سے پرندوں کو ان کی روزی کھانے سے روکتا تھا۔

تیسری توجیہ اس آیت شریف کی یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی پہچان مختلف اسباب سے ہوا کرتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص ایک آدمی کو اس کا منہ دیکھ کر پہچان سکتا ہے اور سابقہ جان پہچان والا ادنیٰ نشان جیسے قدم اور ساق کو دیکھ کر پتہ لگا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک سمجھ دار صحیح الفطرت صاحب دانش ادنیٰ ادنیٰ امور سے باری تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کا پتہ حاصل کرسکتا ہے شعر

برگِ درختان سبز در نظرے ہوشیار
ہر ورقے دفترے معرفت کردگار

اور کم فہم مریض الفطرت کو عمدہ عمدہ دلائل سے بھی معرفت الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی اسی طرح ہنگامہ محشر کے وقت جو اسی موجود دنیا کا نتیجہ ہے جب الٰہی صفات کا ظہور ہوگا تو ناسمجھ اپنی کمی معرفت اور نقص عرفان کے باعث بخلاف سمجھ داروں کے سجدہ سے محروم رہ جاویں گے اور اسلام والے اپنے عرفان اور ایمانی نور کے باعث ادنیٰ ظہور صفات پر جسے کشف ساق کہتے ہیں جو کشف وجہ سے کم ہے سجدہ میں گریں گے۔ اور منافقوں نافہموں کی پیٹھ اس وقت طبق واحد ہو جائے گی۔

چوتھی توجیہ جو بالکل میرے مسلک پر ہے یہ ہے۔ ساق اور اس کا کشف باری تعالیٰ کی صفت ہے اور صفات کا معاملہ ایسا ہی ہے کہ ان کی حقیقت ہمیشہ بلحاظ اپنے موصوف کے بدل جایا کرتی ہے مثلاً بیٹھنا ہماری صفت ہے جس سے ہم ہر روز متصف ہوتے ہیں۔ مگر ایک بڑے ساہوکار یا کسی امیر کا عروج کے بعد بیٹھ جانا ہمارے ہر روزہ بیٹھ جانے سے نرالا ہوگا۔ برسات کے دنوں میں مینہ کے زور سے دیوار کا بیٹھ جانا پہلے بیٹھنوں سے بالکل الگ ہوگا اور ایک پادشاہ کا تخت پر بیٹھ جانا کوئی اور ہی حقیقت رکھے گا۔ ان مثالوں میں دیکھ لو۔ بیٹھنا ایک صفت ہے مگر بلحاظ تبدیل موصوفین کے اس صفت کا ایک قسم دوسرے قسم سے بالکل علیحدہ ہے۔ اب ان سب سے ایک لطیف بیٹھنا سنو! جس کی حقیقت ان تمام بیٹھنوں سے بالکل الگ ہے۔ وہ بیٹھنا کیا ہے؟ کسی کی محبت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا اور کسی کی عداوت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا۔ کسی کی کلام کا کسی کے دل

میں گھر کر لینا یا بیٹھ جانا جب اہل اسلام نے باری تعالیٰ کو لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۲) انو پیم بے مانند مانا ہے تو اس بات کا تسلیم کرنا ہر عاقل منصف کا فرض ہے کہ وہ اس کی تمام صفات بھی اس پاک موصوف کی طرح لیس کمثل اور انو پیم بے مانند مانتے ہوں گے اس کی قدرت، اس کی طاقت، اس کا علم، اس کی حیات، اس کا موجود ہونا، اس کا ازلی ہونا، اس کا ابدی ہونا، اس کا ید، اس کا وجہ، اس کی ساق، اس کا کشف، اس کا عرش پر بیٹھنا سب بے مثل ہوگا۔ چونکہ ہم اس کی پاک ذات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے اس لئے ہماری کوئی صفت اس کی کسی صفت سے مشابہ نہ ہوگی۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (الاعراف:۵۵)

آیت مرقومۃ الصدر کو مکذب نے اثبات صانع کی دلیل سمجھا ہے اور تکذیب کے صفحہ نمبر ۷۰ میں عادتاً ٹھیکہ پورا کرنے کو پے در پے چند اعتراضات کئے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ ''آیت مرقومۃ الصدر اور آیت ذیل میں تعارض'' اور وہ آیت یہ ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ (الانعام:۷۴)

دوسرا اعتراض یہ ہے ''خدا جو سب چیزوں کا مالک ہے افسوس کہ ان کے بنانے میں اتنا حیران اور سرگرداں ہو اور چھ دن رات میں ایک دم بھی نہ سووے اور لگاتار کام کرتا رہے''۔

تیسرا اعتراض۔ ''حدیث میں ذکر ہے اس نے (خدا نے) آدم کی مٹی کو بھی چالیس روز تک اپنے دونوں ہاتھوں سے خمیر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے بڑا محنتی آدمی ہے جس کے چالیس روز ایک آدم کے قالب بنانے میں خرچ ہوئے۔ حدیث خَمَّرْتُ طِيْنَةَ آدَمَ بِيَدَيَّ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کتاب الصوم باب لیلۃ القدر) اس کی گواہ ہے''۔

چوتھا اعتراض۔ ''جن کا خدا دنیا کے بنانے میں اس قدر کمزور اور بے کس ہے۔ کیا ان کی کسی اور علمی معاملہ میں دسترس ہوگی''۔

پانچواں اعتراض۔ ’’مٹی کہاں سے لی اور کیوں صرف کُنۡ فَیَکُوۡنُ سے قالب تیار نہ کرلیا‘‘۔

چھٹا اعتراض۔ ’’فانی جسم کے واسطے تو چالیس روز دونوں ہاتھوں سے محنت کرے تب کامیاب ہوا اور اب اس باقی اور جاودانی روح کے واسطے پیدائش کا ذکر نہ کیا کہ کن کن مصالحوں سے اس کو کتنے سالوں میں خمیر کیا۔ مٹی کی پیدائش بھی قرآن سے واضح نہیں ہوتی کہ کہاں سے آئی‘‘۔

پھر آخر میں کہا ہے اگر مادہ انادی (غیر مخلوق) نہیں مانتے تو مصنف قرآن کو نہایت ضروری تھا کہ اس بات کو مشرح دلائل سے واضح کرتا مگر اس نے نہیں کیا۔ مادہ اور روح کی تشریح بالتفصیل نہیں ملتی۔ بلکہ صرف مجملاً ذیل کی پیدائش کا حوالہ ہے پس ضرور مٹی سے آدم کا جسم بنایا۔ اور انادی مادہ سے زمین بنائی۔ اور انادی روح کو اس میں پھونکا ورنہ کسی طرح کا کامل جواب قرآن نہیں دے سکتا۔ اگر در خانہ کس است ہمیں عبارت بس است‘‘۔ انتہٰی تکذیب صفحہ نمبر ۷۰،۷۱

مصدق۔ مکذب کے اعتراضات پر جملۃً جملۃً نظر کرے گا۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ بعض خاص جوابوں کی طرف متوجہ ہوگا اور مکذب کی طویل اور لفاظانہ عبارت کو مختصر لفظوں میں نقل کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

مکذب صاحب پوچھتے ہیں کہ ان دو آیتوں میں (سِتَّةِ اَیَّامٍ) والی آیت اور (کُنۡ فَیَکُوۡنُ) والی آیت میں تعارض اور اختلاف ہے پس دو آیت میں سے کس آیت کو سچ مانا جاوے۔ سو گزارش ہے کہ دونوں آیتیں سچی دونوں باہم موافق ہیں اور ایک دوسرے کی مخالف نہیں دونوں نور دونوں ہدایت صداقت کی رہنما ہیں۔ دونوں آیتوں پر ایمان لائے۔ کسی پر انکار نہ کیجئے۔ پہلی آیت کا منشا ہے کہ سمٰوات اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے چھ یوم میں بنایا۔ چھ یوم میں پیدا کیا۔ اور دوسری آیت شریف کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مخلوق جسے آسمان و زمین کہتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے باطل نہیں بنایا بلکہ حق یعنی حکمت اور عمدگی کے ساتھ بنایا ہے جیسے اور جگہ فرمایا ہے۔

[1] مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ ؕ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ ۙ ہَلۡ تَرٰی مِنۡ فُطُوۡرٍ (الملک:۴)

اور فرمایا[2] مَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا بَاطِلًا (صٓ:۲۸)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ (الانعام:۷۴) پر ایک جملہ تمام ہو گیا۔ دیکھو۔ بالحق لفظ کے آگے ط ایک نشان ہے جسے انگریزی میں فل سٹاپ کہتے ہیں اور عربی میں مطلق۔ یہ حرف اس بات کا نشان ہے اس کے پہلے جو جملہ مذکور ہوا وہ تمام ہو چکا اور اس کے بعد کا جملہ علیحدہ جملہ ہے اور وہ یہ ہے۔ وَ یَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (الانعام:۷۴)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ حشر والے ہنگامہ کی نسبت حکم دے گا کہ کُنۡ یعنی ہو جا۔ فَیَکُوۡنُ جس کے معنی یہ ہیں پس وہ ہنگامہ (حشر کا) ہو پڑے گا یہی مضمون بعینہٖ اور زیادہ وضاحت سے دوسری جگہ موجود ہے وَ مَاۤ اَمۡرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ ہُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (النحل:۷۸)۔ غرض (سِتَّۃِ اَیَّامٍ) یعنی چھ دن میں زمین اور آسمان کی پیدائش ہوئی اور کُنۡ سے آناً فاناً محشر کا ہنگامہ برپا ہوگا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن خبر دیتا ہے

[3] وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَا فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ٭ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ (قٓ:۳۹)

اور ایک اور جگہ فرمایا ہے۔[4] اَفَعَیِیۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ ؕ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ (قٓ:۱۶)

ایک جگہ آسمان و زمین کی حفاظت کی نسبت فرمایا ہے۔ وَ لَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا (البقرۃ:۲۵۶) غرض حیرانی اور سرگردانی کا عیب لگانا جناب باری تعالیٰ کی نسبت یہ مادہ پرست طبائع کا اختراع ہے اسلام

---

[1] تو رحمٰن کی پیدائش میں کوئی تفاوت نہ دیکھے گا تو اپنی آنکھ کو پھیرا تو کیا تجھے کوئی نقص نظر آتا ہے۔

[2] ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔

[3] اور بے شک ہم نے ہی آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور کسی قسم کی تکلیف نے ہمیں نہیں چھوا۔

[4] کیا ہم پہلی پیدائش سے تھک گئے ہیں۔ نہیں یہ لوگ نئی پیدائش سے شبہ میں ہیں۔

اس سے بری ہے۔ اور یہ جو آپ نے کہا ''ایک دم بھی نہ سووے''۔ یہ ہمدردی مکذب براہین کی جناب حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے حق میں کچھ کم تعجب انگیز نہیں۔ سنو اے دیانندیو! سنو اے عمداً احق کے مخالفو! اہل اسلام کو جناب باری تعالیٰ کی نسبت اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اونگھنے اور سونے کے عیوب سے پاک ہے قرآن کریم خبر دیتا ہے۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ (البقرة:۲۵۶)۔ اسلامی لوگ ہندوؤں کی طرح باری تعالیٰ کے سو جانے اور لچھمی کا اس کے پاؤں ملنے کے معتقد نہیں۔ بلکہ اس کے لئے رات اور دن کے تغیر کے بھی قائل نہیں البتہ ایک آریہ صاحب اپنی کتاب تنقیہ دماغ نام میں فرماتے ہیں۔ ''اجزاء صغار عالم کا ظہور پرمیشر[۱] کے نِمت[۲] کارن سے اور پرمیشر نے اپنی نادر حکمت و دانائی سے اجزاء صغار عالم کو بھی قدیم اور انادی رکھا ہے۔ تو کہ چھوٹی[۳] پَرلے کے بعد پھر اس قدر تکلیف نہ اٹھانی پڑے''۔ تنقیہ دماغ جواب سرمہ چشم صفحہ نمبر ۱۹۔ لفظ تکلیف باری تعالیٰ کی نسبت غور کے قابل ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب سنیئے۔ مشاہدہ سے بڑھ کر اور کیا اور کس طرح اسلامی لوگ اپنی صداقتوں کے ثبوت دیں؟ آریہ لوگو سنو! ہر ایک آدمی کا جسمی قالب چالیس روز میں تیار ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کے مذہب میں طبّی علوم کی تکمیل کی خاطر تشریح کا فن اور انسانی فزیالوجی[۴] جیوہت کے لحاظ سے ممنوع ہو تو تمام دنیا کے ڈاکٹروں سے پوچھ لیجئے۔ تمام آدمیوں کے قالب کی بناوٹ کی نسبت حکماء ڈاکٹروں کا گروہ یک زبان ہو کر محمدی حدیث کی تصدیق کرے گا۔ جب ہر ایک آدمی کا قالب چالیس روز میں تیار ہوتا ہے تو اس روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے یقین پڑتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قالب عنصری بھی جو اسی جنس کے مورث اور باپ کا قالب ہے۔ ضرور ہی چالیس روز میں تیار ہوا۔ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ انسانی شکل اور اس کے تمام خط و خال کا کھلا خاکہ رحم مادر میں چالیس روز تک پورا ہو جاتا ہے گویا تمام اولاد آدم اپنے اس مورث اعلیٰ کے

---

۱ احکم الحاکمین اور یہ نام اللہ تعالیٰ کا ہے۔
۲ علۃ فاعلیہ اور قدرۃ قادر
۳ قیامت بلکہ فنا
۴ علم افعال الاعضاء

چالیس روز میں بننے کی شہادت دیتی ہے۔اور خبر محمدی اور حدیث احمدی (خَمَّرْتُ طِيْنَ آدَمَ) کی تصدیق کرتی ہیں۔آریو! آپ کو طوعاً نہ سہی کرہاً محمدی حدیث ماننی پڑی فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا۔ بخاری کتاب القدر۔

چوتھے اعتراض کا جواب تقریر بالا سے بالکل ظاہر ہے۔اور مکذب براہین کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بڑا محنتی آدمی ہے غلط ہے۔آریو! اسلامی لوگ جسے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہ تو خالق آدم ہے۔وہ آدمی نہیں۔یاد رکھو جس طرح عام ہندو اعتقاد کرتے ہیں کہ سری کرشن جی اور راجپندر جی خدا اور پھر آدمی تھے! اور جس طرح عیسائی شاید ان سے ہی سنی سنائی حضرت مسیح علیہ السلام کو آدمی اور خدا کہتے ہیں اس طرح اسلامیوں کا اعتقاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ آدمی ہے۔اسلامی تو اللہ تعالیٰ کو ہر ایک عیب اور نقص سے بالکل پاک جانتے ہیں۔اسی چوتھے اعتراض میں مکذب نے باری تعالیٰ کو جس کی صفت اسلامیوں میں هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (هود:۶۷) مذکور ہے کمزور کہا ہے۔یہ سوءادب ہے۔ سنو اسلام کی پاک کتاب میں اللہ تعالیٰ کی صفت میں آیا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (المائدة:۱۲۱)۔ البتہ ایک معنی میں اسے بےکس کہو تو شاید ممکن ہو کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی تعریف میں آیا ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص:۵) اور حدیث میں وارد ہے كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْئًا۔(کنز العمال حدیث نمبر ۲۹۸۵۰ جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۰ منشورات مکتبة التراث الاسلامی۔ مطبعة الاصیل حلب الطبعة الاولیٰ ۱۹۷۱ء)

پانچویں اعتراض میں مکذب براہین نے پوچھا ہے مٹی کہاں سے آئی؟ كُنْ سے کیوں تیار نہ کر لیا؟ سنو! صاحب مٹی کو اس نے خود پیدا کیا۔تم کو اطلاع نہیں ہوئی مگر اسی آیت شریف میں خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔کا جملہ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (الاعراف:۵۵) کے پہلے موجود ہے جس کے معنی ہیں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا مٹی زمین ہی کا حصہ ہے۔جس نے زمین کو بنایا اس نے مٹی کو بھی بنایا صرف كُنْ سے جیسا آپ چاہتے ہیں اس لئے پیدا نہ کیا کہ اسے اختیار ہے جیسے چاہے پیدا کرے۔

وہ تمہارا یا کسی کا ماتحت نہیں۔ اور نہ کسی سے مشورہ کا محتاج ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الانعام:۱۹)
پھر میں کہتا ہوں کہ لفظ کُنْ کا تو یہ مطلب ہے۔ اور یہ معنی کہ ہو جا، یا ہو پڑے تو جیسے اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا ہونا چاہا اسی طرح وہ چیز ہو گئی جس چیز کا وجود تدریجاً اور آہستگی سے چاہا وہ چیز بتدریج و آہستگی پیدا ہوئی اور جس چیز کا وجود دفعۃً چاہا وہ چیز دفعۃً پیدا ہو گئی۔ مثلاً چنے کا درخت چالیس روز میں پک کر تیار ہوتا ہے چنے کے لئے کُنْ کہنے والے کا یہ منشا ہوا۔ جوان آدمی پچیس برس میں جوان بنتا ہے، بڑ کا درخت صدی میں کمال کو پہنچتا ہے ان کے لئے کُنْ کہنے والے کا یہی منشا ہوا کہ اتنی مدت میں بنے۔ غرض ہر چیز کے تیار ہونے میں اللہ تعالیٰ نے جدا جدا اوقات مقرر کر رکھے ہیں کسی کی کیا سکت کہ اس پر اعتراض کرے کہ الٰہی تو نے فلاں چیز کو تدریجاً بننے والی اور فلاں کو دفعۃً بننے والی کیوں نہ کیا لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (الانبیاء:۲۴) صادق آیت ہے اور رفتار نظام عالم اس کی مصدق ہے۔

چھٹے اعتراض کے جواب میں سر دست اتنا کہنا کافی ہوگا کہ روح کو کتب مقدسہ اور پاک کتاب قرآن کریم نے بہت معنوں پر استعمال کیا ہے۔ **اوّل**، روح کلام الٰہی کا نام ہے۔ اور اس لئے کہ کلام الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز زندگی کا موجب نہیں۔ اگر اس متعارف روح سے چند روزہ زندگی حاصل ہو سکتی ہے تو اس روح (کلام الٰہی) سے جاودانی حیات، ابدی نجات، نیولائف، دھرم جیون کو انسان لے سکتے ہیں! اگر اس روح سے چند روزہ جسمانی خوشیوں کو لے سکتے ہیں تو اس روح سے ابدی سرور مہا انند ابدی آرام پا سکتے ہیں! ان معنے کے رو سے روح مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس لئے کہ یہ روح الٰہی کلام ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا متکلم، جب ان معنے کے لحاظ سے روح خدا کی صفت ٹھہری اور مخلوق نہ ہوئی اس کے لئے کسی مصالح کی ضرورت بھی بجز ذات الٰہی کی نہ رہی۔ قرآن کریم سے ان معنی کی شہادت سنو!

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۳)

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (النحل:۳)

دوم۔ روح ملائکہ اور انبیاء کو کہا ہے اور ظاہر ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف اوقات میں مختلف عناصر سے پیدا ہوئے اور مختلف مصالحوں سے بنے۔ ان معنی کا ثبوت قرآن کریم سے سنئیے۔

۱ وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ:۸۸)

۲ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (النساء:۱۷۲)

سوم۔ روح جسمانی جس کا نفخ انسانی جسم میں اور وہ اور شرائین کی تجویف بن جانے کے بعد ہوتا ہے جس کا اشارہ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر:۳۰) میں ہے۔ اگر اس کی بابت پوچھتے ہو کہ مٹی کہاں سے آئی ؟ تو ہم نہایت جرأت سے بلا تذبذب جواب دیتے ہیں مٹی سرب شکتیمان (قادر مطلق) بااختیار قادر کی ایجادی طاقت کا نتیجہ اور اثر تھا۔ رب النوع کا ماننا اسلامی اعتقاد نہیں۔ اس تذکرہ سے کس قوم پر تعریض کرتے ہو؟ اسلامیوں میں تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود بالذات کوئی غیر مخلوق اور فاعل مستقل نہیں۔ رب النوع کے معتقد اسلامیوں میں مشرک کہلاتے ہیں اور شرک کے حق میں قرآنی فتویٰ یہ ہے۔

۳ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:۱۴)

۴ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النساء: ۴۹)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب ماننے میں قرآن کریم کی یہ تعلیم ہے۔ اور اس امر میں صاحب قرآن کریم کو یوں حکم ہوتا ہے۔ ۵ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ

---

۱ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی دلیلیں دیں اور روح پاک سے اس کی تائید کی۔
۲ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا مخلوق ہے جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اللہ کی طرف سے روح ہے۔
۳ یقیناً شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ ۴ یقیناً اللہ اسے معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جاوے۔
۵ کہہ او کتاب والو! آ جاؤ ایسی بات کی طرف جو تمہارے ہمارے درمیان ٹھیک مسلّم ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش فرمانبرداری نہ کریں اور نہ اس کا کوئی شریک ٹھہراویں اور نہ بنا رکھے کوئی بھی ہم سے کسی کو رب اللہ کے سوا کیونکہ رب ایک ہی ہے۔ اور لوگو! اگر تم نہ مانو تو ہم اس بات کے ماننے والے ہیں ہی کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں۔

بَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشۡرِکَ بِہٖ شَیۡئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡہَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ (ال عمران: ۶۵) ہاں اسلام کو۔ دیانندی آریہ کا سا اعتقاد نہیں کہ جیو اور مادہ عالم اس کے ساتھ تھے بلکہ زمانہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ تب اللہ تعالیٰ سرشٹی[1] کو رچ[2] سکا!!! مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ (الرعد: ۱۷) اس اعتقاد سے مٹی کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اور مٹی کے مادہ کا خالق بھی وہی ہے۔ مادہ اور روح کی تشریح جس قدر روحانی تربیت میں مفید ہے اس قدر قرآن کریم نے تشریح کر دی ہے اور جس تفصیل کی ضرورت روحانی تعلیم میں نہیں اس سے قرآن کریم نے سکوت فرمایا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر روح کے معنی کلام الٰہی کے ہیں تو روح غیر مخلوق اور غیر مادی ہے۔ یہ روح الٰہی صفت ہے اور مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں پر نازل ہوتی رہی اور نازل ہوتی ہے اور نازل ہوگی اور ان کی وساطت سے عام مخلوق الٰہی کے پاس پہنچی اور پہنچے گی۔ اور روح کے معنی اگر ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے لیں تو وہ مخلوق ہیں ایک وقت میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ مختلف اوقات اور انواع و اقسام کے مختلف اشیاء سے پیدا ہوا کئے۔ انسانی جسمانی روح ایک قسم کی لطیف ہوا ہے جو انسان میں شریانی عروق اور انسانی پھیپھڑوں کے بن جانے اور قابل فعل ہونے کے وقت نفخ کی جاتی ہے۔ اس مطلب کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر غور کرو یہ صادق کتاب حقیقت نفس الامری کی خبر دیتی ہے کہ انسان اسی نطفہ سے جو عناصر کا نتیجہ ہے خلق ہوتا ہے اور پھر یہیں اسے سمیع و بصیر یعنی مدرک اور ذی العقل بنایا جاتا ہے نہ یہ کہ پیچھے سے اپنے ساتھ کچھ لاتا ہے اور پرانے اعمال کا نتیجہ اس کے ساتھ چپٹا ہوتا ہے جس وہم و فرض کا کوئی مشاہدہ کا ثبوت نہیں۔

[3] هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا ۔ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ٭ۖ نَّبۡتَلِیۡہِ فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا (الدھر: ۳،۲)

---

۱ مخلوقات مرکبہ۔ ۲ رچ سکا پیدا کر سکا۔

۳ زمانہ میں سے ایک وقت بے شک انسان پر ایسا گزرا ہے کہ اس کا نام ونشان کچھ بھی نہ تھا ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا۔ ہم اس کا امتحان لیا چاہتے ہیں۔ (اور اس امتحان کے لئے) ہم نے اس کو سمیع و بصیر بنایا۔

یادرکھوعہد اَلَست کا تذکرہ ہم مسئلہ تناسخ میں کریں گے۔انشاءاللہ تعالیٰ۔ایک مدت تک مجھے تعجب اورافسوس ہوا کہ تکذیب براہین کے مصنف صاحب نے اس قدرطول طویل اعتراض۔ آیت شریفہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (الاعراف:۵۵) ایام پر کیوں کئے اور میرے تعجب اورافسوس کی کئی وجہیں ہیں۔

اول اس لئے چھ دن[۱] میں زمین آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اس کے پیدا ہونے کی خبر ایسے سچے لوگوں نے دی ہے جن کا صدق مختلف دلائل اورنشانات سے ثابت ہے۔اوراس خبرکومشاہدہ ضروریہ علوم اورقانون قدرت کے مستحکم انتظام نے نہیں جھٹلایا۔

دوم اس لئے کہ جن لوگوں نے یہ خبر دی ہے ان میں سے ایک کا نام سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہے اوردوسرے کا نام سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اوران لوگوں نے یوں کہا ہے کہ ہم کواللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی اوراسی کے مکالمہ سے یہ بات ہمیں معلوم ہوئی۔ان خبر دہندوں کی امداد اللہ تعالیٰ نے جیسے کی ہے اس کی خبر دنیا سے مخفی نہیں۔اور جو تعجب انگیز کامیابی ان لوگوں کو ہوئی اس کی نظیر مدعیان الہام میں کوئی نہیں دکھا سکا۔

انصاف کرو کیا جناب الٰہی کی پاک اورمقدس بارگاہ سے جھوٹوں کوایسی امداد مل سکتی ہے۔

سوم اس لئے کہ جس کتاب میں یہ خبر دی گئی۔اس کا من جانب اللہ ہونا بہت وجوہ سے ثابت کیا گیا۔چاہواس کا نام توریت لوچاہوقرآن کریم کہو۔

چہارم اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے اکثر بلکہ تمام کام جن کو ہم دیکھتے ہیں آہستگی اورتدریج سے ہوا کرتے ہیں۔بقدرامکان اپنے اردگرد کا کارخانہ قدرت دیکھ لو! پھل دار درخت کتنے دنوں میں پھل دار کہلاتا ہے۔گھوڑے اور ہاتھی کا آج پیدا ہوا بچہ کتنے دنوں میں اللہ تعالیٰ اس کو ہماری سواری کے قابل بنائے گا۔آدمی کا وہ بچہ جو آجکل ماں کے رحم میں یاباپ کے جسم میں آرام گزیں

[۱] دن یا یوم کے معنی بارہ گھنٹے کے نہیں یاد رکھو۔ ۱۲

ہے اللہ تعالیٰ اس کو کتنے دنوں میں عالم فاضل اور ریفارمر کرے گا۔ پس جب ایسے کام جو بتدریج ہورہے ہیں اسی قادرمطلق سرب شکتیمان کُــــنْ کے کلمہ کے ساتھ پیدا کر سکنے والے کی پیدائش ہے تو زمین وآسمان اوراس کے درمیانی اشیاء کا چھ روز میں پیدا ہونا کیوں محلِ انکار ہے۔

پنجم۔اس لئے کہ زمین ، آسمان اوران دونوں کی درمیانی تین چیزیں ہیں اوران کی بناوٹ دوطرح پر ہے۔اول ان اشیاء کی اصل بناوٹ۔ دوم ان کی ترتیب۔ پس یہ چھ چیزیں ہوئیں جو چھ یوم میں پیدا ہوئیں۔ یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آریہ☆ نے بھی تمام مخلوق کے اصول اشیاء چھ چیزوں کو مانا ہے ارضی اشیاء چہار جن کو اربعہ عناصر یا چارتت کہتے ہیں۔ اورسماوی چیزیں دو۔زمین کی چار چیزیں مٹی[1] پانی[2] آگ[3] ہوا[4] سماوی دو چیزیں آکاش جسے سمایا السماء کہیئے۔اوردوسری روح جسے جیو کہتے ہیں قرآن کریم میں ایک جگہ کچھ تفصیل کی گئی ہے اسے بھی سنو۔

[1] قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا

(حٰمٓ السجدة:۱۰تا۱۳)

ششم۔اس لئے کہ ان چیزوں کے بنانے میں یہ نہیں فرمایا کہ تمام تمام دن اوررات میں

---

[1] تو کہہ کیا تم ایسے خدا کا کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دودن میں پیدا کیا۔اوراس کے شریک مقرر کرتے ہو۔یہی تو عالموں کا پروردگار ہے۔ پھراس پر پہاڑ بنائے اورزمین کو برکت دی اوراشیائے خوردنی کے اس میں اندازے باندھے یہ سب کچھ چاردن میں ہوا۔ حاجتمندوں کے لئے سب سامان درست ہوگیا۔ پھر سماء کی جانب متوجہ ہوا، اور وہ دخان تھا۔(یعنی اسے ٹھیک کیا) پھراسے اورزمین دونوں کو کہا کہ خواستہ یا نخواستہ تم دونوں حاضر ہوجاؤ۔انہوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔(یہ ایک اندازمحاورہ ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ یہ اشیاء ہمارے مطیع فرمان ہیں اورکبھی کسی طرح ہمارے حکم سے انحراف کرنہیں سکتیں)۔پھران کو سات سماء مقرر کیا دودن میں اور ہر سماء کواس کا متعلق کام سپرد کیا۔

☆ ستیارتھ پرکاش صفحہ۹۴ میں ہے کہ کائنات کے چھ حصے ہیں ہر حصہ کا بیان چھ شاستروں میں علیحدہ علیحدہ ہے۔

ان اشیاء کو پیدا کیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ چھ روز میں یہ چھ چیزیں پیدا کیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک ایک چیز ایک ایک روز میں ایک آن کے اندر کلمہ کُنْ سے پیدا ہوئی۔

ہفتم۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خَالِقُ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوَاتِ معطل بیکار نہیں وہ ہمیشہ اپنی کاملہ صفات سے موصوف ہے۔ایسا کیوں مانا جاوے کہ تمام اشیاء کو ایک آن میں پیدا کر کے پھر معطل ہو گیا؟ بلکہ وہ ہمیشہ خالق ہے اور مخلوق کا حافظ ہے اور رہے گا۔

ہشتم۔اس لئے کہ یوم عربی زبان میں مطلق وقت کو کہتے ہیں پس سِتَّةِ اَیَّامٍ کے یہ معنی ہوں گے چھ وقت میں۔ چاہو وہ وقت ایک آن کَلَمْحِ الْبَصَر لو چاہو تو وہ ایک ایک یوم لاکھوں کروڑوں برس کا یوم جیسے راقم کا اعتقاد ہے سمجھو۔

نہم۔اس لئے کہ یوم عربی زبان میں اس زمانہ اور وقت کو بھی کہتے ہیں جس میں کوئی واقعہ گزرا۔ گو وہ واقعہ کتنے بڑے وقت میں گزرا ہو۔ دیکھو۔ یوم بعاث، یوم حنین، یوم بنو بکر، یوم بسوس، یوم عاد وغیرہ وغیرہ اس زمین و آسمان وغیرہ کی پیدائش کے زمانہ کو اس محاورہ پر یوم کہا گیا۔

دہم۔اس لئے کہ پدارتھ ودیا یعنی علم طبعیات خصوصاً علم طبقات الارض سے ثابت ہو چکا ہے۔ یہ زمین کسی زمانہ میں آتشین گیاس تھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ ایک ستارہ روشن تھا جب قدرتی اسباب سے اللہ تعالیٰ نے اس میں کسی قدر کثافت پیدا کر دی تو یہ زمین اس وقت ایک سیال مادہ ہو گیا جسے عربی زبان میں اَلْمَاء کہتے ہیں اور اس پر اس وقت ہوا چلا کرتی تھی جیسے توریت شریف کی کتاب پیدائش کی پہلی آیتوں میں لکھا ہے۔ پھر جب وہ اَلْمَاء زیادہ کثیف ہو گیا تو اس پر وہ حالت آ گئی جس کے باعث اس پر زمین کا لفظ بولا گیا۔ پس ایک دن اس پر وہ تھا کہ یہ زمین سیال ہوئی اور دوسرا دن وہ آیا کہ کثیف ہو گئی طبقات الارض سے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جس قدر زمین کے نیچے مرکز کی طرف کھودا جاوے زمین کی گرمی بہ نسبت بالائی سطح کے نیچے کو بڑھتی جاتی ہے حتی کہ اب بھی چھتیس میل کی دوری پر ایسا گرم مادہ موجود ہے جس کی گرمی تصور سے باہر ہے اس

زمانہ سے بہت عرصہ پہلے جب اس کا بالائی حصہ کثیف ہونا شروع ہوا تھا ایک دن اس ہماری آرام گاہ پر وہ گزرا تھا کہ اس زمین کی بالائی نہایت پتلی سطح کے نیچے اس مادہ کا آتشین سمندر موجیں مارتا تھا اور اس کی بالائی باریک سطح کو توڑ توڑ کے بڑے راکس اور بڑے بڑے حجرے قطعات باہر نکلتے تھے اور پہاڑوں کا سلسلہ پیدا ہوتا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت بڑے بڑے زلزلے اور بھونچال ہوتے تھے۔ جب بڑے بڑے پہاڑ پیدا ہو گئے۔ اور زمین کا بالائی حصہ زیادہ موٹا ہو گیا پھر تیسرا اور چوتھا دن یا تیسرا اور چوتھا وقت اس کرہ ارضی پر وہ آیا کہ نباتات، جمادات، پھل، پھول وغیرہ اشیاء انسانی آرام اور آسائش کے سامان مہیا ہوئے۔ ایک دن ان اشیا کی پیدائش کا اور دوسرا دن ان اشیا کی ترتیب کا۔ غرض دو دن پہلے اور دو دن یہ کل چار روز زمین کی درستی کے ہوئے اسی طرح زمین کی بالائی فضا اور زمین کی سقف اور زمین کی بناء آسمان کو اللہ تعالیٰ نے دو روز میں بنایا اور ان میں امر الٰہی کی وحی ہوئی اور وہ وقت آ گیا کہ انسان زمین پر آباد ہوں کیونکہ جیسے قرآن کریم نے فرمایا ہے سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (حٰمٓ السجدۃ:۱۱) انسان کی تمام ضرورتیں اور اس کے لئے سب مایحتاج پورا ہو گیا۔

یادداشت

اس تکذیب براہین سے غالباً پہلے کا ذکر ہے میرے ایک پیارے عزیز نے مجھ سے اسی آیت پر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن میں اَلْقَادِرُ یعنی قادر مطلق کہا ہے اور وہ تمام زمین اور آسمان کو ایک آن میں پیدا کر سکتا ہے کیونکر مان لیا جاوے آسمان و زمین کو اس نے چھ دن میں بنایا ہو۔ اس وقت ایک جوار کا کھیت ہمارے سامنے لہلہا رہا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر سکوت کر کے پوچھا۔ اس کھیت کا دانہ کب تک تیار ہو کر کھانے کے قابل ہو گا۔ اس عزیز نے جواب دیا کئی مہینے کے بعد پک کر کھانے قابل ہو گا۔ تب میں نے کہا اس کے دانہ کو کون بناوے گا؟ اس نے جواب دیا وہی جسے اَلْقَادِرُ قادر مطلق سرب شکتیمان جگدیشر کہتے ہیں میں نے کہا وہ ایک

کُــنْ میں سب کچھ پیدا کرسکتا ہے کیونکر مانا جاوے کہ وہی ایسی قدرت والا دانوں کے بنانے میں اتنی دیر کرے تب اس عزیز نے کہا صاحب یہ اس کی خواہش۔ اچھا اس کی مرضی ہے اور ساتھ ہی ہنس دیا اور کہا کہ جواب ہوگیا۔ مکذب کی دلیل جو صفحہ نمبر ۶۹ میں ہے اور جو آپ نے اس آیت کے مقابلہ میں لکھی ہے۔

ہرنّ (زر) گربہ (کارمعدن) سمورتنا (ہوتا ہوا) گُرِئے (اوّل) بھوتسی (تمام عالم) جات (کے جو ہوا) پتی (غالب) ریک (ایک) آاسیت (ہوتا ہوا) سدادہار (قیوم) پرتھوی (زمین) آ نگ دیا (آسمان) موتے مان (یہی نشان ہیں) کسمیئے (ایسے دروپ) دیوائی (پرکاش والوکو) ہویکھا (ہون کرکے) ودھیم (قربانی کرتے ہیں)

تکذیب کے صفحہ نمبر ۷۱ میں اثبات وجود صانع پر چھٹی قرآنی دلیل یہ لکھی ہے۔

[1] قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف:۱۱۱) اور اس کو دلیل اثبات صانع سمجھ کر اس پر یہ پانچ اعتراض کئے ہیں۔

(۱) ’’عرب والے اللہ کو پہلے ہی مانتے تھے اور صدق دل سے جانتے تھے کہ خدا ایک ہے۔

(۲) محمد صاحب کے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ حالانکہ مکہ کے مندر کا پوجاری تھا۔ پھر اس میں (آیت قرآنیہ) کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی‘‘۔ اور پھر آیہ ذیل

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (الفتح: ۱۱) کو اعتراضات کا نشانہ بنانے کے لئے کلام کو اس طرح پر طول دیا ہے۔

(۳) ’’یہاں پر محمد صاحب کے ہاتھ کو قرآن خدا کا ہاتھ بتلاتا ہے اور اس سے ہاتھ ملانا خدا سے ہاتھ ملانا جتلایا گیا ہے کیا یہی توحید کی تعلیم ہے‘‘۔

---

[1] تو کہہ سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ میں تم سا ایک بشر ہوں میری طرف وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

(۴) ''غالب یقین ہوتا ہے کہ خدا کی طرف جھکاتے جھکاتے آخری وقت میں حضرت کو خدا بننے کا خیال آ گیا تھا۔اور بہت شخصوں کو اپنی عبادت کی طرف بھی رجوع کرانے لگے تھے۔ اس کی تصدیق اس خطبہ سے ہوتی ہے جو بروقت وفات ان کے حضرت عمرؓ نے پڑھا تھا۔(دیکھو محمد صاحب کی زندگی کے حالات)''

(۵) یہ ہمہ اوست کی تعلیم ہے۔یا خود پرستی اور مشرکانہ ہدایت ہے۔

غرض یہ پانچ اعتراض ہیں جن کو میں نے خلاصۃً بیان کر دیا ہے اور میں نے آسانی کے لئے ان پر نمبر لگا دیئے ہیں۔

مصدق۔ مکذب کا پہلا دعویٰ ہے۔''عرب والے صدق دل سے جانتے تھے کہ اللہ ایک ہے''۔اس ادّعا سے بڑھ کر جھوٹا اور بے بنیاد دعویٰ اور کیا ہوسکتا ہے؟ الہٰ کے معنی معبود کے ہیں۔ اور تمام خواندہ دنیا سے مخفی نہیں کہ عرب میں کیسی خطرناک بت پرستی تھی۔اس امر کے ثابت کرنے اور اس پر شہادتیں لانے کے لئے وقت کو صرف کرنا اور ایک مسلّم الثبوت امر کو پھر معرض اثبات میں لانا محض تحصیل حاصل ہے۔یہ تاریخی واقعہ ہے کہ عرب کے لوگوں نے اسی توحید کے مسئلہ پر صحابہ کرام کو ایسے دکھ دیئے کہ ان کو بمجبوری وطن چھوڑ حبشہ کو بھاگنا پڑا حضور علیہ السلام بھی آخر مشرکوں کی شرارت سے مدینہ طیبہ کو چل دیئے۔سُمیّہ عمار بن یاسر کی والدہ کو اسی توحید کی دشمنی پر دکھ دیا کہ اس کی شرمگاہ میں برچھی مار کر گلے سے نکالی اس طرح کے ظلم کا ظالم اور ایسی شرمناک کارروائی کا مرتکب وہی کمبخت علیہ اللعنۃ (ابوجہل) تھا جسے مکذب براہین تکذیب میں ابوالحکم علیہ الرحمۃ کر کے لکھتا ہے!!!اس بھائی چارے کے قربان جایئے!سچ ہے اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ سیاہ اندرونی دیکھئے کہ حق کے دشمن سے کیسی ہمدردی ظاہر کی جاتی ہے۔مشرکین مکہ کے اعتقاد کو ایک جگہ قرآن بیان کرتا ہے ذرہ غور سے سنو۔مشتے نمونہ خروارے۔ایک دو آیتیں سناتا ہوں تو کہ ناظرین کو پتہ لگے کہ مکذب کے کلام میں کہاں تک سچائی پائی جاتی ہے۔

[۱] وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ (صٓ:۵تا۸)

اور ایک جگہ آیا ہے

[۲] وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ (الجاثیۃ :۲۵)

لات، عزّی اور منات وغیرہ کی پرستش کا تو مکذب کو بھی انکار نہیں ہوگا کیونکہ مکذب نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۵۷ میں ایک نوٹ لکھا ہے جس کی پہلی سطر یہ ہے۔

''یہ خبر چاروں طرف مشہور ہوگئی کہ اب بت پرستوں کے ساتھ محمدؐ صاحب نے صلح کر لی''

اس تقریر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس وقت عام عرب مشرک بت پرست تھے۔ پس مکذب کا کہنا کہ ''عرب صدق دل سے جانتے تھے خدا ایک ہے''۔ کذب ثابت ہوا۔

دوسرا۔ دوسرا دعویٰ مکذب کا یہ ہے کہ ''حضور علیہ السلام کے والد کا نام عبداللہ تھا حالانکہ وہ مکہ کا پوجاری تھا''۔ اول عبداللہ آپ کے والد کو مکہ کا پوجاری کہنا دعویٰ بے دلیل ہے۔ دوم ایسا نام رکھنے سے کیونکر واضح ہوا کہ عرب والے اللہ تعالیٰ خَالِقُ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰت کے سوا کسی کو اللہ کی مخلوق میں سے اللہ نہیں جانتے تھے؟ اور نیز یہ کہ عامّہ عرب مشرک نہ تھے اور موجودات کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ اگر اس نام سے خواہ مخواہ توحید کے ثبوت وجود کو مان لیں تو اتنا ثابت ہوگا کہ آپ کا دادا بت پرست اور مشرک نہ ہو۔ خواہ مخواہ کا لفظ میں نے اس لئے بولا ہے کہ بت پرست مشرک تو

---

[۱] اور وہ حیران ہوئے کہ انہی میں سے ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا اور ان منکروں نے کہا۔ یہ جھوٹا جادوگر ہے۔ دیکھو اس نے متعدد معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا۔ یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔ اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے (انہیں) چلے کہ چلو اپنے معبودوں پر پکے رہو۔ کیونکہ یہ ایک بات ہے جس کا منشا کچھ اور ہے ہم نے پچھلے دین میں یہ بات نہیں سنی یہ تو کچھ گھڑت سی معلوم ہوتی ہے۔

[۲] اور وہ کہتے ہیں ہماری دنیا کی زندگی ہے (یہیں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے انہیں اس بات کا کچھ بھی علم نہیں وہ تو بس اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

اس لئے مشرک کہلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا اور مخلوق کی بھی پرستش کرتے ہیں وہ بالکل اللہ تعالیٰ کے منکر یا اس کی پرستش کے منکر نہیں ہوا کرتے حق پرستی کے ساتھ بت پرستی بھی کرتے ہیں ان کی عبودیت خالصہ عبودیت نہیں ہوتی۔ معبودیت کی صفت میں باری تعالیٰ کو یکتا نہیں رکھتے خدا کو بھی معبود جانتے ہیں اور اپنے بتوں کو بھی معبود بناتے ہیں اسی واسطے مشرک کہلاتے ہیں۔ مثلاً ہم لوگ عامہ ہنود کو اس واسطے مشرک کہتے ہیں کہ وہ باری تعالیٰ کو بھی معبود جانتے ہیں۔ اور سری کرشن چندر۔ اور سری رامچند رجی۔ گنیش جی وغیرہ وغیرہ کی بھی پرستش کرتے ہیں۔ اور دیانندی آریہ کو اس لئے یقیناً مشرک سمجھتے ہیں کہ وہ باری تعالیٰ کو غیر مخلوق مانتے ہیں اور اسی صفت میں ارواح اور ارواح کے گن کرم اور سبھاؤ یعنی ارواح کے خواص افعال عادات کو بھی غیر مخلوق اعتقاد کرتے ہیں پرمانو اور ان کے گن کرم اور سبھاؤ کو بھی غیر مخلوق بتاتے ہیں!!! اور زمانہ کو بھی غیر مخلوق کہتے ہیں۔ باری تعالیٰ دیانندیوں کے نزدیک مطلق انوپئم[1] نہیں بلکہ اور اشیا بھی اس کی اس صفت میں شریک ہیں۔ تَعَالٰی شَأْنُهٗ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ بِنَاءً عَلٰی هٰذَا۔ دیانندی آریہ مشرک ہیں اور پکے مشرک ہیں۔ یاد رہے مسلمان جنت دوزخ ارواح وغیرہ کو اُن معنی پر ابدی نہیں کہتے جن پر باری تعالیٰ کو ابدی کہتے ہیں۔ مسلمان قوم کے نزدیک ان اشیا کا وجود ممکن اور باری تعالیٰ کا وجود واجب ہے۔ ان اشیا کا وجود باری تعالیٰ کی عطا اور اس کا ایجاد اور اس کی خلق ہے باری تعالیٰ کا وجود کسی کا عطیہ نہیں کسی کا ایجاد نہیں کسی کی مخلوق نہیں ان اشیاء کا وجود اسلام کے نزدیک وجود اور بقا دونوں میں جناب باری تعالیٰ کا محتاج اور باری تعالیٰ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ غنی ہے۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد:۳۹) قرآن کریم کی آیت ہے۔ غرض حضور کے والد ماجد کا عبداللہ نام رکھنے سے گو حضور کے مشن اور صداقت کی عمدہ فال ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ عرب لوگ بت پرست اور مشرک نہ تھے! ہم یہاں ہندوستان یا آریہ ورت میں دیکھتے ہیں بعضے ہندی، آریہ ورتی اپنے بچوں کا نام ہری داس، نرائن داس، رام داس رکھتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں بلکہ

[1] لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ (الاخلاص:۴)۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۲)

مسلمانوں میں ایک گھرانے کے آدمیوں کو دیکھتے ہیں۔ ایک کا نام عبد اللہ ہے دوسرے کا نام عبدالرسول۔ تیسرے کا نام فضل الرحمٰن۔ اور پھر چوتھے کا نام کرامت حسین فَاِنَّا لِلّٰہِ عَلٰی حَالَۃِ الْاِسْلَامِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک مسلمان اللہ دتا ہے تو اس کے دوسرے بھائی کا نام نعوذ باللہ منہا پیراں دتا ہے۔

تیسرا دعویٰ مکذب کا یہ ہے کہ آیت یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (الفتح :۱۱) میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ خاکسار کہتا ہے۔ یہ دعویٰ مکذب کا بالکل افترا اور بہتان ہے۔ قرآن شریف کی کسی آیت میں ہرگز ہرگز، ہرگز موجود نہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا (الکہف:۶) جس آیت سے یہ استدلال کیا ہے۔ اس کے معنی صاف ہاں بالکل صاف ہیں کیونکہ ید اللہ کے معنی عربی زبان میں (۱) ید اللہ یعنی انعامہ تعالیٰ۔ (۲) ید اللہ یعنی نصرتہ تعالیٰ ۔ (۳) یَدُاللّٰہِ صِفَۃٌ مِنْ صِفَاتِہٖ تَعَالَی الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ (الشوریٰ:۱۲) جیسے میرا اعتقاد ہے ان محاورات پر آیۂ شریفہ کے معنے ہوئے۔

(۱) یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ تعالیٰ کا انعام ان لوگوں کے انعامات کے اوپر ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کی امداد ان لوگوں پر ان لوگوں کی نصرت اور امداد سے اوپر ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ بے مثل کی صفت یَــدُ۔ ان لوگوں کی صفت ید کے اوپر ہے۔ حیرانی کی بات ہے کہ اس میں اشکال ہی کیا ہے! ہاں اگر یوں ہوتا کہ یَدِیْ وَھِیَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تو کسی قدر اعتراض کا موقع ہوتا۔ ہم اس آیت اور پہلی آیہ کی تشریح آگے کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

چوتھا اعتراض۔ اور دعویٰ یہ کیا ہے ’’آخری وقت میں حضور کو خدا بننے کا خیال آیا‘‘۔ خاکسار کہتا ہے تمام دنیا میں توحید کے واعظ آئے اور انہوں نے اپنی قوم کو شرک سے روکا۔ توحید الوہیت کی طرف بلایا آخر کچھ زمانہ کے بعد وہی ہادی معبود بنائے گئے۔ دور نہ جاؤ صرف حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت پر غور کرلو کہ اس خاکی نہاد انسان کو کیسا آسمان پر اٹھایا گیا۔

ہادی اسلام نے تمام انبیاء ورسل کے وعظ کی اس طرح تکمیل فرمائی کہ اپنی عبودیت کے اقرار واعتقاد کو توحید کے اقرار واعتقاد کی جزو لازم کر دیا کہ کہیں آپ کی قوم بھی امم سابقہ کی طرح آپ کو خدا اور معبود نہ بنالے اس احتیاط اور حزم کی یہ برکت اور یہ اثر ہے کہ قوم کی قوم شرک میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ سبحان اللہ کیا حکمت ہے کہ آپ کی قبر مکہ معظّمہ سے بہت دور بنائی گئی تو کہ مکہ معظّمہ کی طرف سجدہ کرتے وقت اس قسم کا ممکن احتمال بھی نہ رہے کہ ساجدین کا قبلۂ توجہ وہ قبر ہے۔ آثار صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد صحابہ جب سفر سے واپس آتے تو سیدھے مسجد نبوی میں جا کر دوگانہ ادا کرتے۔ مرقد مبارک کی جانب کوئی بھی رخ توجہ نہ لاتا۔ افسوس اس پر بھی معترضین کا یہ حوصلہ ہے۔ خداوند تعالیٰ ہدایت کرے آپ نے عین وفات کے وقت فرمایا[1] قاتل الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد اور وصیت کی۔[2] ولاتجعلوا قبرى وثنا يعبد۔ اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور انبيائهم مساجد۔ اور سنو![3] عن جبير بن مطعم قال اتى النبى رسول الله صلى الله عليه وسلم اعرابى فقال جهدت الانفس وضاع العيال و نهكت الاموال وهلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع بك على الله نستشفع بالله عليك فقال النبى صلى الله عليه وسلم سبحان الله ! سبحان الله! فما زال يسبح حتى عرف فى وجوه اصحابه ثم قال ويحك انه لا تستشفع بالله على احد شان الله اعظم من ذالك۔ ایک دفعہ

---

[1] یہود ونصاریٰ پر خدا لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

[2] اور میری قبر کو بت نہ بنانا جو پوجا جاوے۔ اللہ کا غضب امنڈ آیا ان لوگوں پر جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

[3] جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ جانوں پر آفت بنی ہوئی ہے۔ بال بچے تلف ہو گئے ہیں۔ مال تباہ ہو گئے مویشی ہلاکت پر آ گئے آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے واسطے پانی مانگیے ہم آپ کو اللہ کے پاس سفارشی لے جاتے ہیں اور اللہ کو آپ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں کہا سبحان اللہ سبحان اللہ اور بار بار سبحان اللہ پڑھتے۔ (جیسے اس کے کلام سے سخت بے زار اور مضطرب ہو گئے ہیں) پھر فرمایا بھولے آدمی اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لے جایا کرتے اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بڑی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد برکت مہد میں ایک خطیب نے اثنائے خطبہ میں من یطع اللّٰہ ورسولہ فقد رشد واھتدی کے بعد یہ کہا۔ ومن یعصھما۔ اس پر آپ نے فرمایا بئس الخطیب انت۔ و عن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہ ۔ فقولوا عبد اللّٰہ و رسولہ متفق علیہ سجدہ کرنے کرانے کی بابت سن لو۔ کیا لطیف واقعہ گزرا ہے۔ عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احق ان یسجد لہ، فاتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرایتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق بان یسجد لك، فقال لی ارایت لو مررت بقبری أکنت تسجد لہ، فقلت لا فقال: لا تفعلوا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر:۲۷۴ کتاب النکاح۔ باب عشرۃ النساء۔ الفصل الثالث)

ہمہ اوست کے مسئلہ پر ایک آیت بھی نص صریح الدلالۃ نہیں یہ دیگر بات ہے یہ دیگر بات ہے کہ خودغرض لوگوں نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے اس پر استدلال☆ کیا ہے۔ میں نے یہ دو آیتیں قائلین وحدۃ الوجود سے استدلال میں سنی ہیں۔ اول وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الزاریات: ۲۲)۔ مگر جب اس آیت کا ماقبل ان سے دریافت کیا جاوے تو حیران رہ جاتے ہیں۔ اس کا ماقبل یہ ہے وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ (الزاریات:۲۱)۔ بات نہایت صاف ہے کہ اس زمین میں اس موجودات میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور جب تم اس سیر

ل قیس بن سعد کہتے ہیں کہ میں حیرہ میں جو گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اور بھی زیادہ حق ہے کہ انہیں سجدہ کیا جاوے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے حیرہ میں ایسا دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں آپ تو زیادہ تر حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جاوے آپ نے فرمایا اچھا تو اگر تجھے میری قبر پر سے گزرنے کا اتفاق کبھی ہوا تو تو کیا اسے سجدہ کرے گا۔ تو میں نے کہا نہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ہاں، خبردار ایسا مت کیجیو۔

☆۔نوٹ: دنیا میں یہ عام مرض پھیلا ہوا ہے کہ متکلم یا قائل کی ذاتی وجاہت اس کی معروف شہرت اس کی مسلم الثبوت سیرت اور اس کی معہود اصطلاح و مراد کے خلاف اس کے کلام کا مطلب لیا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے اہم مقاصد یا اعتراضات کا مبنی اس کو قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ایک مغالطہ ہے جس نے تحقیق حق کے رستہ میں اٹل چٹان کا کام دیا ہے۔ اب اسلام اور صاحب اسلام کا منشا و مشن عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث و کفارہ کی طرح چیستان لاینحل کا ہم پہلو نہیں رہا قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ:۲۵۷)

بیرونی سے فارغ ہو جاؤ تو پھر اپنے نفوس میں مطالعہ کرو تدبر کرو۔ دوسری آیت شریف هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید: ۴)۔ مگر جب ان سے دریافت کیا گیا کہ جس چیز کے اول و آخر وہ ہو وہ چیز آپ کیا ہوئی؟ اور جس چیز کا ظاہر و باطن وہ ہو وہ خود کیا ہوئی؟ تو عوام مدعیان وحدۃ الوجود ساکت رہ جاتے ہیں۔ ہاں البتہ وید میں مسئلہ وحدۃ وجود کی بنیاد مستحکم رکھی گئی ہے۔ اس لئے کہ آریہ ورت میں وحدۃ وجود کے مسئلہ کو ویدانت کہتے ہیں۔ اور خود یہ لفظ ہی ظاہر کئے دیتا ہے کہ اس کی اصل کہاں سے ہے۔ اور حضرت میرزا صاحب کے شحنہ حق اور سرمہ چشم کے جواب میں ایک میرٹھ کے آریہ صاحب جو چھاؤنی نصیر آباد ضلع اجمیر کی عدالت کے سرشتہ دار ہیں۔ اپنی کتاب تنقیہ میں فرماتے ہیں۔ ''وہی پرآتما اپنی اچھا سے بہوروپ ہو گیا یعنی ربّ شکلوں میں ظاہر ہوا۔ یہ

بقیہ حاشیہ: یہ نہایت واضح اور صاف راہ ہے اور پہلا اور ایک ہی مذہب ہے جس کے بانی کو اپنی صداقت اپنی کامیابی کا کامل تیقن اور علی بصیرت اذعان ہے کہ دن رات میں پانچ بار علیٰ رؤس الاشہاد بلند مناروں پر اس مذہب کے اصول کی ندا کی جاتی ہے۔ اللہ اللہ، کوئی جویائے حق سلیم القلب ہے کہ اسی ایک دلیل سے اس کامل ہادی کا صادق پیرو بن جائے؟ فرقان حمید نے خلق و خالق، ممکن و واجب، فانی و باقی میں امتیاز و تفرقے کی نسبت پردہ برانداز گفتگوئیں کی ہیں۔ جناب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے جو آپ کی عملی لائف کا سچا حقیقت نما دستور العمل ہے ہرگز کوئی ایما یا صراحت بھی ایسے لغو خیالات (ہمہ اوست یا ہمہ از واست وغیرہ) کے متعلق پائی نہیں جاتی۔ صدر امت اور ائمہ سلف کے کسی قول اور فعل سے کوئی دلیل لائی نہیں جا سکتی۔ پس یہ کافی ثبوت ہے کہ نفس اسلام اور اس کے صادق اتباع ایسے خلاف عقل عقائد و تعلیمات سے بری ہیں۔ ایک شخص جس نے اعلائے کلمۃ اللہ میں توحید کا نور عالم میں پھیلانے کو اپنی اور اپنے پیروؤں کی جانیں کھپا دیں۔ وہ شخص جو قدم قدم پر اپنے بندہ ہونے اور عاجز بندہ الٰہی ہونے کے ثبوت دیتا ہے۔ وہ جو مشرک اور کافر کو تیغ بے دریغ کا عرضہ بنانے سے تذبذب نہیں کرتا جس نے ایک عالم سے قولاً و فعلاً غیر اللہ کے آثار مٹا ڈالے۔ مظاہر شرک و بدعت کو جڑ سے اکھاڑ دیا جس کے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم نے سومنات کے ایسے شرک گڑھ کو حرف غلط کی طرح صفحۂ عالم سے حک کر دیا۔ ایسے مقدس وجود کی نسبت یہ کہا جاوے کہ اس نے شرک کی تعلیم دی یا ویدانتی مسئلہ کی بنیاد ڈالی سراسر افترا ہے۔ یوروپ کے سخت سے سخت دشمن بھی جنہوں نے اسلام پر لکھا ہے اس امر کا اعتراف کرنے سے پہلو تہی نہیں کرتے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دنیا میں توحید کو شائع کیا۔ ڈریپر صاحب لکھتے ہیں ''مسیحی مذہب نے گو کافی طور پر ثابت کر دیا تھا کہ وہ حکومت و سلطنت کے انتظام کے لئے کفیل ہو سکتا ہے مگر تس پر بھی اپنے حریف (شرک و کفر) کے استیصال کے لئے قوی نہ تھا بنابریں غیر مذہب کے ساتھ اس کے مجاہدہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے اصول خلط ملط ہو گئے۔ اس مادہ میں عیسویت و اسلام میں تناسب نہیں جس (اسلام) نے اپنے مخالف و حریف کو بکلی معدوم کر دیا اور بلا اختلاط غیرے فقط اپنے ہی اصول کو شائع کیا''۔ (تاریخ منازعت مابین مذہب و علم) دیانندیوں کے یہ اعتراضات اسلام کی شوکت اور قرآن کی صداقت مٹانے سے رہے۔ وہ ان باتوں سے اپنی ہی دانش و بینش کی ہنسی اڑا رہے ہیں۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (البقرۃ: ۱۶)۔ صاحبان بصیرت سمجھتے ہیں کہ ایسی خردہ گیریوں سے ان کا منشا کیا ہے۔ حقیقت میں فرعون کی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں دل ہی دل میں شکست کھا گئے ہیں مگر اب ظاہر میں نمودی رسیوں کے سانپوں سے حق تعالیٰ کے قدوس کا سامنا کیا چاہتے ہیں۔ سو انجام وہی ہوگا جو ایسوں کا ہوا کیا ہے۔ (عبدالکریم)

تیتر ے اپنشد کا بچن ہے‘‘۔ انتھیٰ تنقیہ نمبر ۷۔ پھر صفحہ نمبر ۸ میں کہا ہے۔ ’’اس تمام عالم مجسم کا ظہور نمت کا رن پر کرتے یعنی علت فاعلی پر میشر سے ہے‘‘۔ انتھیٰ پھر صفحہ نمبر ۲۷ میں لکھا ہے۔ ’’یہ بھی واضح ہو کہ ویدانتی یعنی آریوں کے فلاسفر پر میشر کو واحد الوجود مانتے ہیں یعنی جو کچھ ہے اللہ ہی اللہ ہے ماسوا کچھ نہیں‘‘ صفحہ نمبر ۳۰ میں لکھا ہے ’’ارجن سرشٹی کا آد (ابتدا) اور مدہ (اوسط) اور انت (آخر) میں ہوں۔ودیاؤں (علم) میں برہم ودیا (عرفان الٰہی) چرچا (تذکرہ) کرنے والوں میں یا د میں ہوں‘‘۔

مدہ کا لفظ جس کے معنی اوسط کے ہیں بہت ہی توجہ کے قابل ہے ’’صرف پر میشر ہی یہ تمام دنیا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہی تھا جو کچھ ہوگا وہی ہوگا رگو ید بھاگ ۲ سکت ۹۰ منتر دوم‘‘ سین اچارج کہتے ہیں۔ جو کچھ گزشتہ زمانوں میں تھا پر میشور تھا۔ جو کچھ اب موجود ہے پر میشر ہے آدمیوں کے جسم جو اب موجود ہیں اور گزشتہ زمانوں میں زندہ تھے تمام پر میشور ہیں اور تھے جو کچھ آئندہ زمانوں میں ہوگا وہ بھی پر میشر ہے۔ وہ دیوتاؤں کا دیوتا ہے۔اس چیز سے جو لوگ کھاتے ہیں وہ نشو ونما پاتا ہے اور دنیا بھی اس کے ساتھ بڑھتی ہے۔ مایا کے سبب چیزیں مختلف نظر آتی ہیں۔ لاکن دراصل ہر ایک شئ پر میشر ہے برہم کے تین حصہ اس دنیا سے پرے ہیں۔اس کا ایک حصہ تمام دنیا ہے یہی تمام ہے جو اس کے ایک حصہ سے بنا ہے منتر ۴‘‘۔ پھر سنو! تنقیہ دماغ کا مصنف آریہ کیا کہتا ہے۔ ’’بموجب قرآن کے صرف اس قدر توحید ہے کہ پیدا کرنے والا ایک ہے دو نہیں ہیں مگر بمقابلہ خدا کے دوسری موجودات مخلوق کے وجود سے انکار نہیں کیا گیا۔ گو اس نے ہی گھڑے پیدا کئے ہوں۔ مگر اس کے مقابلہ میں اسے علیحدہ موجود ہونا اور تا ابد موجود رہنا اہل اسلام کے یہاں ثابت ہے۔ جب اسے علیحدہ دوسری چیز کا موجود ہونا ثابت وظاہر ہے تو پھر توحید کہاں یہ تو دوئی ہوگئی‘‘۔ تنقیہ صفحہ نمبر ۲۸

اب میں ان دونوں آیات کا مطلب سناتا ہوں۔ مگر بیان شروع کرنے سے قبل مختصر سی تمہید کا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے جب دو یا کئی چیزیں باہم کسی امر میں شریک ہوتی ہیں اور کسی امر میں مختلف ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ امر مشترک کے احکام میں ان مشترکہ اشیا کو اتحاد ہوگا۔ اور جن

جن باتوں میں ان چیزوں کو باہمی اختلاف ہوتا ہے ان باتوں میں جو جو احکام ہوں گے ان میں بھی اختلاف ہوگا۔ مثلاً حیوانات و نباتات جسمیت اور نمو میں باہم شریک ہیں۔ مگر حیوانات تحرک بالارادہ خورد، نوش وغیرہ اوصاف میں نباتات سے ممتاز ہیں۔ پس حیوانات و نباتات کو جسمیت اور نمو کے احکام میں بھی شرکت ہوگی مگر خورد، نوش، جماع وغیرہ احکام میں حیوانات اور نباتات میں اشتراک ہوگا بلکہ حیوانات کو ان باتوں اور ان کے احکامات میں امتیاز و خصوصیت ہوگی۔ اسی طرح انسان و حیوان کے درمیان کھانے، پینے، جماع کی خواہش میں جس قدر اشتراک ہے اسی قدر کھانے پینے جماع کے احکام میں بھی اشتراک ہوگا۔ مگر انسان ترقی سطوت جبروت نئے علوم وفنون کی تحصیل اور نئے علوم کو اپنے ابنائے جنس کے سکھلا دینے میں حیوان سے ممتاز ہے۔ ان اشیا کے احکام میں بھی حیوان سے ممتاز ہوگا۔ ایسے ہی ہادی رسولوں اور عامہ آدمیوں میں گو عام احکام بشریت کے لحاظ سے اشتراک ہوتا ہے۔ رسولوں کا گروہ بخلاف اور عام آدمیوں کے الہٰی، ملہم، مصلح قوم، موید من اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے عام احکام بشریت میں اگرچہ عامہ بشر سے اشتراک رکھتے ہیں لیکن اپنی خصوصیت رسالت نبوت، اصلاح قوم کے احکام میں عامہ خلائق سے ضرور جدا ہوتے ہیں بلاتشبیہ ایک مفتوح ملک کی رعایا کے ساتھ ایک فاتح اور حکمران گورنمنٹ کا سپہ سالار یا مجاز حاکم اپنی گورنمنٹ کے حکم سے کوئی معاہدہ کرے اور اس رعایا کو اپنی گورنمنٹ کے احکام سناوے تو اگر اس مفتوح رعایا کے لوگ ان معاہدات اور احکام کی تعمیل نہ کریں تو ضرور وہ رعایا اس گورنمنٹ کی مجرم، باغی، غدار، نافرمان ٹھہرے گی۔ مگر وہی سپہ سالار اور گورنمنٹ کا ماتحت حکمران اس رعایا کو کوئی اپنا ذاتی کام بتاوے اور اپنے طور پر ان رعایا میں سے کسی سے کوئی معاہدہ کرے اور اس رعایا کا آدمی اس سپہ سالار اور اس حاکم کی بات نہ مانے یا معاہدہ کا خلاف کرے تو یہ شخص جو اس سپہ سالار اور گورنمنٹ کے ماتحت حکمران کے معاہدہ اور حکم کا مخالف ٹھہرا ہے گورنمنٹ کی بغاوت کا مجرم نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلی قسم میں اس سپہ سالار اور حاکم کے احکام فاتح گورنمنٹ کے احکام ہوا کرتے ہیں۔ اور اس سپہ سالار کی زبان فاتح گورنمنٹ کی زبان اس کی تحریر فاتح گورنمنٹ

کی تحریر ہوا کرتی ہے۔غور کرو۔ایک قاتل کو مجاز حاکم کے حکم سے قتل کرنے والے یا پھانسی دینے والے کے ہاتھ اسی گورنمنٹ کے ہاتھ ہوتے ہیں جس کے حکم سے قاتل کو قتل کرنے والے اور پھانسی دینے والے نے قتل کیا اور پھانسی دیا۔درصورت دیگر وہی پھانسی دینے والا کسی اور ایسے آدمی کو جس پر اس گورنمنٹ نے موت کا فتویٰ نہیں دیا قتل کرکے دیکھ لے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ان کی بھی دو حالتیں اور دو جہتیں ہیں۔ایک حالت و جہت میں وہ آدمی ہیں بشر ہیں۔اور دوسری حالت ان کی رسالت و نبوۃ کی ہے۔جس کے باعث وہ رسول ہیں نبی ہیں الٰہی احکام کے مظہر اور احکام رساں ہیں جس کے باعث ان کو پیغامبر کہتے ہیں پہلی حالت و جہت سے اگر وہ حکم فرماویں تو اس حکم کا منکر باغی منکر رسول نہ ہوگا جس کو شرعی اصطلاح میں کافر، فاسق، فاجر کہتے ہیں اور دوسری حالت و جہت سے اگر کوئی ان کے حکم کو نہ مانے تو ضرور ان کے نزدیک اس پر بغاوت، انکار کا جرم قائم ہوگا۔اور ضرور وہ کافر، فاسق، فاجر کہلاوے گا۔اس جہت سے چونکہ وہ خداوندی احکام کے مظہر ہیں اور جس سے معاہدہ کرتے ہیں اس سے خدا کے حکم سے معاہدہ کرتے ہیں اور معاہدہ کنندہ جو معاہدہ ان سے کرتا ہے وہ اصل میں باری تعالیٰ سے معاہدہ کرتا ہے۔پس اگر معاہدہ کنندہ معاہدہ کے خلاف کرے تو باغی و منکر بلکہ کافر ہوگا نبی عرب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت و نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول بتایا اب ان کو جب لوگوں نے نبی رسول مانا اور ان کے احکام کو الٰہی احکام یقین کیا لامحالہ آپ سے ان کا معاہدہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے معاہدہ ہوگا۔ہاں جو احکام اور مشورے اس عہدۂ رسالت کے علاوہ فرماویں ان احکام کی خلاف ورزی میں کفر و فسق نہ ہوگا صحابہ کرام آپ کے عہد سعادت مہد میں یہ تفرقہ عملاً دکھاتے تھے۔ بَرِیْرَہ نام ایک غلام عورت تھی جب وہ آزاد ہوگئی وہ اپنے خاوند سے جو ایک غلام تھا بیزار ہوگئی۔مگر اس کا شوہر اس پر فدا تھا وہ اس کی علیحدگی کو گوارا نہ کرتا تھا وہ اس پر سخت کبیدہ خاطر ہوا اور آنجناب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس امر کی شکایت کی آپ نے بَرِیْرَہ سے اس کے ساتھ مصالحت کر لینے کو ارشاد فرمایا۔ بَرِیْرَہ نے جواب دیا۔آپ یہ وحی سے فرماتے ہیں یا عہدہ

نبوت سے علاوہ بطور مشورہ کے فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں رسالت کے لحاظ سے یہ حکم نہیں دیتا اپنی ذاتی رائے سے تجھے کہتا ہوں۔ اس نے نہ مانا اور کہا مجھے اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح [1] اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:۱۱۱)۔ اس آیت میں شرک سے ممانعت اور اس امر کا بیان ہے کہ میں ایک بشر ہوں بشریت میں تمہاری مثل ہوں۔ خبردار کبھی شرک نہ کرنا مجھے خدا نہ کہہ بیٹھنا نہ میری عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور ایسا ہی ان آیات کریمہ میں غور کرنے والا یقین کر سکتا ہے کہ اسلام کہاں تک شرک سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔

[2] وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا (الفتح: ۷تا۱۱)

---

[1] اس کے سوا نہیں کہ میں تم سا ایک بشر ہوں مجھے حکم ہوتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ عمل نیک کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بلاوے۔

[2] اور اللہ سزا دے گا منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت کو جو اللہ کی نسبت بدظنی رکھتے ہیں انہیں کے اوپر برائی کا پھیر ہے۔ اور اللہ ان پر ناراض ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ (یہ لوگ اپنی دولت کثرت اور قوت پر فریفتہ نہ ہوں اور اپنے موجودہ وقت کو جس سے سزا ابھی غائب ہے سر دست آرام کا زمانہ تصور فرما کر مغرور نہ ہو جاویں۔ ان کو سزا دینا ان کا استیصال کرنا اور عقل و فکر انسان سے باہر نا اندیشہ سامانوں کا ہلاکت کے بہم پہنچانا ہم پر کچھ دشوار نہیں ہے۔ اسباب ہمارے ہیں اور اسباب کے خالق ہم ہیں) اور آسمان و زمین کے لشکر اللہ کے قبضہ میں ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے ہم نے تجھ کو (اے نبی) شاہد، مبشر، نذیر بھیجا ہے (اب ضرور ہے کہ تم لوگ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اسے (رسول کو) قوت دو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور صبح و شام اللہ کے نام کی تقدیس کرو۔ یقیناً جو لوگ مجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اب جس نے عہد کو توڑ دیا وہ جان لے کہ وہ عہد شکنی کی سزا پاوے گا۔ اور جس نے پورا کیا اسے جس پر اس نے اللہ سے معاہدہ کیا ہے تو عنقریب اللہ اسے اجر عظیم دے گا۔

مکذب نے صفحہ نمبر ۴۷ تکذیب میں سورہ نجم کے حوالہ سے یہ لغو فقرہ تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی ۔ اعتراض کرنے کو لکھا ہے اسلام کے مختلف فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ سب کے پاس قرآن ہے مگر تعجب ہے کہ کسی میں یہ موجود نہیں اور ہو کیسے قرآن کریم کی شان اس سے اعلیٰ وارفع ہے کہ اس مجموعہ توحید میں ایسا مشرکانہ مضمون ہو اب حقیقت میں قرآن پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

مکذب فٹ نوٹ میں۔ ''مفصل حال اس کا معالم جلالین بیضاوی معتمد میں ذکر ہے۔''

مصدق نے ان تفاسیر کی طرف رجوع کیا۔ مگر ان میں یہ لکھا پایا جو ناظرین کے عرض خدمت ہے۔ بیضاوی نے اس واہی قصہ کو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی الخ پڑھا تھا لکھ کر کہا ہے وَهُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ ۔ اور یہی بات معالم کے حاشیہ پر مرقوم ہے۔ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے۔ تلك الغرانيق الخ کی نسبت یہ کہنا کہ رسول اللہؐ نے سورہ نجم میں اس کو پڑھا صحیح نہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں۔[1] لم يصح شيء من هذا و لا ثبت بوجه من الوجوه و مع عدم صحته بل بطلانه فقد دفعه المحقّقون بكتاب الله سبحانه۔ حيث قال الله تعالىٰ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ و قوله تعالى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى و قوله تعالىٰ وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ فنفى المقاربة الركون فضلا عن الركون قال البزّار۔ هذا حديث لا نعلمه يروى عن النبى صلى الله عليه و سلم باسناد متّصل۔ قال البيهقى هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل ثم اخذ يتكلم ان رواة هذه القصة مطعونون فيهم۔

---

[1] اس قسم کی کوئی بات بھی کسی وجہ سے ثابت اور صحیح نہیں ہوئی۔ اگر چہ خود ہی اس کی عدم صحت اور اس کا بطلان ظاہر ہے۔ مگر محققین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی تو اسے رد کر رہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر یہ (نبی) ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات لگاتا تو ہم اس کا دہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم اس کی رگ حیات کو کاٹ ڈالتے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ نبی اپنی طرف سے نہیں بولتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر ہم تجھ کو مضبوط نہ رکھتے تو تو ان کی جانب قریب تھا کہ مائل ہو جاتا۔ اب یہ آیت مقاربت میلان کی بھی نفی کرتی ہے۔ چہ جائیکہ آنجناب کا میلان ان کی جانب ہوتا۔ بزار کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس حدیث کو متصل اسناد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو۔ بیہقی کہتے ہیں یہ قصہ نقل کے قانون کے لحاظ سے ثابت نہیں ہوا۔ پھر بیہقی نے یہ کلام کیا ہے کہ اس قصہ کے راویوں میں طعن کیا گیا ہے۔

قال امام الائمة ابن خزیمة ان هذه القصة من وضع الزنادقة۔

(تفسیر البغوی ، معالم التنزیل زیر آیت الحج: ۵۳)

قال الرازی هذه القصة باطلة موضوعة لا یجوز القول بها۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع محمد الفضیل بن محمد الفاطمی)

قال الله تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النّجم:۴،۵)

و قال الله تعالیٰ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى۔ ولا شك ان من جوز علی الرسول تعظیم الاوثان فقد کفر لان من المعلوم بالضرورة ان اعظم سعیه کان فی نفی الاوثان۔ (تفسیر السراج المنیر سورة الحج)

قال ابن کثیر فی تفسیره: ان جمیع الروایات فی هذا الباب امامرسلة او منقطعة لا تقوم الحجة بشیءٍ منها۔ ثم قال فقد عرفناك انها جمیعها لا تقوم بها لحجة لانه لم یروها احد من اهل الصحة ولا اسندها ثقة بسند صحیح او سلیم متصل (فتح البیان مختصرًا)

و قال فی الکبیر رُوِیَ عن محمد بن اسحاق بن خزیمة انه سئل عن هذه القصة فقال هذا وضع من الزنادقة و صنّف فیه کتابًا۔

مکذب براہین صفحہ نمبر ۸۷ میں لکھتے ہیں۔ ’’اوراپنشدوں کے مخفی رکھنے میں یہ مصلحت تھی اوراہل اسلام سے چھپانے کا یہ مطلب تھا کہ وہ تعصب و جہالت سے غیر مذہب کی کتب کو جلا دیا

امام الائمہ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ اس قصہ کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں۔ یہ قصہ جھوٹا بناوٹی ہے اس کا ماننا ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا یہ تو وہی کہتا ہے جو اس کے دل میں وحی کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عنقریب ہم تجھے قرآن پڑھاتے ہیں۔ پھر تو اسے فراموش نہ کرے گا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا روا رکھے کہ آپ نے بتوں کی تعظیم کی ایسا شخص بے شک کافر ہے۔ اس لئے کہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بھاری کوشش بتوں کا نابود کرنا تھا۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس باب میں جتنی روایتیں ہیں یا تو مرسلہ ہیں یا منقطعہ ہیں اور ایسی روایتیں حجت نہیں ہوا کرتیں۔ پھر امام صاحب فرماتے ہیں ہم تجھے سمجھا چکے ہیں کہ یہ تمام روایتیں حجت پکڑنے کے قابل نہیں ہیں۔ کیونکہ اہل صحت میں سے کسی نے انہیں روایت نہیں کیا۔ اور نہ کسی ثقہ نے سند صحیح یا سلیم متصل سے انہیں اسناد کیا۔ اور امام صاحب تفسیر کبیر میں کہتے ہیں۔ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ سے روایت ہے کہ اس سے اس قصہ کی بابت سوال کیا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ زندیقوں نے اسے گھڑا ہے اور اس نے اس بارہ میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

کرتے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ ان ست دھرم کی کتابوں کو جلا دیں‘‘۔

پھر مکذب نے صفحہ نمبر ۹۷ میں اسکندریہ کے کتب خانہ کی تباہی کا ذکر کیا ہے۔ کہ ’’فیلونس حکیم اور فاضل اجل کی عرض پر عمرو سپہ سالار افواج نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی سے اس کتب خانہ کے بارے میں ارشاد پوچھا تو خلیفہ نے لکھا فی الفور جلا دیئے جاویں۔ چھ مہینہ تک وہ حمام گرم[1] ہوتے رہے‘‘۔ انتہیٰ مختصراً

یہ اعتراض صرف پادری صاحبان کی کاسہ لیسی کا نتیجہ ہے۔ وِالّا ناظرین غور کریں۔

اوّل۔ اگر اسلام کی عادات میں یہ ہوتا تو اسلام والے پھر خلیفہ عمرؓ اپنے عہد سعادت مہد میں یہود اور عیسائیوں کی پاک کتابوں کو جلاتے۔ کیونکہ وہی دونوں مذہب ہاں پاک کتابوں والے مذہب

---

[1] اگرچہ اس وقت تک جبکہ اس واقعہ کی تحقیق نہ کی گئی تھی اور صحیح حالات روشنی میں نہ آئے تھے۔ یہ الزام مسلمانوں کو دیا جاتا تھا مگر اب منصف مزاج اور حق پسند علماء میں ایسے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں جو یہ ناحق الزام مسلمانوں کو دیتے ہوں اس الزام کی وجہ زیادہ تر تعصب یا ناواقفیت پر مبنی تھی اور اس وقت بھی جب یہ الزام لگانے والے کے پاس کوئی صحیح سند موجود نہ تھی۔ یعنی اس قصہ کے بیان کرنے والے دو مؤرخ اس واقعہ سے ۵۸۰ برس بعد پیدا ہوئے تھے۔ اور کوئی پہلی سندان کے پاس موجود نہ تھی سینٹ کرائی سے جس نے اسکندریہ کے کتب خانہ کی تحقیق میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اس روایت کو بالکل جھوٹا ٹھہرایا ہے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ یہ کتابیں جولیس سیزر کی لڑائی میں جل گئی تھیں چنانچہ پلوٹارک بھی لائف آف سیزر میں لکھتا ہے کہ ’’جولیس سیزر نے دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ جانے کے خوف سے اپنے جہازوں کو آگ لگا دی اور وہی آگ بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی کہ اس نے اسکندریہ کے مشہور کتب خانہ عظیم کو بالکل جلا دیا‘‘۔

ہینڈی صاحب (Haydn) نے اپنی کتاب ’’ڈکشنری آف ڈیٹس ریلیٹنگ ٹو آل ایجز‘‘ میں جہاں اس غلط روایت کو درج کیا ہے وہاں اپنی تحقیقات سے یہ نوٹ لکھا ہے کہ ’’یہ قصہ بالکل مشکوک ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ’’اگر وہ کتابیں مخالف اسلام ہیں تو جلا دینا چاہئیں‘‘۔ مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اس قول کو بعض نے تھیوفلس اسکندریہ کے بشپ سے منسوب کیا ہے۔ جو ۳۹۰ء میں ہوا اور بعض نے اسے کارڈنل زمنیز کے ماتھے لگایا ہے جو ۱۵۰۰ء میں تھا‘‘۔

ہمارے مشہور جوان مرد ڈاکٹر لائیٹنر نے اپنی کتاب سنین الاسلام میں اس غلط روایت کی پیروی کی ہے اور افسوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو اپنی تحقیقات میں دھوکا ہوا ہے۔ ڈریپر صاحب نے مشہور کتاب میں پہلے اس قول کو غلط راویوں سے نقل کیا ہے لیکن بعد میں جا کر اس قول کی غلطی کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ درحقیقت یہ کتابیں جولیس سیزر کی لڑائی میں جل گئی تھیں۔ اور اب کامل یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ قول بالکل بے اصل اور محض فسانہ ہے۔ اگر رونے کے لائق ہے تو یہ سچا واقعہ ہے کہ متعصب کارڈنل زمنیز نے اسّی ہزار عربی قلمی کتابیں گرینڈا کے میدانوں میں برباد کرنے والی آگ کے شعلوں کے حوالے کر دی تھیں۔ (دیکھو کانفلکٹ بی ٹوین سائنس اینڈ ریلیجن)۔ عبدالکریم

اسلام کے پہلے مخاطب تھے۔ پھر مجوس پر اسلام کا پورا تسلط ہوا مگر کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ اسلام نے ان کی کتابیں جلائیں۔ اگر یہ فعل اسلام یا خلفاء اسلام کا داب ہوتا تو اس کے ارتکاب کے اسباب ہمیشہ اسلام میں موجود تھے اور اسلام کا کوئی مانع نہ تھا۔

دوم۔ اگر مذہبی وغیرہ کتابوں کا جلانا اسلامی بادشاہوں اور عوام اسلام کا کام ہوتا تو یونانی فلسفہ، یونانی طب، یونانی، یونانی علوم کے ترجمے عربی زبان میں محال ہوتے۔

سیوم۔ اگر کتابوں کا جلانا اسلامی لوگ اختیار کرتے تو ضرور تھا کہ مکذب براہین اپنے ملک سے کوئی نظیر دیتے اور انہیں اسکندریہ میں سمندر پار نہ جانا پڑتا۔

چہارم۔ سات سو برسوں سے زیادہ اسلام نے ہندوستان میں سلطنت کی اور اس عرصہ میں بھاگوت، رامائن، گیتا، مہابھارت اور ان کے مثل، لنگ پران، مارکنڈی، مشہور کتابیں جو آج تک مذہبی کتابیں اور مقدس پستک یقین کی جاتی ہیں کسی کے جلانے کی خبر کان میں نہیں پہنچی بلکہ ان کتابوں میں سے بعض کے ترجمے ہوئے۔ پس تعجب آتا ہے کہ ان ہندوؤں نے کیونکر سمجھ لیا کہ مسلمان ان کی پستکوں کو جلاتے ہیں۔ انصاف سے سوچو۔

پنجم۔ یادرکھو ہم ایک الزامی جواب دیتے ہیں۔ اگرچہ الزامی جواب بعض لوگ پسند نہیں کرتے۔ مگر ہم اس لئے ایسا جواب پسند کرتے ہیں کہ اس قسم کے جواب سے راستی پسند مخاطب کا دل خود بھی اندرونی جواب کا طالب ہوتا ہے اور حقیقی جواب ایسی حالت میں زیادہ تر موثر بنتا ہے۔ اس الزامی جواب میں پہلے ہم عیسائیوں کو لیتے ہیں جو اس اعتراض کے پہلے بانی ہیں اور مکذب براہین نے انہیں کے اخبار نور افشاں۔ نمبری ۲۱، جلد ۱۲ مطبوعہ ۲۲ رمئی ۱۸۸۴ء سے یہ سوال اخذ کیا ہے اور اس وقت الزامی جواب کی خوبی پران کو متی ۷ باب ۱۔۵۔ لوقا ۶ باب ۳۷ یاد دلاتے ہیں اور پھر عرض کرتے ہیں کہ وہ اعمال ۱۹ باب ۱۸۔۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔

''اور بہتیروں نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے آ کے اپنے کاموں کا اقرار کیا۔

اور بہتوں نے جو جادوگر☆ تھے اپنی کتابیں اکٹھی کر کے سب لوگوں کے آگے جلا دیں اور ان کی قیمت کا حساب کیا تو پچاس ہزار روپیہ ثابت ہوئیں۔ اسی طرح خداوند کریم کا کلام بڑھ گیا اور غالب☆ ہوا۔

اب اس تعلیم پر جو عملی کارروائیاں ہوئیں وہ سنیئے اور یہ بھی یاد رہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ میں مذہبی کتابیں نہ تھیں جو اصل محل اعتراض ہے کتاب والٹن مطبوعہ ۱۸۱۷ء جلد سوم میں ہے۔

جب دَکُلَفْ کے ترجمہ جلانے کا حکم ہوا تو ۱۴۰۱ء میں ایک کتاب ٹیلر نے تصنیف کی اور ۱۴۲۸ء میں کونسل منعقد ہوئی جس کے حکم سے دکلف کی ہڈیاں قبر سے نکال کر جلائی گئیں۔

۱۵۲۶ء میں کارڈنل ولسی اور بشپ لوگوں نے حکم دیا کہ ٹنڈیل کا ترجمہ نہ پڑھا جاوے۔ اور اس مضمون کے اشتہار اپنے علاقوں میں جاری کئے کہ لوتھر کے بعضے پیروؤں نے ترجمہ غلط کیا ہے۔ اور خدا کے کلام کو جھوٹے ترجموں اور الحادی حاشیوں سے خراب کیا ہے اس لئے وہ ترجمے جس جس کے پاس ہوں تیس دن کے عرصہ میں جنرل واٹیکر کے پاس حاضر کرے ورنہ کلیسیا سے نکالا جاوے گا اور بدعتی کہلاوے گا۔ اور اسی سال ٹونسل بشپ لنڈن اور ٹامس مور نے تمام نسخے

☆نوٹ۔ جادوگری کس کو کہا گیا ہے۔ پادری کلارک آیت ۱۹ کے نیچے لکھتے ہیں۔ دنیا میں ہزارہا کتابیں نفسانی اور شیطانی موجود ہیں جن سے لوگ بگڑتے ہیں عقلاً ونقلاً وہ بُرے ہیں۔ مثلاً بُرے شعروں کی کتابیں کوک شاستر کی کتابیں یا جھوٹے قصے کہانیاں جو شہوت انگیز ہیں اور وہ افسانے اور قصے جو لوگوں نے بُرے مطلب پر تیار کئے ہیں۔

پھر رابرٹ کلارک تفسیر اعمال ۱۳ باب ۸ درس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ہشیار، نجومی، جادوگر یہ ایک ہی بات ہے۔ (متی ۲-۱) میں جو لفظ مجوسی لکھا ہے وہ لفظ اور یہ لفظ ایک ہی ہے پھر کہا ہے تواریخ میں لکھا ہے کہ یارسیوس بزرگ، پم پیوس، کلاسس، جولیس، طبریوس شہنشاہ یہ سب کے سب اپنے اپنے ساتھ جادوگروں کو رکھتے تھے۔ اور نپولین شہنشاہ فرانس جو ابھی مرا ہے ایسی دانائی کے زمانہ میں بھی اپنے ساتھ جادوگر رکھتا تھا۔ اعمال کے ۱۳ باب ۶ درس کے تفسیر میں کہا ہے۔ رومی لوگ جادوگروں کو بہت چاہتے تھے اور ان سے شگون وفال دریافت کرتے تھے۔ جیسے اس وقت ہندوؤں میں ہو رہا ہے۔ اور بعضے مسلمان بھی تعویذ گنڈے اور رمّالی اور فال کشائی اور ٹوٹکے کرتے ہیں۔ رابرٹ کلارک تفسیر اعمال ۱۹ باب ۲۰ درس میں لکھتے ہیں۔ پس یہ کتابیں بھی خداوند کے کلام کے غلبہ سے جل گئیں اور جادوگری کا اعتقاد دلوں سے نکل گیا۔ بطلان مٹ گیا۔ کلام صدق پھیل گیا۔

خرید کر کے پالیکراس میں جلادیئے پھر ۱۵۲۹ء میں یہ نسخہ چھپ سار میں علانیہ جلادیئے گئے۔

جب ۱۵۳۰ء میں ٹنڈیل نے اس پر نظر ثانی کر کے دوبارہ چھپوایا اور جان وغیرہ کی معرفت اس کی اشاعت کی تو لنڈن کے بشپ نے شائع کرنے والوں کی تشہیر کی اور یک لاکھ اٹھاسی ہزار چارسو روپیہ چھ آنہ آٹھ پائی جرمانہ کیا۔

پھر ۱۵۴۶ء میں ہنری ہشتم شاہ انگلستان کا حکم صادر ہوا کہ ٹنڈیل اور کورڈیل کے ترجمے اور نیز وہ کتابیں جن کی پارلیمنٹ نے اجازت نہیں دی اور نیز فرت اور دکلف کی کتابیں نہ پڑھی جاویں اور ملکی اور کلیسائی افسروں کو دیجاویں کہ وہ جلادی جاویں۔

پھر ۱۵۵۴ء میں نماز کی کتاب مع انجیل جلائی گئی۔

پھر ۱۵۵۵ء میں اشتہار جاری ہوا کہ بدعتی کتابیں کہیں نہ بھیجی جاویں اور نہ کوئی اپنے پاس رکھے۔

یہ پاک عیسائیوں کی کارروائیاں تھیں جو انہوں نے خلاف مذہب تحریرات اور کتب کی اشاعت کے انسداد میں جاری رکھیں۔اب ہم روشن ضمیر آریہ صاحبان کو ستھیارتھ پرکاش مطبوعہ بار اول کے صفحہ ۱۹۴ و ۲۱۶ و ۳۱۲ کے دیکھنے کی تکلیف دیتے ہیں جو ان کے واجب القدر گورو دیانند صاحب کی تصنیف سے ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''دوسری بات یہ ہے کہ بید آدی ست شاستروں کا پرتیت پرچار کرے۔اور جو کوئی جال پستک رچے، وا پڑھے، پڑھاوے، اس کو راجہ شر چھیدن تک ڈنڈ دیوے۔ جسے کہ کوئی متھیا جال پستک نر چے''۔ستھیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۴۔

اور صفحہ نمبر ۲۱۵ میں دیانند جی نے لکھا ہے۔

بیاس ارتھاتھ آ کا دشی، بھاگوت آدکون کی کتھا کرنے والے اور مندروں کے پوجاری اور سنپر واء والے، بیراگی، سنیو، بام مارگی اوک پنڈت مہاتما اور سدھ یہ تو اوپر سے بنے رہتے ہیں

پرنتو ان کو سب جگت کے ٹھگنے والا جاننا۔ بیس۔ اور یہ سب پرسدہ چور ہیں ان کو ڈنڈ سے راجہ اُپدیش کردے۔ ایسا ڈنڈ دے کہ کوئی اس پرکار کا منکھ پرجا میں نہ رہنے پاوے۔ تب ہی راجہ اور پرجا کی انتی ہوگی''۔ انتہا نہیں۔

پھر ستھیارتھ پرکاش میں آریہ ورتی مذاہب کی کارروائی صفحہ ۳۱۲ میں لکھی ہے اور جو جو بید آدکون کے پستک کو پایا اور پورب کے آتی ہانسوں کا ان کا پرایا ناش کر دیا جسے کہ ان کو پورب اوستھا کا سمرن بھی نہ رہے۔

پھر جینیوں کا راج اس دیش میں اتینت جم گیا۔ تب جین بھی بڑے ادمان میں ہوگئے اور کوکرم انیا بھی کرنے لگے''۔

الزامی جوابات پر نظر ڈالنے کے واسطے جو تکلیف دی گئی تھی اس تکلیف کو اب ہم زیادہ کرنا نہیں چاہتے اور انصاف پسند طبائع کو اب اسی طرف مائل کرتے ہیں کہ وہ اسکندریہ کے کتب خانہ کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

مصر کے جغرافیہ میں جس کو فکری نے لکھا ہے یوں آیا ہے۔

احترقت کتب خانه بطلیمیوس الاول فی عهد یولیس قیصر الرومان بان عند محاصرة یولیس بالاسکندرية رامت الاعداء الاستيلاء علی سفینته۔ فاضرم فیها النار۔ انتهی۔

ثم قال الظوان الرومانی۔ اهدی الی الملکة کیلوسطبرة من کتب خانه برجام ۳۰۰ الف أوُ ۴۰۰ الف کتب۔

فاصابها الحریق مرتین بواسطة الدیانة النصرانیة لازالة افکار عبدة الاوثان فی مدة حکم تیدوس قبل الاسلام۔

علاوہ بریں اہل اسلام بے سند بات کو پرانے زمانہ کی باتوں سے قابل اعتبار نہیں سمجھتے

مخالفوں کو ضرور ہے کہ اس کا پورا ثبوت دیں۔

اب بمقابلہ ڈاکٹر لائیٹنر کی بے سند بات کے مشہور اور یورپ والوں کے نزدیک محقق ہسٹورین گبن صاحب کے فٹ نوٹوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(تاریخ گبن صفحہ نمبر ۶۶۔باب ۵۱، جلد نمبر ۶)

اوّل۔ یہود یا عیسائیوں کی مذہبی کتابوں کے نہ جلانے کی دلیل یہ ہے کہ اہل اسلام خدا کے نام کی بہت عزت کرتے ہیں اور ان کی کتابوں کو وہ کتب الٰہیہ مانتے ہیں جیسا کہ صفحہ نمبر ۳۷ جلد ۶ میں ذکر ہے۔دیکھو مکتوبات فریفش

دوم۔اسکندریہ میں دو کتب خانہ تھے۔ایک بروچین کا کتب خانہ جو گیلنس کے عہد حکومت میں ۲۶۳ء میں جلایا گیا تھا۔جیسا گبن باب ۱۰، جلد ا صفحہ ۳۴۷ میں ہے۔دوسرے کا نام سیر پیم (Serapeum) کا کتب خانہ تھا۔جس کے نصیب میں اسی وصیت کا سامنا ہوا جو پہلے کتب خانہ کو ہوا۔یعنی تھو پالیس کے جور و جفا سے تباہ کیا گیا جس کا باب ۲۸ میں ذکر ہو چکا ہے۔اور جن کا حوالہ گبن اس موقع پر دیتا ہے۔ یہ بیش قیمت ذخیرے دوسو پچاس برس پہلے حضرت عمرؓ کے حملہ کے تباہ ہو چکے تھے اور اس وقفہ کے عرصہ میں کوئی تواریخ کسی بادشاہ محبّ وطن یا کسی عالم کا پتہ نہیں لگا سکتی جس کو ان کتب خانوں کے پورا کرنے کی خواہش ہوئی ہو۔یا جس کے پاس وسائل ان کے پورا کرنے کے ہوں۔ابوالفریگیس کا افسانہ اس قدر مشہور نہ ہو جاتا۔اگر اسے یہ غرض نہ ہوتی کہ روم کے وحشی فتح یابوں کو اس بات کا الزام دیا جاوے کہ انہوں نے دنیا میں علمی تاریکی پھیلانے کی کوشش کی۔

(گبن صفحہ نمبر ۲۸۸ جلد نمبر ۳ باب ۲۸)

تھیوڈاسس کے زمانہ (۳۷۸-۳۹۵) میں جب اسکندریہ کے بتوں کی تباہی کا حکم نافذ کیا گیا تو عیسائیوں نے بڑی خوشی اور خورمی کے نعرے بلند کئے اور بدنصیب پیگنس نے جن کی

تندی کے باعث یہ حملہ ہوا تھا۔ جلدی شکست کھائی اور کچھ بھاگے اور کچھ چھپ گئے۔

تھوفیلس نے آگے قدم بڑھایا تو کہ سیرپیس کے مندر کو تباہ کرے۔ اور بجز اس کے کوئی مشکل اسے سد راہ نہ ہوئی کہ وہاں کی بڑی بڑی اشیا جو مقدار اور وزن میں بھاری تھیں۔ دشوار رکاوٹیں معلوم ہوئیں اور مجبوراً اسے ان بناؤں کو چھوڑ کر اس بات پر قناعت کرنی پڑی کہ اس مندر کو توڑ کر ایک تو وہ خاکستر بنایا اور اس کے ایک حصہ پر تھوڑی دیر بعد ایک گرجا تعمیر کیا تو کہ عیسائی غازیوں کی یادگار رہے۔

قیمتی کتب خانہ اسکندریہ کا تباہ اور برباد کیا گیا اور قریباً بیس سال بعد خالی الماریاں ایسے نظارہ کنندوں کے غم وغصہ کو بڑھاتی تھیں۔ جن کا دل مذہبی تعصب سے بالکل سیاہ نہ ہوا ہو۔

پرانے عقلا کی تصانیف جن میں سے بہت تباہ ہوگئیں یقیناً بعض ان میں سے بت پرستی کے زمانہ کی تباہی سے بچ گئی ہوں گی۔ تا کہ آئندہ نسلیں ان سے فائدہ اٹھاویں اور ان کے مطالعہ سے اپنے دل کو خوش کریں۔

پھر گبن صفحہ ۳۴۸ باب ۱۰ جلد ا میں اسکندریہ کی آبادی اور اس کا جلیل القدر تجارت گاہ ہونا بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس میں مختلف قوموں کے آدمی آباد تھے۔ آخر ان میں ایسا عام فساد ہوا کہ بارہ برس تک قائم رہا۔ یہ لڑائی سیول اور ملٹری آدمیوں میں ایک جوتے سے شروع ہوئی۔ اس تباہ شدہ شہر کے بعض حصوں میں باہم خط وکتابت اور آمد ورفت کا سلسلہ قطع ہوگیا۔ اور ہر ایک کوچہ خون سے پُر ہوگیا اور اس کی عمارتیں ڈھائی گئیں حتی کہ اس کا بہت حصہ تباہ ہو گیا۔ وسیع اور شاندار محلّہ یروچین کا معہ دیگر محلوں اور عجائب خانوں اور بادشاہوں اور فلاسفروں کے مکانات کے تباہ ہوگیا۔ اور اس کے بعد قریباً ایک سو برس تک ویران پڑا رہا بلکہ اب بھی اس کی حالت ایسی ہے۔

مکذب صفحہ نمبر ۱۸۱۔ ''مگر اہل اسلام سے ایک ضروری گزارش ہے کہ آدم وحوّا، وشیطان،

وموسیٰ ،ونوح، و ابراہیم، و یوسف، وخضر، و یعقوب، ولوط، ولقمان، وسکندر، و اصحاب کہف، ویاجوج، و ماجوج وعمران وزکریا وعیسیٰ، ومریم، ومحمد صاحب کے خانگی امورات وجنگ و جہاد وسامری، و یونس، ویحییٰ، ودوزخ، وبہشت کی نہروں کا حال حور وقصور، غلمان، وخیرات، وزکوٰۃ، وحج واحرام وسنگ اسود، ونکاح، ومتاع، وحلال، وحرام، وقربانی وغیرہ کے قصہ وکہانی نکال کر باقی کوا ے بھائیو! اگر آپ انصاف سے مطالعہ فرماویں گے تو بخوبی جان جاویں گے کہ کس قدر الٰہی تعلیم باقی ہے''۔

مصدق۔اس سمجھدار کو اتنی بھی خبر نہیں کہ حرام وحلال کی بحث اور خیرات اور زکوٰۃ کا حکم قصہ کہانیوں میں داخل ہے یا سچی تعلیمات میں؟ پھر یہ خبر نہیں کہ ان پاک قصوں میں کس قدر صداقتیں بھری ہوئی ہیں۔ بہرحال ان قصہ کہانیوں کے سوا جو کچھ صداقتیں اور پاک تعلیمات قرآن کریم میں ہیں۔ان کے لئے کئی مجلد بھی کفایت نہیں کرسکتیں۔اس لئے کہ قرآن کریم ان تمام حقہ تعلیمات وعلوم کا مجموعہ ہے۔جن کی ضرورت ہم کو لاحق ہے یا ہوگی۔کیا ہی سچ کہا ہے جس نے کہا۔جَمِیعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْآنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْھَامُ الرِّجَالِ۔مگر یہاں جس قدر اس کتاب میں گنجائش ہوسکتی ہے نہایت مختصر گذارش کرتے ہیں تفصیل کے واسطے احکام القرآن حضرت پیرومرشد مجدد الوقت میرزا غلام احمد صاحب کی اور اقتباس انوار شیخ محمد عبیداللہ صاحب اور جواہر صمدیہ جناب عبدالصمد پیغام محمدی، سید محمد علی، نیل المرام نواب صاحب وغیرہ دیکھنے چاہیئے۔ ہاں ان مضامین بالا کے سوا جن کو مکذب نے بیان کیا۔قرآن کریم میں اس قسم کے مضامین ہیں۔

اول۔باری تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۚ﴿۲﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۚ﴿۳﴾	اومخاطب تو کہہ دے اصل بات تو یہ ہے کہ خود بخود موجود جس کا نام ہے اللہ پوجنے کے لائق ،فرمانبرداری کا مستحق وہ ایک ہے اپنی ذات میں

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص:۲تا۵)	یکتا، صفات میں بے ہمتا ترکیب و تعدد سے پاک۔ اللہ جس کا نام ہے وہ اصل مطلب مقصود بالذات ہر کمال میں بڑھا ہوا جس کے اندر نہ کچھ جاوے کہ کھانے پینے وغیرہ کا محتاج ہو نہ اس کے اندر سے کچھ نکلے کہ کسی کا باپ بنے۔ پس نہ وہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا۔ اس کے وجود میں اس کے بقا میں اس کی ذات میں اس کی صفات میں کوئی بھی اس کے جوڑ کا نہیں۔
وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ:۱۶۴)	تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے جسے اللہ کہتے ہیں۔ ہر ایک کاملہ صفت سے موصوف ہر ایک برائی سے پاک، بن مانگے احسانات کرنے والا۔ مانگنے والوں کے سوال و محنت پر عنایت فرما۔ اس اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔
وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (التوبۃ: ۳۱)	لوگوں کو ایک اللہ کی پوجا کے سوا کسی کی پوجا کا حکم نہیں ایک ہی معبود ایک ہی پورن پوجیئ کے بنا کوئی پرستش و عبادت فرمانبرداری کے لائق نہیں۔

دوم۔ باری تعالیٰ کے وجود اور توحید پر دلائل

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا	بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں کہ دونوں میں کس قدر مختلف القویٰ اشیا موجود ہیں اور پھر ان میں کیسا باہمی تعلق ہے تم کو کس قدر وقتاً فوقتاً ضرورتوں کا سامنا ہوتا ہے پھر آسمان اور زمین میں کتنا سامان تمہاری ضرورتوں کے علاوہ تمہاری راحت کے واسطے بھی موجود ہے۔ اور رات و دن کے اختلاف میں کہ کس طرح دونوں طول البلد میں بایں اختلاف کہ ہر ایک دوسرے

يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

(البقرة: ۱۶۵)

کے پیچھے موجود ہے اور عرض بلد میں بایں اختلاف کہ کم و زیادہ موجود رہتے ہیں۔ اور ان جہازوں میں جو لوگوں کے لئے ہر قسم کے منافع کے واسطے سمندر میں پتلے پتلے پانیوں پر بڑے بڑے بوجھوں کے ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ اور اس میں کہ اللہ تعالیٰ ویران آباد زمینوں کو اس پانی سے آباد کر دیتا ہے۔ جس کو وہ آپ بادلوں سے اتارتا ہے۔ اور اس میں کہ پینے کے لئے پانی، کھانے کے لئے کھانے۔ غرض آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی روشنی و اندھیری اور بادلوں کی بارش کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہی زمین میں ہر قسم کے جانداروں کو پھیلایا اور ہواؤں کے اِدھر اُدھر پھیرنے میں کہ کہیں ان میں کوئی حیوانات و نباتات کی زندگی کا باعث ہیں۔ کہیں خون کے صاف کرنے اور گھسے پسے اجزا کے نکالنے میں مددگار۔ کہیں جہازوں اور کشتیوں کے لے جانے میں مفت کے مزدور کہیں بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں فرمانبردار۔ کہیں ضرورت کے موافق ذرات کو جمع کر دیں۔ کہیں صفائی میں مدد دیں۔ اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان اللہ تعالیٰ کے قبضہ حکم میں مسخر ہو رہے ہیں۔ ضرور ہی ان باتوں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی یکتائی اس کی کاملہ صفات، حکمت، قدرت، علم، رحم وغیرہ وغیرہ کے نشان ہیں۔ مگر صرف اس قوم کے واسطے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

سوم۔نہایت درجہ کا ظلم اور بے ایمانی جس نے دنیا میں جہالت اور اختلاف اور توہمات کو پھیلایا وہی جس کو شرک کہتے ہیں قرآن کریم نے اس کا ابطال کیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا (النساء:۴۹)	جان لو جس کا نام ہے اللہ ہر برائی سے پاک ہر ایک کامل صفت سے موصوف وہ یہ گناہ تو کبھی نہ بخشے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جاوے ذات میں اس کا ہمتا سمجھا یا صفات میں اس کے ہم پلہ خیال کیا جاوے۔یا کسی عبادت میں کسی کو اس کا ساجھی بنایا جاوے۔اور شرک کے نیچے کے گناہ تم کو عفو کر دے گا جس کے لئے اپنے رحم سے چاہے۔جس نے کوئی شرک کیا اس نے بڑی بھاری بدی کا طوفان باندھا۔
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا (النساء: ۱۱۷)	جان لو جس کا نام ہے اللہ ہر برائی سے پاک ہر ایک کامل صفت سے موصوف وہ یہ گناہ تو کبھی نہ بخشے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جاوے ذات میں اس کا ہمتا سمجھا یا صفات میں اس کے ہم پلہ خیال کیا جاوے یا کسی عبادت میں کسی کو اس کا ساجھی بنائے اور شرک سے نیچے کے گناہ اس کو عفو کر دے گا جس کے لئے اپنے رحم سے چاہے جس نے کوئی شرک کیا وہ راہ حق سے بہک کر کہیں دور جا پڑا۔
اِنَّہٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ	بات یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کو کسی پہلو پر بھی خدا کا شریک بنایا اس پر اس معبود نے جو ہر ایک برائی سے پاک اور ہر ایک کامل صفت

وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدۃ: ۷۳)	سے موصوف ہے سچے آرام گاہ کو جس کا نام جنت ہے اس پر حرام کر دیا۔ اور ایسے بدکار کا ٹھکانا وہ آگ ہے جسے دوزخ کہتے ہیں۔ ان ظالموں کا جو رزق کسی کا کھاتے ہیں اور فرمانبرداری کسی دوسرے کی کرتے ہیں۔ مخلوق کسی کی ہیں اور مطیع کسی کی جزا سزا کے واسطے حاضر کسی کے پاس ہونا ہے حساب و کتاب کسی نے لینا ہے اور فرمانبردار کسی کے بنتے ہیں کوئی بھی حامی نہ ہوگا۔
لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء: ۲۳)	اگر زمین و آسمان میں ایک معبود برحق کاملہ صفات سے موصوف اور برائیوں سے پاک ذات اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور معبود بنا لیے جاویں۔ تو آسمان و زمین میں ایسی بڑی خرابی پڑے کہ دونوں میں تباہی آ جاوے۔ کیونکہ ظاہر ہے جس قوم میں شرک پھیلتا ہے وہ قوم جاہل، وہم پرست، سچے علوم سے محروم افسانوں، ڈھکونسلوں میں مبتلا ہوکر آخر پھوٹ میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔
سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیۃ: ۱۴)	تمام وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں انسان کے قابو میں ہوکر انسان کے مفت مزدور اور انسان کے خادم ہیں۔

چہارم۔ تمام مخلوقہ اشیاء جو انسانی نوع کے واسطے بے مزدوری مزدور ہیں اور مزدوروں کو اپنا معبود بنانا اس طرح باطل کیا

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ	پس درست رکھ مخاطب اپنے آپ کو سچے دین پر، اور وہ یہ ہے

حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (الروم:۳۱)	کہ انسان سب سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاوے اور تمام اقوال وافعال حرکات وسکنات اسی کی محبت سے صادر ہوں۔ یہی الٰہی فطرۃ کے مطابق بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ الٰہی اندازہ کو بدلانا نہ چاہیے۔ یہی پکا اور ٹھیک دین ہے۔

پنجم اللہ تعالیٰ کے کاملہ صفات کا بیان

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (البقرۃ:۲۵۶)	ہر ایک عیب سے پاک تمام صفات کاملہ کے ساتھ موصوف جس کا نام ہے اللہ اس کے بغیر کوئی بھی پرستش وفرمانبرداری کا مستحق نہیں۔ دائم اور باقی تمام موجودات کا مدبر اور حافظ جس کو کبھی سستی اونگھ اور نیند نہ ہو اسی کے تصرف اور ملک اور خلق میں ہیں آسمان وزمین اسی کی ہستی اور یکتائی کو ثابت کرتے ہیں کوئی بھی نہیں کہ اس کی کبریائی عظمت کے باعث اس پاک ذات کی پروانگی کے سوا کسی کی سپارش بھی کر سکے۔ پس کسی کو مقابلہ وحمایت کی تو کیا سکت ہوگی۔ وہ جانتا ہے تمام جو کچھ آگے ہوگا اور جو کچھ گذر چکا ہے۔ موجودات کی نسبت کیا کہنا ہے کوئی بھی اس کے علم سے کسی چیز کا اس کی مشیت کے سوا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اس کا کامل علم آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے اور وہ آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت سے کبھی نہیں تھکتا۔ وہ شریک اور جوڑ سے بلند ہے۔
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ	وہ ذات پاک جس کا نام ہے اللہ تمام صفات کاملہ سے موصوف تمام برائیوں سے پاک وہی جس کے سوا کوئی بھی پرستش وفرمانبرداری کے لائق نہیں۔ اپنی ذات کو جو تمام غیبوں کا غیب ہے آپ ہی جانتا ہے۔

ف كُرْسِيُّهٗ عِلْمُهٗ (بخاری)

اللّٰہُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡمَلِکُ اَلۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُھَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ھُوَ اللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِئُ الۡمُصَوِّرُ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ ھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (الحشر:۲۳تا۲۵)	تمام ان اشیاء کو جو موجود ہو کر فنا ہوگئیں۔ یا اب تک ابھی پیدا ہی نہیں ہوئیں۔ صرف اس کے علم میں ہی ہیں۔ اور تمام موجودات کو جانتا ہے۔ وہ رحمان بروں بھلوں سب کو روزی رساں، بن مانگے فضل کرنے والا وہ رحیم جو بھلوں کو اپنے فضل و رحم سے بخشنے اور کسی کے سوال ومحنت کو ضائع نہ کرے۔ وہی اللہ جس کے سوا کوئی دوسرا پرستش و فرمانبرداری کے لائق نہیں الملك پورا مالک اشیا کی خلق و بقا پر القدوس تمام ان اسباب عیوب سے پاک جن کو حس دریافت کر سکے یا خیال تصور کرے یا وہم اس طرف جا سکے۔ یا قلبی قویٰ سمجھ سکیں۔ السلام تمام عیوب سے مبرا اسلامتی کا دینے والا۔ المومن امن کا بخشنے والا اپنے کمالات وتوحید پر دلائل قائم کرنے والا المھیمن سب کے اعمال کا واقف سب کا محافظ، العزیز بےنظیر، سب پر غالب، ذرہ ذرہ پر متصرف الجبار سنوارنے والا۔ ہمارے بگاڑوں پر اصلاح کے سامان پیدا کرنے والا۔ اصلاح کی توفیق دینے والا المتکبر تمام مخلوقی عیوب اور مخلوق کے اوصاف سے مبرا۔ تمام چھوٹوں بڑوں آسمانی اور زمینی شریک اور ساجھی سے اس کی پاک ذات بلند ہو وہ خود بخود موجود جس کا نام ہے اللہ الخالق۔ ہر ایک چیز کا کامل حکمت کے ساتھ اندازہ کرنے والا۔ الباری ہر ایک چیز کو اس کے اندازہ کے مطابق بےنقص وتفاوت ظاہر کرنے والا۔ المصور اسی اندازہ اور عمدگی سے صورتوں اور شکلوں کا عطا کرنے والا۔ اسی کے ایسے نام ہیں کہ تمام خوبیوں پر شامل ہوں اسی کی تسبیحیں کرتی اور اسی کی پاک اور کامل ترین ہستی کو تمام وہ چیزیں جو آسمان وزمین میں ہیں ثابت کرتی ہیں وہ غالب جس کے تمام کام حکمتوں پر مبنی ہیں۔

ششم۔الٰہی عبادت کی تاکید

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا (النساء:۳۷)	فرمانبردار عبادت کرنے والے اللہ کے بنو اور کسی چیز کو کچھ ہی ہو اس کا کسی امر میں ساجھی اور شریک نہ بناؤ۔
فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (المومن:۱۵)	اللہ تعالیٰ کو پکارو۔اس کی عبادت میں اخلاص سے کام لو اور دین کے قبول کرنے میں ظاہر و باطن میں دکھ سکھ میں۔غرض کسی حالت میں ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے ساتھ تمہارا تعلق نہ ہو اگر منکر برا مناویں تو پڑے مناویں۔

ہفتم۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دلیل بیان فرمائی

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرۃ:۲۲،۲۳)	سنو! اولوگو! فرمانبرداری کرو اپنے اس محسن مربی کی جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو خلق کیا۔اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ دکھوں سے بچ رہو گے۔وہ تمہارا مربی اور خالق وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو گول پھر آرامگاہ بنایا اور آسمان کو ایسا کر دیا کہ وہ زمین کے قیام کا باعث ہو رہا ہے۔اور جہاں دیکھو وہ آسمان زمین کے لئے نیو ہے۔وہی جس نے بادلوں سے ایسا پانی اتارا جس سے تمہارے کھانے کے واسطے رنگ برنگ کے پھل نکالے ایسے محسن مربی کامل صفات کے جامع کا کسی کو کسی امر میں شریک نہ ٹھہراؤ۔اور تم جانتے ہو تمہارے انسانی عمدہ قویٰ میں اتنا تو رکھ ہی دیا ہے کہ ایسا محسن مربی کامل فرمانبرداری اور عبادت کا مستحق ہے پس اپنے قویٰ کو بیکار نہ کرو۔

ہشتم۔اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرة: ۱۷۸)	پسندیدہ باتیں یہی تو نہیں کہ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی۔ نیکی اور عمدہ بات تو اس شخص کی ہے جس نے دل سے مانا زبان سے اقرار کیا اور اپنے کاموں سے کر دکھایا کہ وہ اللہ کو مانتا، جزا وسزا کے دن پر یقین رکھتا ہے۔ ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب اور سچے نبیوں پر اس کے اعتقاد لایا۔ اور باوجود اینکہ اسے خود حاجت و ضرورت ہے اور زندگی کا امیدوار ہے۔ مگر اپنے مال سے رشتہ داروں کی خبر گیری کرتا ہے اور یتیموں مسکینوں اور مسافروں سائل کی پرورش غلاموں کے آزاد کرنے میں مال کو خرچ کرے۔ عبادت ونمازوں کو ٹھیک درست رکھے اپنے مال سے مقرری حصہ جسے زکوٰۃ کہتے ہیں ادا کرتا رہے اور نیکی تو ان کی ہے جو تمام ان بھلے معاہدوں اور اقراروں کا ایفا کریں جو انہوں نے خدا تعالیٰ سے یا اس کے کسی بندے سے باندھے۔ باتوں میں صداقت کو کام میں لاویں۔ امانت میں خیانت نہ کریں افلاس میں، مرض میں، جنگ کی شدت میں، تنگی میں، تکلیف میں، وفادار، ثابت قدم، مستقل مزاج رہیں۔
لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (بنی اسرائیل: ۲۳)	او مخاطب! کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنانا کہ خدا کی بھی عبادت وفرمانبرداری کی اور اس کی بھی۔ اگر شرک کا مرتکب ہوا تو دنیا میں بُرا اور ذلیل ہوگا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِىۡ نُفُوۡسِكُمۡ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا صٰلِحِيۡنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلۡاَوَّابِيۡنَ غَفُوۡرًا وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰى حَقَّهٗ وَالۡمِسۡكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ	اومخاطب! تیرے مربی اور محسن پالنے والے والی کا حکم تو یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش اور فرمانبرداری نہ کی جاوے اور ماں باپ سے پورا نیک سلوک ہو۔ اگر اومخاطب! تیرے جیتے ہوئے والدین بوڑھے ہو جاویں ایک یا دونوں۔ تو خبردار کبھی ان سے کسی قسم کی کراہت نہ کر بیٹھیو۔ اور نہ کبھی ان کو جھڑکیو۔ اور ان سے پیاری میٹھی نرم ادب کی باتیں کیا کرنا۔ ان کی پرورش دنیاداری کے لحاظوں سے نہیں بلکہ صرف دلی محبت و پیار سے اس طرح کرنا جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پروں میں پرورش کے لئے لیتے ہیں۔ اور خدا سے یوں دعائیں مانگنا۔ اے میرے رب! ان سے اس طرح رحم کے سلوک کر جس طرح انہوں نے میرے لڑکپن میں پرورش فرمائی۔ غرض جیسے والدین تیرے لڑکپن میں تیرے ہمدرد تھے ایسا ہی تو ان کے لئے ہو۔ سنو مخاطبو! تمہارا پرورش کرنے والا تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ پس وہاں ریا اور دکھلاوا کام نہیں آتا۔ اگر سچ مچ کے نیک ہو تو وہ خدا ہمیشہ ہی اپنی طرف رجوع لانے والوں کو بخشنے والا ہے۔ اومخاطب! ہر ایک رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو جو کچھ اس کا حق ہے دے دے۔ اور اپنی نفسانی خواہشوں پر، فخر پر اور بڑائی کے لئے اور بے ایمانی کے کاموں میں اموال کو ضائع مت کر، ناجائز طور پر مالوں کو ضائع کرنے والے

قَالَ کا لفظ عرب میں افعال پر بھی بولتے ہیں۔

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيْرًا وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ	شیاطین کے بھائی ہیں۔اور شیطان تو ایسا ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا اور جس نے اس کو پرورش کیا اس کا بھی منکر ہو گیا۔ اگر ان لوگوں کے دینے کو جنہیں دینا ہے ترے پاس کچھ نہ ہو اور تو اس امید پر کہ عنقریب تجھے تیرا محسن ربّ کچھ دے گا تو سردست ان کو ایسا جواب دے جس سے ان کو آرام ہو۔ اور ان کی امید بڑھے۔ نہ ایسا بخیل کنجوس بن کہ گویا تیرے ہاتھ تیری گردن سے بندھے ہیں۔اور نہ اتنا فضول خرچ بن کہ کچھ بھی تیرے پاس نہ رہے۔ اگر ایسا ہوا تو تجھے ملامت لگے گی۔ اور تھکا ماندہ رہ جاوے گا۔(بعض انسانوں کی حالت ایسی حالت ہوتی ہے کہ محتاج کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں اور فضول کر بیٹھتے ہیں ایسوں کو مخاطب کر کے فرمایا) تیرے رب کی طرف سے ہے کہ کسی کو دولتمند کرتا ہے اور کسی کو مفلس تو کیوں گھبراتا ہے وہ حکیم اپنے بندوں سے واقف اور ان کے حالات پر آگاہ ہے او لوگو! اپنی اولاد کو اس لئے تو قتل نہ کیا کرو کہ ہم ان کو کہاں سے کھلاویں گے۔تم اور وہ ہمارا ہی رزق کھاتے ہیں۔اور بات تو یہ ہے کہ اولاد کا قتل کسی سبب سے کیوں نہ ہو بڑی بھاری غلطی اور بدی ہے اور زنا کے تو نزدیک بھی مت جاؤ۔ یہ بڑی بے حیائی اور بُری راہ ہے اور ایسے شخص کو بے وجہ قتل نہ کر جس کا قتل اللہ نے حرام فرمایا۔ جو

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔
(بنی اسرائیل: ۳۴ تا ۴۰)

کوئی بے وجہ قتل کیا گیا اس مقتول کے وارث کو ہم نے طاقت دی ہے۔ کہ قاتل کو مار ڈالے مگر کوئی نا جائز کام اس قصاص میں نہ کرے۔ اور بے ریب مقتول کو مدد دی گئی کہ اس کا بدلہ دنیا میں بھی لیا جاوے۔ اور آخرت میں گناہ کے بوجھ سے ہلکا ہو۔ کسی بھلے غرض کے سوا یتیموں کے مال کے پاس مت جاؤ اور ان کا خیال رکھو۔ یہاں تک کہ مضبوط اور بڑے ہو جاویں اپنے معاہدوں پر وفاداری دکھلاؤ۔ تمہارے معاہدے خدا تعالیٰ سے ہوں یا اس کے بندوں سے۔ یاد رکھو عہدوں کی بابت پوچھے جاؤ گے۔ ماپنے اور تولنے میں پورا ماپ اور پورا تول اختیار کرو۔ اس بات کا نتیجہ اس دنیا میں بہت ہی اچھا ہوگا۔ اور اس امر کا انجام بھی بہت عمدہ ثابت ہوگا۔ اور جو بات معلوم نہ ہو اس کا دعویٰ مت کرو۔ ناسمجھی سے گواہی نہ دو۔ کان اور آنکھ اور اعصابی مرکز جسے قلب کہتے ہیں سب سے ان کے کاموں کا سوال ہوگا خوشی سے اتراتے ہوئے زمین پر مت چلو۔ تو او مخاطب! اپنی طاقت سے زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور نہ پہاڑوں سے اونچا ہو سکتا ہے یہ سب بری باتیں ہیں ان کی بُرائی تیرے رب کو ناپسند ہے۔ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں کہ تیرے رب نے تجھے وحی کے ذریعہ بتلا دیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی معبود مت ٹھہرانا۔ اگر شرک کیا تو جہنم میں ملزم ہو کر دھکیل دیا جاوے گا۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ
الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى
الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا
خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا
سَلٰمًا وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا
اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ
اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا
اِنَّهَا سَآءَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا
لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ
يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ
قَوَامًا وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا
يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا
يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ
ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا
يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ
فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ
تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا
صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ
يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ
حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

رحمٰن کے فرمانبردار بندے تو وہی ہیں جو زمین میں سکینہ وقار اور تواضع کی چال چلتے ہیں۔ نہ تکبر اور سستی کی اور جب جاہل ان سے الجھیں تو ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں جس میں نہ بدی وایذا ہو اور نہ جہل و نادانی وہی جو اپنے رب کے آگے سجدوں اور قیام میں راتیں گزار دیتے ہیں۔ وہی جن کی دعا ہے کہ اے ہمارے رب ہٹا دے ہم سے دوزخ کا عذاب۔ اس کا عذاب تو دائمی ہلاکت ہے۔ اور دوزخ تو بڑی تکلیف کی جگہ اور برا مقام ہے وہی فرمانبردار بندے کہ جب اموال کو خرچ کرتے ہیں تو مالوں کو نہ بے جا ضائع کریں اور نہ موقع میں دینے سے کمی دکھلاویں۔ بلکہ خرچ میں پسندیدہ راہ اختیار کریں وہی جو اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔ اور ایسی جانوں کے ناحق قتل سے بچتے ہیں جن کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اور کسی قسم کا زنا نہیں کرتے اور جو کوئی بندوں میں سے ایسی کرتوت کرتا ہے وہ بڑی سخت بدکاری میں گرفتار ہوا۔ ایسے بدکار کے لئے عذاب بڑھا اور ذلیل وخوار ہو کر اس عذاب میں رہ پڑا۔ مگر بچا تو وہی بچا جس نے بدی کو چھوڑ دیا اور تمام بھلائیوں کی اصل ایمان کو اختیار کر لیا اور اچھے اعمال کئے۔ آخر ایسے لوگوں کی برائیاں جاتی رہتی ہیں اور ان کے بدلہ میں نیکیاں آ جاتی ہیں۔ (دیکھو عربوں کے حالات اسلام سے پہلے اور پیچھے) اور ہر تائب کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ۙ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا أُولٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا خٰلِدِينَ فِيهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (الفرقان: ۶۴ تا ۷۸)	اور اس کی توبہ پر رحم کرنے والا ہے۔ جو کوئی بدی کو چھوڑ بھلے کاموں کی طرف متوجہ ہوا وہی اللہ تعالیٰ کی طرف پسندیدہ طور سے جھکا۔ وہی رحمان کے فرمانبردار بندے ہیں۔ جو دھوکے کے پاس بھی نہیں جاتے اور جب کبھی کسی بے ہودہ کام کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو اس طرح گزرتے ہیں کہ بھلائیوں کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ وہی جن کو جب کبھی الٰہی نشان دکھلائے گئے تو اس نشان پر اندھے اور بہرے کی طرح ٹھوکر نہیں کھاتے وہی جو دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے ساتھیوں سے (بیبیاں ہوں یا اور دوست) اور ہماری اولاد سے ہمیں آرام دے۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور ہوں جو دل کے سرور کا نشان ہے اور دعا مانگتے ہیں کہ ہم سچے فرمانبرداروں کے واسطے آئندہ کے لئے نمونے ہوں وہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے نیک اعمال کا بدلہ بڑے بلند مقامات کو پاکر وہاں نئی زندگی اور پوری سلامتی پاویں گے۔ اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ تناسخ سے بچ کر وہاں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ واہ وہ کیسے آرام کی جگہ اور رہنے کا مقام ہے۔ او مخاطب! کہہ دے میرے رب کو تمہارے ہلاک وتباہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر تمہاری بت پرستی نہ ہوتی مگر تم تو راستی کو جھٹلا چکے۔ پس نافرمانی کا لازمی وبال تم پر ضرور آنے والا ہے۔

نہم۔سیاست مدن کے اصول

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (النساء: ۶۰)	فرمانبرداری کرو اللہ کی چاہے اس کا حکم اس کے کلام سے پہنچے چاہے اسکے فعل سے (قانون قدرت) سے اور فرمانبردار بنو اللہ کے رسول کے کہ وہ اسی اللہ تعالیٰ کے احکام تمہیں پہنچاتا ہے۔اور فرمانبردار رہو حکومت والوں کے دنیوی احکام ہوں یا سچے دین کے علماء ہوں۔

دہم۔جمہوری سلطنت کی بناڈالی اور مسلمانوں کی صفات میں کہا

وَ شَاوِرۡھُمۡ فِی الۡاَمۡرِ (ال عمران: ۱۶۰)	(جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق اَولوِیّت بلکہ ہر ایک مخاطب کو حکم ہوتا ہے) کہ حکومت میں اپنے لوگوں سے مشورہ کرلیا کر۔
وَمَا عِنۡدَاللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰی رَبِّھِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا ھُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّھِمۡ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَمۡرُھُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَھُمۡ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ (الشوریٰ: ۳۷تا۳۹)	وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں بہت ہی اچھی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور انہیں کو ملیں گی کہ جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر ان کا بھروسہ ہے۔اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں اور اگر کسی پر غضب کریں تو عفو کرتے ہیں اور ان کی حکومت باہمی مشورہ سے ہوتی اور کچھ ہمارا دیا خرچ کرتے ہیں۔

یازدہم۔ بغاوت کی برائی سے آگاہ کیا اور بغاوت سے حکماً روک دیا

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف: ۳۴)	او مخاطب! تو کہہ دے۔ میرے رب نے تمام بے حیائیوں کو حرام کر دیا کھلی بے حیائیاں یا چھپی اور ہر ایک اثم و بدی اور بے وجہ بغاوت کو اور اس کو کہ اس کا شریک ٹھہراؤ۔ اللہ کے ساتھ ایسی اشیا کو جن کے شریک ہونے کی دلیل کوئی بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔ اور یہ بھی حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی باتیں بناؤ جن کا تم کو علم ہی نہیں۔

دوازدہم۔ باہمی معاملات واصول تمدن پر فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ	او ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جو اس کے نافرمانوں کے لئے مقرر ہے اپنے آپ کو بچائے رکھو۔ اور چھوڑ دو جو کچھ بیاجوں کا روپیہ تم کو لوگوں سے لینا ہے۔ اگر مومن ہو تو ایسے ہی کام کرو۔ اگر اس معاملہ میں تم نے فرمانبرداری نہ کی تو جان لو کہ تم سے جنگ کرنے کا حکم خدا اور اس کے رسول سے لگ چکا۔ اگر اللہ کی طرف توجہ رکھو تو تم کو اصل سرمایہ کے لئے کی اجازت ہے۔ ظالم نہ بنو وِاِلَّا ظلم کی سزا بھگتو گے۔ اصل بھی نہ ملے گا۔ اگر تمہارا مقروض مفلس ہے تو اسے آسودگی تک مہلت دو۔ اور اگر قرضہ عفو کر دو تو تمہارے حق میں بہت بھلا ہے اگر سمجھو۔ ڈرتے رہو اس وقت سے کہ تمہارا معاملہ اللہ کے سامنے پیش ہو اور وہاں ہر جی اپنے کیئے کی سزا بھگتے اور وہاں کسی پر ظلم نہ ہوگا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ
مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ
كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ
وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ
وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ
كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا
يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ
رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ
يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ
امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ
مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا
يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا
وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ
صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى
اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ
تِجَارَةً حَاضِرَةً
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا
تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا

او ایمان والو! ہر ایک معاملہ کو لکھ لیا کرو جس کے لئے کوئی میعادی معاہدہ ہو اور ہر ایک کو نہ چاہئیے کہ معاہدوں کو لکھا کرے بلکہ چاہیئے کہ معاہدہ کو وہ شخص لکھے جو ایسے معاملوں کا لکھنے والا ہو۔ اور معاہدہ کو اس انصاف کے ساتھ لکھے جس میں ضرورت کے وقت تمسک میں نقص نہ نکلے۔ اور تمسک نویس کو تمسک کے لکھنے میں کبھی انکار نہ ہوا کرے۔ کیونکہ کاتب کو اللہ تعالیٰ نے فضل سے ایسا کام سکھایا۔ پس چاہیئے کہ تمسکات کو لکھے اور لکھاوے وہ جس نے دینا ہو۔ اور ضرور ہے کہ لکھاتے ہوئے لکھانے والا اللہ سے ڈرتا رہے۔ اور ذرہ بھی اس میں کمی ونقص نہ کرے۔ اور اگر لکھانے والا کم عقل اور بچہ اور لکھانے کے قابل نہیں تو اس کا سربراہ انصاف وعدل کے ساتھ لکھاوے۔ اور اپنے معاملات پر دو مرد گواہ بنالیا کرو اگر دو مرد گواہ نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں، دو کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ایک ان میں سے کچھ بھول گئی تو دوسری اسے یاد دلائے گی۔ اور گواہ بلانے پر انکار نہ کریں۔ اور ایسے سست نہ بنو کہ تھوڑا یا بہتا میعادی معاملہ لکھنے میں چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ انصاف کی باتیں ہیں۔ اور جہاں گواہی کی ضرورت پڑے گی وہاں یہ باتیں بڑی مفید پڑیں گی۔ اور ایسی تدابیروں سے باہمی بدگمانیاں جاتی رہیں گی۔ ہاں دستی لین دین اور نقدی کی تجارت میں تحریر کے نہ ہونے سے گناہ بھی نہیں مگر ہر ایک سودے میں گواہوں کا پاس ہونا تو ضرور چاہیے (اگر اس پر عمل ہوتا تو چوری کی چیزیں لینے میں پولیس کی گرفتاری سے بہت کچھ امن ہو جاتا)

تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (البقرة:۲۷۹تا۲۸۴)	اور یاد رہے کہ کاتب اور گواہ کو ان کا ہرجانہ دو۔ اگر نہ دوگے تو بدکار بنوگے خدا کا ڈر رکھو اللہ تعالیٰ تمہیں آرام کی باتیں سکھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جانتا ہے اگر کہیں ایسے سفر میں لین دین کرو۔ جہاں تم کو کاتب نہ مل سکے تو رہن سے کام لو۔ مگر ضرور ہے کہ مرہون چیز کا قبضہ کر لیا کرو اور اگر ایسے معاملات میں ایک کو دوسری کی امانت و دیانت پر یقین ہو تو امین کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کر کے امانت دار کے حقوق کو پورا ادا کر دے۔ اور گواہی کو مت چھپاؤ گواہی کا چھپانے والا دل کا بڑا بدکار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	او ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور یہ بات کر دکھاؤ کہ تمہاری موت اسلام ہی پر ہو اور اسلام یہ ہے کہ اپنے تمام وجود اور اپنی تمام طاقتوں سے خدا تعالیٰ کے رستے پر پنجہ مارو کیا معنی تمام و کمال ظاہر و باطن الٰہی ارادوں کے پیرو ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ کچھ خدا کے اور کچھ غیر کے بنے رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو تو سوچو! تم کیسے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اسلام کے باعث تم سب کے دل ایک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ایک دوسرے کے خیر خواہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک۔ اور تم اپنی بدی بدکاری شرارتوں سے دوزخ کے کنارے اور باہمی جنگوں میں پھنسے پڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس آفت سے نکالا۔ غور تو کرو کس طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے اپنے نشان کہ اسلام حق اور راحت بخش ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تم راہ پر آؤ۔ او مسلمانو! تم سے ہمیشہ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ال عمران: ۱۰۳تا۱۰۶)	ایک ایسا گروہ رہے کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے ہر ایک پسندیدہ کام کا حکم کرے ہر ایک ناپسندیدہ کام سے منع کرے۔ اور وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں اور نہ بنو ان لوگوں کی طرح کہ جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور اختلاف مچایا۔ حالانکہ ان کو اتفاق کی خوبیاں اور اتفاق کی عمدگی کے دلائل بھی معلوم تھے۔ ایسے لوگوں کو بڑا عذاب ہوگا۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ	اے ایمان والو! اپنے گھر کے سوا کسی کے گھر میں اطلاع و اجازت کے بنا کبھی نہ جائیو۔ بے اجازت و اطلاع جانا وحشیوں کا کام ہے۔ بلکہ سلام کہہ کر اجازت لو۔ (اگر اتفاقاً وہ نہ سنے تو تین بار تک پوچھو حدیث میں ہے) یہ عمدہ باتیں ہیں اور اس لئے بتائی جاتی ہیں کہ ان پر عمل کرو۔ اگر وہاں کوئی نہ ہو تو وہاں بدوں اجازت مت جاؤ۔ اگر تم کو کہا جاوے کہ اس وقت تم کو اندر آنے کی اجازت نہیں واپس چلے جاؤ، یہی پسندیدہ طرز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر واقف ہے۔ ہاں ایسے غیر آباد گھروں میں جہاں کسی کی سکونت نہیں اور تمہارا وہاں اسباب رکھا ہے۔ بدوں اطلاع و اجازت بھی جانا روا ہے۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ تم کسی گھر میں بھلائی کو جاتے ہو یا شرارت کو۔ تو کہہ دے ایمان والوں کو کہ آنکھوں کو نیچا رکھا کریں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ نہایت پسندیدہ بات ہے۔ اور جو کچھ اپنی زبانوں سے کہتے اور دل سے مانتے اور اعضا سے لیتے ہو۔ سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ایسے ہی ایمان والی عورتوں سے بھی کہہ دے کہ آنکھوں کو برائی سے بچا رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور اپنے بناؤ سنگھار کو مت دکھلاویں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (النور: ۲۸ تا ۳۲)	مگر وہ حصہ لا بدی ہے جو ظاہر ہے اور اوڑھنی کو ایسا اوڑھیں کہ جیب تک چھپ جاوے۔ اور عورتیں اپنے بناؤ سنگھار کو کسی پر ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں اور باپوں اور خسر اور اپنے بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی نیک بخت بیبیوں (عیسائی مشن کی عورتوں کو جو لوگ اپنے گھروں میں آنے دیتے ہیں اور اسلام کے مدعی ہیں وہ غور کریں)۔ اور غلاموں اور ان نوکروں پر جنہیں عورتوں کی رغبت ہی نہیں۔ (جیسے پاگل) اور بچوں پر جو عورتوں کے معاملات سے واقف ہی نہیں۔ اور عورتوں کو واجب ہے کہ ایسی طرح پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ ان کے کسی سنگھار کی کسی کو خبر ہو جاوے۔ اللہ کی طرف رجوع رکھو۔ ایمان والو! تو کہ نجات پاؤ اور نکاح کردو اپنی بیوہ عورتوں کو اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کو اگر غریب و مفلس ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے غنی کرے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات: ۱۱)	تمام ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں امیر سے غریب تک شریف سے وضیع تک اجنبی سے اپنے پرائے ہم قوم تک اگر ایمان والوں میں رنج آ جاوے تو ان بھائیوں میں صلح کرادو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تو کہ تم پر رحم ہو۔

سیزدہم۔اپنے لوگوں اور غیر قوموں سے تعلق

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات:۱۲)	او ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے جس سے تم ہنسی کرتے ہو اور جسے تم مسخرہ بناتے ہو شاید تم سے اچھا ہو۔ اور نہ عورتیں ہنسی کریں عورتوں سے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس سے ایک عورت تمسخر کرتی ہے دوسری سے اچھی ہو۔ اور اپنوں کو کوئی طعن مت دیا کرو۔ اور کسی کی نسبت برا لقب مت بولو ایسی کرتوتوں سے برے لقب دینے والا اللہ تعالیٰ کے یہاں سے فاسق و بدکار ہونے کا لقب پاتا ہے اور مومن کہلا کر فاسق بننا برا ہے جو لوگ برے کاموں سے باز نہ آئے وہی بدکار ہیں۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات:۱۳)	او ایمان والو! بُہتی بدگمانیوں سے بچو۔ بعض بدگمانی بدکاری ہوتی ہے۔ لوگوں کی عیب جوئی مت کیا کرو۔ اور ایک دوسرے کا گلہ کبھی نہ کرو گلہ کرنا ایسا برا ہے جیسا بھائی کا گوشت کھالینا کیا یہ امر کسی کو پسند ہے۔ بے ریب کسی کو بھی یہ بات پسند نہیں۔ اللہ سے اس کی نافرمانیوں پر ڈرو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو نافرمانیوں کو چھوڑ، اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں رحم کرتا ہے۔
یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (الحجرات:۱۴)	(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہم نے ہی تم کو پیدا کیا نر و مادہ سے اور تم کو قوموں اور قبائل پر تقسیم کیا۔ تو کہ ایک دوسرے سے تعارف رکھو اور تمہیں یاد رہے کہ خدا کے یہاں تم میں سے وہی معزز ہے جو بڑا پرہیزگار ہے اور جان رکھو۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔
وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ	نیکی و بدی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم پلہ اور خوبی میں مساوی نہیں۔ بدی کا دفعیہ نیکی کے ساتھ کر دکھاؤ۔ اگر ایسا ہی حسن سلوک اپنے

بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ (حٰمٓ السجدة:۳۵،۳۶)	دشمنوں سے کر دکھاؤ گے تو تمہارے دشمن بھی تمہارے سچے دوستوں اور گرم جوش والے خیر خواہوں کی طرح ہو جاویں گے۔اس نصیحت کو وہی لوگ مانیں جو بڑی بردباری اور بلند حوصلگی کا حصہ رکھتے ہیں۔
چہار دہم مومنین کے صفات میں فرمایا	
اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد:۲۰ تا ۲۳)	نصیحت تو وہی پکڑیں جو عقل والے ہیں۔ وہی جو الٰہی معاہدوں کا پورا خیال رکھتے ہیں اور جس کسی سے مستحکم وعدے کئے ان کو نہیں توڑتے جن سے ملاپ کرنا چاہئے ان سے ملاپ کرتے۔ اللہ کی نافرمانی کا خوف رکھتے اور برے کاموں کے بدلہ سے ڈرتے وہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب ہو کر بردباری کرتے ہیں اور نمازوں کو درست رکھتے اور کچھ اللہ کا دیا۔ ظاہری اور باطنی طور پر خرچ کر دیتے ہیں۔اور خاص بدی کا مقابلہ خاص نیکی سے کیا کرتے ہیں۔انہیں کو انجام کار آرام ہوگا۔
اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (القصص:۵۵)	پہلی کتابوں کے ماننے والے اگر قرآن کریم پر بھی ایمان لائے تو انہیں دوہرا بدلہ ملے گا اس لئے کہ انہوں نے بڑی ہی بردباری کی۔اور ان کی چال ہی ایسی ہے کہ بدی کا مقابلہ نیکی کے ساتھ کر دیتے ہیں
لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ	جو لوگ تم سے مذہبی عداوت پر نہیں لڑتے۔اور نہ انہوں نے تم کو جلا وطن کیا۔ ان سے سلوک اور انصاف کے برتاؤ سے اللہ تعالیٰ کبھی نہیں منع کرتا بلکہ ایسے منصف تو اللہ تعالیٰ کو محبوب و پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کی محبت و دوستی سے تم کو منع کرتا ہے

الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الممتحنة:۹،۱۰)	جنہوں نے تم سے مذہبی جنگ کی اور اسلام کے باعث تم سے لڑے اور تم کو جلاوطن کیا اور تمہاری جلاوطنی میں تمہارے دشمنوں کے مددگار ہوئے۔ اور جو ایسے دشمنوں سے پیار کریں وہی ظالم ہیں۔
فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ (الزخرف:۹۰)	تو ان سے درگزر کر اور سلام کہہ دے۔
وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (النور:۲۳)	دکھ اور تکلیف دینے والوں پر عفو کرو اور ان سے درگزر۔ کیا تم کو پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے اگر اللہ تعالیٰ کا تم سے درگزر کرنا تمہیں پسند ہے تو اس کی یہی تدبیر ہے کہ تم لوگوں سے درگزر کرو۔
پانزدہم۔ تعلیم اور تعلّم اور علم کی ترقی کے واسطے	
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ال عمران:۱۰۵،۱۰۶)	او اسلام والو! تم سے ایسے لوگ ہوا ہی کریں جو بھلائیوں کی طرف بلاویں اور ہر ایک پسندیدہ بات کا حکم کریں اور ہر ایک برائی سے روکیں اور وہی ہیں نجات پانے والے (یہاں محمڈن مشنری بننے کی تاکید ہے) کبھی نہ ہونا ان لوگوں کی طرح جو آپس میں پھٹ پڑے اور کھلے نشانوں کے بعد بھی اختلاف مچایا۔ یاد رکھو انہیں کو بڑا عذاب ہوگا۔
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ال عمران:۱۱۱)	اسلام والو! تم تو بڑی عمدہ قوم بھلائیوں کے سکھلانے والے ہو صرف لوگوں کے فائدہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بنایا ہر پسندیدہ بات کا حکم کرتے ہو اور ہر ایک ناپسند امر سے روکتے ہو اور اس پر بڑھ کر یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر:۲۹)	اللہ کے بندوں میں اللہ تعالیٰ سے وہی ڈریں جن کو علم ہے یعنی پاک علم والے ہی اللہ کے نافرمان نہیں ہوا کرتے۔
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (المجادلۃ:۱۲)	اللہ ایمان داروں اور پاک علوم کے عالموں کو ہی درجات پر پہنچاتا ہے۔
قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر:۱۰)	مخاطب! تو کہہ بھلا کہیں علم والے اور جاہل بھی برابر ہوتے ہیں ہرگز نہیں۔
وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا (طٰہٰ:۱۱۵)	اور تو اے محمد! کہہ دے یا اے مخاطب! کہہ دے اے میرے رب! مجھے علم میں ہمیشہ ترقی دے۔
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (البقرۃ:۶۸)	نبی نے کہا۔خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبۃ:۱۲۲)	وہ لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کی ہر ایک قوم وقبیلہ سے ایک بڑا گروہ دین میں سمجھ پیدا کرے۔اور واپس ہوکر اپنی اپنی قوم کو علم سیکھ کر برائیوں کے بدنتائج سے ڈراوے تو کہ ان کی قومیں برائیوں سے ڈر جاویں۔
فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۴۴)	اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لیا کرو۔
وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (ال عمران: ۱۸۸)	تمام کتاب والوں سے تو اللہ تعالیٰ مستحکم وعدہ لے چکا ہے کہ وہ لوگ کتاب کا مطلب لوگوں کی بھلائی کے لئے سنا دیں۔اور الٰہی کتاب کو نہ چھپاویں (آریو تمہاری عملی کارروائی کیا دکھاتی ہے)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (حٰمٓ السجدة: ۳۴)	اس شخص سے بھلی بات کس کی جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور اچھے کام کئے۔

شانزدہم۔ یتامٰی کے حق میں فرمایا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (النساء:۱۱)	جو لوگ ظلم کی راہ سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ یاد رکھیں وہ انگارے کھاتے ہیں آگ ہی ان کے پیٹ میں جاتی ہے۔ بے ریب وہ جلتے دوزخ میں پیٹھیں گے۔
وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا (النساء:۳)	یتیموں کے اموال یتیموں کو دے دو۔ اور ان کی اچھی چیزیں اپنی بری اشیا سے نہ بدلو۔ اور اپنے اموال سے ملا کر بھی ان کے مال نہ کھاؤ پس بالکل انہیں کا مل کھا جانا کیا برا ہوگا۔ بے شک یہ بات بڑی بدی ہے

ہفتدہم۔ کورٹ آف وارڈس اور حجر کا راحت بخش قانون سمجھایا

اگر اس قانون پر عمل ہوتا تو دنیا سے ہزاروں مفاسد اٹھ جاتے کیونکہ اس قانون کے مطابق حکم ہے جب کوئی یتیم مالدار رہ جاوے یا کوئی شخص گو کم عمر نہیں مگر اپنے اموال کو نادانی کم عقلی سے ضائع کرتا ہے تو دونوں صورتوں میں صاحب مال کو اس مال کے تصرف سے روک دو۔ اور اس مال کی حفاظت رکھو اور صاحب مال کو بقدر ضرورت اس وقت دیتے رہو کہ عاقبت اندیشی سے خرچ کر سکے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ
الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا
وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا
وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا
بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ
مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا
وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا
وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ
وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ
بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا لِلرِّجَالِ
نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ
الْاَقْرَبُوْنَ وَ
لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا
وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا
الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا
وَلْيَخْشَ
الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ
ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا
سَدِيْدًا اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ
اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا
يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا
وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا
(النساء:٦ تا ١١)

نادان بچوں کو ان کے مال نہ دے دینا۔ مال ہے تو معیشت اور گزارہ کا ذریعہ ہے ہاں ان بچوں کو کھانے اور پہننے کے لئے ان اموال سے کچھ دیتے رہو۔ اور انہیں میٹھی پیاری زبان سے تسلی دو۔

اور امتحان کرتے رہو۔ جب یتیم بڑے اچھے جوان نکاح کرنے کے قابل ہو جاویں اور تمہیں ثابت ہو جاوے کہ اپنا آپ اب سنبھال لیں گے تو ان کے مال انہیں دے دو۔ اور ایسا نہ کرو کہ ناجائز طور پر ان کے بڑے ہونے سے پہلے ہی تم خرد برد کر لو۔

دولتمند یتیم کے اموال کا نگران تو اس مال سے کچھ بھی نہ لے۔ مگر غریب نگران مناسب حق الخدمۃ کھالے۔

اور جب یتیموں کا مال یتیموں کو دو تب ہی گواہ رکھ لو کہ یہ چیز میرے پاس تھی صحیح و سالم پوری تم نے دے دی۔ اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کافی حساب کرنے والا ہے ماں باپ اور رشتہ داروں کے مال کے وارث مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی کوئی کم کوئی زیادہ حقدار ہے۔

ہر ایک وارث کا حق الٰہی قانون میں مقرر ہے۔ اور جب ورثہ کی تقسیم پر رشتہ دار یتیم اور مسکین جمع ہوں تو انہیں اس میں سے کچھ دو اور جو بات کہو ایسی ہو کہ شریعت اسے پسند کرے۔

خدا کا خوف کرو تمہارے ننھے ننھے بچے اگر رہ جاویں اور تم مر جاؤ تو تم کو مرتے وقت کتنا ہی ان کا فکر ہوتا ہے۔ ایسے ہی عام یتیموں کا فکر رکھو اور جو بات کہو بڑی پختہ ہو۔

جو لوگ یتیموں کے مال کھا جاتے ہیں۔ بے ریب اپنے پیٹ میں آگ ڈالتے ہیں اور جلتے دوزخ میں پیٹھیں گے۔

ہژدہم۔غلامی کی پرانی رسم کے استیصال کی ہدایت فرمائی

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد:۵)	جب کفار سے تم معرکہ آرا ہوتو ان دشمنوں کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ تم فتحمند ہو جاؤ پھر دشمنوں کو قید کرلو۔آخر احسان کر کے چھوڑ دو یا جرمانہ لے کر رہا کرو۔

پھراس پر ہی اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ اور جگہ کے گرفتار غلاموں کے رہا کرانے کے واسطے اس مذہبی چندہ میں جس میں ہر ایک مسلمان کو جو پچاس باون روپیہ کا بھی مالک ہو۔اسی اڑھائی روپیہ فیصدی کے حساب سے دینے پڑتے ہیں۔ایک رقم غلام آزاد کرنے کی بھی قائم کی۔ بدوں اسلام کے کسی مذہب نے یہ تدبیر تجویز کی ہوتو کوئی نشان دے بلکہ ماورا اس کے اور بہت سی تدابیر قائم کیں جن کے ذریعہ غلام آزاد کئے جاویں مثلاً فرمایا۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبة:۶۰)	خیرات تو فقیروں، مسکینوں،اور صدقات کے کارکنوں اور ان کافروں کا جن کو اسلام و مسلمانوں سے لگاؤ ہے حق ہے صدقات کو غلاموں کے آزاد کرنے اور جن پر خاص آفتیں آئی ہیں ان کی امداد دینے اور خدائی کاموں جہاد وغیرہ اور مسافروں کی مددگاری میں خرچ کرو۔ یہ امر اللہ کی طرف سے نہایت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا ہے۔
وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا (المجادلة:۴)	جو لوگ اپنی بیبیوں کو ماں کہہ بیٹھے اور انہیں الگ کرنا چاہتے ہیں پھر اس بات پر نادم ہوئے ان پر لازم ہے کہ بی بی کے پاس جانے سے پہلے غلام آزاد کریں وغیرہ وغیرہ

اور جنگ کے قیدیوں کو بجائے اس کے کہ جیل خانوں میں جاہل بنائے جاویں یا جاہلوں کی صحبت میں رکھے جاویں۔ اہل اسلام کے گھروں میں اس طور پر رکھنے کا حکم ہوا کہ انہیں بھائیوں کی طرح رکھو جیسے آپ کھاتے ہو ویسے کھلاؤ جیسا آپ پہنتے ہو ویسا پہناؤ۔ ان کی عمدہ تادیب کرو۔

نوزدہم۔ عام احسان

تمام مذاہب کے بڑوں کی بے ادبی سے منع کیا اور فرمایا۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:۱۰۹)	کبھی برا نہ کہنا ان کو جن کو لوگ پوجتے ہیں اور جنہیں لوگ اللہ تعالیٰ کے ورے پکارتے ہیں اگر تم برا کہہ بیٹھو گے تو بت پرست تمہارے مقابلہ میں نا سمجھنے سے اللہ تعالیٰ کو برا کہہ بیٹھیں گے۔

کل دنیا میں منذرین کا آنا تسلیم فرمایا اور انصاف سے مذاہب پر کلی انکار نہیں کیا۔ بلکہ تمام انبیاء ورسل پر یقین کرنا اور ان پر ایمان لانا سکھایا اور فرمایا

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر:۲۵)	تمام امتوں میں نافرمانوں کو ڈرسنانے والے گزر چکے ہیں۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرۃ:۵،۶)	متقی وہی ہیں جنہوں نے مان لئے وہ احکام جو خاص تجھ پر اترے اور وہ احکام بھی جو تجھ سے پہلے عام لوگوں کی ہدایت کو نازل ہو چکے ہیں اور پچھلے دن پر ان کا یقین ہے خدا کی طرف سے وہی سیدھی راہ پر ہوئے اور وہی نجات پانے والے بنے۔

کسی نبی کی نسبت طعن نہیں کیا۔ انبیا کی تعلیم پر کہیں بھی نکتہ چینی نہیں کی بلکہ نصائح کو بدوں طعن و تشنیع بیان کیا ہے۔ مطاعن بیان کرنے میں بالکل سکوت فرمایا۔ طعن کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں جو کسل اور سستی، حرام خوری، عیاشی، فضول خرچی غرور ہے وہ صرف اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ہے مگر میں کہتا ہوں آیات ذیل کن لوگوں کی مقدس کتاب میں ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (البقرة:۲۶۸)	ایمان والو! اپنی کمائی اور زمین کی عمدہ برکات سے جو ہم نے تمہارے لئے نکالے ہیں اچھی اچھی چیزیں خدا کی راہ میں خرچ کرو۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرة:۱۷۳)	او ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں سے نہایت ستھری اور پسندیدہ کمائیوں کو کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ کرو۔ اگر اس کے فرمانبردار رہو۔
وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرة:۱۸۹)	آپس میں ایک دوسرے کے اموال کو ناجائز طور پر مت کھایا کرو۔ اور نہ اپنے مالوں کو حکام تک پہنچاؤ کہ اس ذریعہ سے لوگوں کے اموال کو دبا لو اور جان بوجھ کر بدی میں مبتلا رہو۔
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل:۳۳)	بدکاری کے پاس بھی نہ جاؤ زنا بڑی بے حیائی اور بُرائی ہے اور بُری راہ ہے۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدة:۹۱)	او ایمان والو! شراب، قماربازی، بت پرستی، شگون لینے یہ شیطانی کام بڑے ہی گندے ہیں پس ان سے بچو تو کہ نجات پاؤ۔

بستم ۔ عیاشی سے یہاں تک نفرت دلائی کہ بدکار عورتوں اور کسبیوں سے نکاح کے بارے میں کہا

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (النور:۴)	بدکار تو بدکاروں یا بت پرست عورتوں کو ہی نکاح کرتے ہیں اور بدکار عورتیں بھی ایسی ہیں کہ انہیں بدکار یا مشرک ہی بیاہیں اور ایمان والوں پر تو یہ باتیں حرام ہی ہیں۔

بست ویکم ۔ اسراف اور حق تلفی اور غرور کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (بنی اسرائیل:۲۸،۲۷)	رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں کو ان کے حق دے دو اور فضولی مت کرو، فضولی والے شیطانوں کے بھائی ہوا کرتے ہیں۔
وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (بنی اسرائیل:۳۸،۳۹)	اتراتا ہوا زمین پر مت چلا کر۔ کیا تو زمین کو پھاڑے گا کبھی نہیں اور اونچائی اور بلندی میں پہاڑ کو نہ پہنچے گا۔ تمام یہ بُری باتیں تیرے رب کو ناپسند ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ قصص قرآن میں کیوں ہیں سو اس پر گزارش ہے۔ آدم وحوا شیطان کا قصہ صفحہ ۳، ۱۰۳ تصدیق سے شروع ہوتا ہے اس پر غور کرو۔ کیا صرف کہانی ہے؟ سیدنا موسیٰ نمبر ۷ و نوح نمبر ۵ لوط علیہم السلام کے مختصر قصے تصدیق نمبر ۷ میں مندرج ہیں لقمان صفحہ نمبر ۵۵ وسکندر نمبر ۵۷ یاجوج ماجوج کے قصے تصدیق صفحہ نمبر ۶۰ میں مذکور ہیں سنگ اسود کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اس وقت سنا دیتے ہیں اور انصاف مانگتے ہیں کہ کیا یہ کہانی لغو ہے یا تمام بلند پروازیوں اور ترقیوں کی جڑھ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرۃ:۲۵۹)	بھلا دھیان تو کرو۔ اس شخص کی طرف جس نے ابراہیم راستباز سے رب کی بابت بحث کی۔ کیا یہ بحث بدلہ تھی اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پادشاہی دے رکھی تھی۔ جب ابراہیم علیہ السلام راستباز نے کہا میرا رب تو ایسا طاقتور ہے کہ زندہ کرتا اور مارتا ہے تو اس نادان نے (غور کرو) کیا جواب دیا؟ میں بھی مارتا اور زندہ کرتا ہوں۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ ایسا نادان ہے کہ زندہ کرنا اور مارنا ہی نہیں سمجھتا تو فرمایا۔ اچھا اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق کی جانب سے طلوع کرتا ہے تو سورج کو مغرب کی طرف سے لا دکھا۔ اتنی بات سن کر کافر بغلیں جھانکنے لگا۔ اور اللہ تعالیٰ تو ایسے بدکاروں کو بحث کی سمجھ بھی نہیں دیتا۔
وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْـًٔا يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا يٰۤاَبَتِ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِىْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ	اور بیان کردے اس کتاب میں ابراہیم کا قصہ بے ریب وہ راستباز نبی تھا۔ ابراہیم نے اپنے باپ کو کہا اے پیارے باپ! کیوں بتوں کی پرستش کرتا ہے۔ وہ تو تمہاری دعاؤں کو سنتے نہیں۔ اور تمہاری حالت کو دیکھتے نہیں۔ اور اگر سنتے اور دیکھتے بھی تو تمہاری کچھ بھی حاجت براری نہیں کر سکتے۔ میرے پیارے باپ! مجھے تو خدا پرستی کے فوائد کی سمجھ ہے مجھے معلوم ہے کہ بت پرستی ہمارے تمدنی اخلاقی وغیرہ وغیرہ میں مضر ہے۔ مگر افسوس تجھے ان باتوں کی خبر نہیں۔ پس تجھے چاہیئے میرا کہا مان۔ میں تجھے سیدھی راہ بتا دوں گا۔ اے پیارے باپ! نافرمان اور رحمت سے دور شیطان کی فرمانبرداری مت کر۔ شیطان تو رحمٰن جیسے محسن کا نافرمان ہے۔ میرے پیارے باپ! بے ریب مجھے تو ڈر ہے کہ تجھے

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (مریم:۴۲تا۵۱)	رحمٰن بھی عذاب دے اور تو شیطان کا ساتھی ہو جاوے۔ ابراہیم کے باپ نے جواب دیا۔ کیا تو ہمارے بتوں سے پھر گیا۔ اگر تو اپنے خیال واعتقاد سے نہ ٹلا تو میں تجھے سنگسار کروں گا۔ پس چاہیے کہ تو مجھ سے بچ کر کہیں چلا جا۔ ابراہیم نے کہا تجھے بُرے اعتقاد سے سلامتی رہے۔ میری طرف سے تجھے دکھ نہ پہنچے میں تو بہر حال اپنے رب سے تیرے لئے معافی مانگوں گا وہ مجھ پر مہربان ہے اور تم سے اور تمہارے بتوں سے جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو سب سے الگ ہوں۔ اور صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور امید ہے کہ جس طرح تم بتوں کو پکار کر پورے کامیاب نہیں ہوتے۔ یقیناً میرا حال ایسا نہ ہوگا۔ پس جب ابراہیم ان لوگوں سے اپنے بت پرست باپ اور اپنی بت پرست قوم اور ان کے بتوں سے الگ ہوا تو اسے اللہ تعالیٰ نے نبی بیٹا اسحٰق جیسا اور نبی پوتا یعقوب جیسا عطا فرمایا۔ اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اتنے انعامات بخشے جن کے بیان کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ ابراہیمی خاندان کے برکات ظاہر ہیں تمام دنیا کے لوگ ان کی مدح اور ثنا کرتے ہیں۔
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ قَالَ	ابراہیم کی وہ خبر ان پر پڑھ سنا۔ جب اس نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو کہا کہ تم لوگ کس کی پرستش کرتے ہو۔ ابراہیم کے باپ اور قوم نے جواب دیا کہ ہم تو بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں کے پاس بیٹھ رہتے ہیں ابراہیم نے کہا۔ کیا یہ بت تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟ یا کیا تم کو نفع دیتے ہیں یا تم کو کوئی دکھ دیتے ہیں؟ بت پرست لوگوں نے جواب دیا ہم بت پرستی کی دلیل تو نہیں رکھتے۔ مگر ہم نے اپنے بزرگوں کو پایا ہے کہ وہ ایسا ہی

اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّىۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ الَّذِىۡ خَلَقَنِىۡ فَهُوَ يَهۡدِيۡنِ وَالَّذِىۡ هُوَ يُطۡعِمُنِىۡ وَ يَسۡقِيۡنِ وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ وَالَّذِىۡ يُمِيۡتُنِىۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡنِ وَالَّذِىۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِىۡ خَطِيۡٓـــَٔتِىۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ وَاجۡعَلْ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ وَاجۡعَلۡنِىۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ وَاغۡفِرۡ لِاَبِىۡۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ وَلَا تُخۡزِنِىۡ يَوۡمَ يُبۡعَثُوۡنَ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ وَاُزۡلِفَتِ الۡجَـنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ (الشعراء:۷۱تا۹۱)	کرتے ہیں تب ابراہیم نے جواب میں کہا سنو! تم بت پرستی کے معتقد تو کہا کرتے ہو کہ جن کی پرستش ہم کرتے ہیں اگر ہم چھوڑ بیٹھیں تو شاید ہمیں دکھ دیں۔ سنو! جن لوگوں کی تم نے اور تمہارے باپ دادا نے پرستش کی وہ سب کے سب مجھے بُرے لگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ربّ العالمین کے سوا کوئی بھی مجھے پیارا نہیں۔ وہی رب جس نے مجھے پیدا کیا۔ اور وہی میرا راہ نما ہے اور مجھے منزل مقصود تک پہنچانے والا۔ وہی جو مجھے کھانا دیتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔ اور جب کبھی اپنی غلطی سے بیمار ہوتا ہوں تو فضل سے شفا بخشتا ہے۔ وہی جو مجھے مارے اور پھر جلاوے۔ وہی جس پر مجھے امید ہے کہ بُرے اعمال کی سزا اور نیک اعمال کی جزا کے وقت مجھے معافی دے گا۔ اے میرے رب! مجھے سمجھ عطا کر اور بھلے لوگوں کے ساتھ رکھ اور مجھے اپنی انعام والی جنت کا وارث کر۔ اور میرے باپ پر عفو کر۔ وہ تو بھولا اور بہک گیا اور مجھے قیامت میں ذلیل نہ کر۔ قیامت کا وہ دن ہے جس میں مال اور اولاد کام نہ آوے۔ مگر وہی نجات پاوے جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامت والے دل کے ساتھ آیا۔

مکذب۔ ’’ضرورت الہام پر دلائل قاطع کا لکھنا بعد ملاحظہ کل قرآن شریف کے ہر چند غور وفکر سے دیکھا گیا۔ کوئی ضرورت الہام قرآن کی بپایہ گمان نہ پہنچی۔ چہ جائیکہ ثبوت واطمینان سوائے قصہ جات مذکورہ بالا کے اگر کوئی عمدہ بات قرآن شریف سے ثابت کرے جو وید مقدس میں نہ ہو تب ہمیں بھی موقعہ کلام کا ہو۔‘‘

مصدق۔ ایک پادری نے قرآن کریم کی عدم ضرورت پر ایک رسالہ بنام ’’عدم ضرورت قرآن‘‘

لکھا ہے۔ یہاں مکذب براہین نے وہی مضمون اپنے مطلب پر لا ڈھالا ہے۔ اس جگہ کوئی اپنا کمال نہیں دکھایا۔ رسالہ عدم ضرورت قرآن کے مصنف سے میرے ایک دوست نے بالمواجہ گفتگو میں کہا ہے۔ پادری صاحب! دنیا میں نیک بھی گذر چکے ہیں اور بدکار بھی۔ کتابوں کے مصنف بھی خدا تعالیٰ پیدا کر چکا اور تصنیفات کو تباہ کر دینے والے عیسائی بھی جیسے ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر وغیرہ میں اسکندریہ کے عظیم الشان کتب خانہ کی بابت مذکور ہے۔ اور جیسے حواریوں کے اعمال سے ظاہر ہے کہ پچاس ہزار کی کتابیں ان کی تعلیم سے جلا دی گئیں۔ (دیکھو اعمال ۱۹ باب ۱۹) اور آریہ ورت میں بدھ اور جینیوں نے کتابیں جلا دیں۔ جیسے ستھیارتھ پرکاش طبع اول کے صفحہ نمبر ۳۱۲ میں مندرج ہے۔

پادری صاحب! برے اور بھلے سب تو ہو چکے اب اللہ تعالیٰ کو اچھے لوگوں کے پیدا کرنے اور بروں کے خالق ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

پادری صاحب اس سوال کے جواب سے اس وقت ہی ساقط نہ تھے بلکہ آج بھی چپ ہیں مگر میرا اس کتاب میں پادریوں کے جواب دینے کا ارادہ نہیں اور نہ میری مخاطبت کا منشا ہے کہ اس میں ایسے جواب لکھے جاویں۔ بلکہ یہاں تو یہ تفتیش ہے کہ قرآن کریم نے اپنی ضرورت کو کس طرح ثابت فرمایا ہے۔ اس لئے مجھے یہ بیان کرنا پڑا کہ قرآن کریم اپنی وجوہِ ضرورت میں کیا کچھ بیان کرتا ہے سوان وجوہات کو لکھتے ہیں۔ مگر اس قدر کہنے سے چشم پوشی نہیں کر سکتے کہ مکذب نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۹۵ میں لکھا ہے۔ ''ہم لوگ جو تناسخ کو مانتے ہیں کسی کا الہام پانے سے محروم رہنا اس کی شامتِ اعمال جانتے ہیں''۔ پس ہم آریہ کو کہتے ہیں ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی بدعملی میں گرفتار نہ تھے جس کی شامت کے باعث الہام سے محروم رہتے۔

سوچو! اور غور کرو! قرآن کریم ہمارے سید و مولیٰ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن لانے والا رسول ثابت کرنے اور حضور علیہ السلام کو قرآنی ہادی بنانے پر فرماتا ہے کہ اِس قسم

کا عہدہ رسالت و نبوت کا عطا کرنا ایک خاص شخص کی نسبت ہمارا فضل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل بے ثمر و ضائع نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ ہمہ قدرت ہمہ طاقت کا فضل ہے۔ اگر ایک شخص کے حال پر باری تعالیٰ کی نظر عنایت ہو اور اللہ تعالیٰ اسے معزز و ممتاز ہادی اور رسول بنانا اور اسے قرآن جیسی کتاب دینا چاہے اور پھر رسول نہ بنا سکے اور قرآن جیسی کتاب نہ دے سکے تو کیا اللہ تعالیٰ قادر مطلق کی طاقت بے کار نہ ہوگی؟

اس ہمارے سید ابن ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جب آپ کے پہلے مخاطبوں میں سے چند ناسمجھ اور ناعاقبت اندیشوں نے اس قسم کا اعتراض کیا تھا تو وہ دو گروہ تھے۔ عرب کے قدیم باشندے اور یہود، دونوں کو قرآن کریم میں اس طرح جواب دیا گیا۔ اول عربوں کے سوال کو اس طرح نقل فرمایا ہے۔

[1] وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف:۳۲)

اور جواب میں فرمایا ہے [2] اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (الزخرف:۳۳)

اس سوال و جواب میں ایک لطیفہ غور کے قابل ہے۔ اُمی، ان پڑھ عربوں نے یہ تو نہ کہا کہ رسول کیوں ہوا؟ اور اللہ تعالیٰ نے کیوں رسول کر کے بھیجا؟ کیونکہ آخر اتنی تو سمجھ رکھتے تھے کہ

---

[1] اور عربوں نے کہا یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔

[2] قرآن کا نازل ہونا قرآن کا لانے والا ہونا تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ دنیا کے گزارے میں یہی تو ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے اور بعض کو بعض پر مختلف درجوں کے فضائل دے کر عزت بخشی ہے تو کہ ایک دوسرے کے کام آویں۔ بادشاہ رعایا کا خادم اور رعایا بادشاہ کی خدمتگذار۔ جب ظاہری دنیا و دولت کی تقسیم ان لوگوں کی تجویزوں پر نہیں تو نبوت و رسالت والا تو ان تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ کیا اس رحمت و فضل کو یہ لوگ اپنے ناقص عقل پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

رسولوں کا آنا ملہموں کا پیدا ہونا بے وجہ نہیں۔ضرور ان کا بابرکت وجود برکات کا مثمر ہے۔مگر یہ کہا کہ رسولوں کا آنا بے شک ضروری اور فضل ہے پر جن پر دنیوی فضل ہو رہا ہے وہی اس روحانی فضل کے مورد کیوں نہ ہوئے؟ اگر امیر ہی رسول ہوتے تو بڑی کامیابی ہو جاتی۔

پادریو! آریو! کاش تم اتنی عقل رکھتے! اور جواب سے یہ ظاہر کیا جب دنیوی ترقیات کو دیکھتے ہو کہ بعض ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے ہیں اور بعض سخت تنزل میں گرفتار۔پس روحانی معاملات کو دنیا کے حال پر کیوں نہیں قیاس کرتے جیسے دنیاوی عزتوں کی تقسیم الٰہی ارادوں اور اس کے قدرتی اسبابوں سے ہو رہی ہے اور تمہاری عقلیں وہاں پوری حاوی نہیں ایسے ہی روحانی عزت بھی جس کا اعلیٰ حصہ نبوت و رسالت ہے۔تمہاری غلط منطق سے کسی کو نہیں مل سکتی۔ہاں یہاں ختم نبوت پر بحث ہوسکتی ہے۔مگر وہ دوسری بحث ہے جو عنقریب ہم خود بیان کریں گے۔(انشاءاللہ تعالیٰ) اور یہود اور عیسائی ضرورتِ قرآن کے دریافت کرنے والوں کو فرمایا۔

[1] اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا (النساء:۵۵)

عیسائی یہودی مانتے ہیں کہ ابراہیم راستباز کے ساتھ اس کی راستبازی پر وعدہ ہے کہ اس کے گھرانے کو معزز و ممتاز کیا جاوے۔اور اس کے گھرانے سے تمام گھرانے برکت پاویں (پیدائش ۱۲ باب ۳) یہ وعدہ جیسا اس راستباز سے الہامی طور پر کیا گیا ویسا ہی الحمدللہ اس کا ظہور مشاہدہ میں آرہا ہے۔غور کرو۔آریہ اپنے گھرانے کی کتابوں کی اشاعت اور ابراہیمی گھرانے کی تعلیمات کی اشاعت دیکھ لیں ابراہیمی تعلیمات کی اشاعت عیسائیوں کے ذریعہ سے ہو یا اہل اسلام کے وسیلہ سے۔

---

[1] کیا ان یہود اور عیسائیوں کو اس بات پر حسد آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عربوں میں رسول بھیجا اور اسے کتاب دی تو انہیں کہ تم ابراہیم کے فرزند ہو۔اب بھی تو کتاب اور حکمت اور بڑی بادشاہت ابراہیم ہی کی نسل کو ملی ہے کیونکہ اسماعیل ابراہیم کا پہلوٹھا تھا اور قریش جن میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہوئے اسی کی اولاد ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے سے ابراہیم کی نسل والو! عہدۂ رسالت ابراہیم کے گھر سے نہیں نکلا پس تمہیں کیوں حسد آ گیا۔

یہود نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مدینہ طیبہ میں ایک داؤ کھیلا اور حضور علیہ السلام سے لوگوں کو ہٹایا اور کہا وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ (ال عمران: ۷۴)

اس کے جواب میں قرآن فرماتا ہے۔

لے قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (ال عمران: ۷۴)

غرض اللہ تعالیٰ کا وہ فضل، ارادہ، علم اور قدرت جس سے وہ مخلوق کو پیدا کرتا اور عزت کے لائقوں کو عزت دیتا ہے۔ اس کی تکمیل اور اس کا پورا ہونا ایک لابدی امر ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی مانع نہیں۔ جب سیدنا نبی عرب کو اس نے اپنے خاص فضل اور رحمت سے نبی رسول، رسولوں کا سردار رسولوں کا خاتم بنایا اور اسے قرآن جیسی پاک کتاب دینی چاہی تو اس قادر مطلق کے فضل وارادہ کا کون مانع ہے یہ دنیا اور دنیا کے لوگ اس کا مُلک اور مِلک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے ملک کی رعایا پر مختلف جسمانی حکّام بنایا کرتا ہے تو کہ ان کا انتظام دنیا میں کسی قدر امن کو قائم رکھے۔ روحانی انتظام جسمانی انتظام سے زیادہ ضروری اور توجہ کے قابل ہے۔ اگر دنیا کے انتظام کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مختلف ناظم بھیج دیئے تو دنیوی انتظام سے زیادہ دینی روحانی انتظام کے واسطے کئی ناظموں کا آنا ضروری نہیں؟

دوسری ضرورت

جزیرہ نما عرب کے لوگ الٰہیہ مواعظ سے مدت تک محروم رہے۔ توریت اور انجیل نے عرب کے جیتنے میں کوئی کامیابی نہ دکھائی۔ بھلا بید جس کی تعلیم سے ہم آریہ ورتی لوگ باوجود کوشش کے بھی واقف نہیں ہو سکے کیونکر فائدہ اٹھاتے۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ تمام بلاد کے لوگ بیرونی یا اندرونی یا دونوں قسم کے معلّموں کی تعلیمات کو قبول کرتے اور مان سکتے ہیں اور جیسی جسمانی

لے تو کہہ دے وہ خاص ہدایت جسے الٰہی کہتے ہیں وہ تو یہی ہے کہ دیا جاوے کوئی مثل اس کی کہ دیئے گئے تم (استثناء ۱۸ باب ۱۸) بلکہ تم پر حجت میں غالب آوے تمہارے پالنے والے رب کے سامنے تو کہہ دے یہ نبوت اور رسالت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اسی کے ہاتھ ہے، جسے چاہے دے، اور اللہ وسیع وعلم والا خاص عزت ورحمت جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

فتوحات میں بیرونی لوگوں کے محکوم بن جاتے ہیں۔ ویسے ہی روحانی فتوحات میں بیرونی فاتحوں کے ماتحت ہو سکتے ہیں۔

یورپ افریقہ امریکہ پر جو اثر شامی مذہب کا پڑا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اصل اور پاک عیسائیت در کنار اور سیدنا مسیح علیہ السلام کا رسول ماننا کیا۔ یہ لوگ ابن اللہ بلکہ خود خدا ماننے کو تیار ہیں۔ ہند، سندھ، افغانستان، چین کے حالات ظاہر ہیں کہ چین والے تو نہایت کمزور قوم آریہ ورتوں سے ایک غیر الہامی شخص گوتم کی تعلیم ماننے کے لئے بھی تیار ہیں اور بلاد کی حالت پر اگر نگاہ کو دوڑاؤ اور افریقہ کی اندرونی اس پھیلاؤ پر نظر کرو جس میں اسلام سرتوڑ اور کچھ عیسائی مذہب ترقی کر رہا ہے تو میری اس عرض کی صداقت پر ناظرین کو کلام نہ ہوگا۔ تجربہ اور مشاہدہ نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے کہ صرف عرب کے بلکہ قریش اور ان میں بھی حجازی اور اہل مکہ ہی بخصوصیت اس دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن پر عام طور سے غیر قوموں کی ظاہری یا باطنی تاثیر نے اثر نہیں کیا۔ (دیکھو یرمیاہ کی کتاب اباب ۱۰)

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس کے مرکز پر بیرونی حملوں کی زد کا اثر نہیں پہنچا ہم نے ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ، نیوہولینڈ، نیوزی لینڈ وغیرہ اور ان کے یروشلم اور پٹیر امون کے معبد پارسیوں کے ایرانی آتشکدہ، بابل، کانشی جی، لاسہ، انطاکیہ وغیرہ کو دیکھ لیا۔

کسی میں مکہ یا مکہ والوں کی آن نہ دیکھی۔ جب دنیا پر اور دنیا کے ہادیوں پر اور ہادیوں کے جان نثار مشنریوں پر حجت کے طور پر ثابت ہو گیا کہ کوئی بھی عرب کے مرکز تک راستبازی کو کامل طور پر نہ پہنچا سکا جب پہلے اُپدیشکوں اور مشنریوں نے اس قوم عرب کی نسبت یہ کمزوری دکھائی اور ان پر اتمام حجت نہ کر سکے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم نے جوش مارا اور اس قوم کو محروم نہ رکھا بلکہ وہاں ایسا ہادی پیدا کر دیا اور اسے قرآن جیسی کتاب دی۔ جس کی قوی تاثیر نے وہ تمام صداقتیں اور راستبازیاں جو دنیا بھر کے ملہموں کے پاس اور پاک کتابوں میں مندرج تھیں مرکز عرب کو بھی پہنچا دیں اور اس طرح جو الزام دنیا کے راستباز مشنریوں پر تھا کہ انہوں نے اپنا پورا کام نہ کیا یعنی مرکز عرب کو نہ جیتا اس کو اٹھا دیا۔ اور ان راستبازوں اور راستبازیوں کے بدلہ میں حضرت نبی عرب اور

قرآن کریم نے کفایت کی۔ اور راستبازوں کے سچے ارادے کی تکمیل نے قرآنی ضرورت ثابت کردی۔ ترقی چونکہ بتدریج دنیا میں پھیلتی ہے اس لئے وہ تمام صداقتیں ہمارے سید ومولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اول عرب کے مرکز اور تمام عرب میں پھیلیں پھر اس کے جانشینوں کی وساطت سے اور بلاد میں پھیل رہی ہیں اور امید ہے آہستہ آہستہ تمام دنیا پر اس مجموعہ صداقتوں کی حجت قائم ہو جائے گی۔ چونکہ تجربہ پھر مشاہدہ نے ثابت کردیا ہے کہ اور لوگوں پر اوران کے مرکز پر مختلف مشنریوں کا اثر پڑتا رہا۔ اوران مشنریوں پر اوران کے مرکز پر عرب کا اثر پڑسکتا ہے۔ تو اس نیچر کے تجربہ اور مشاہدہ سے پورا یقین ہے کہ تشریعی نبوت ختم ہو چکی، کیونکہ اب کوئی براعظم نہیں رہا جس کے عام باشندے ایسے ہوں کہ ان پر کسی قوی الہمت مشن کا اثر نہ پڑ سکے۔ بلکہ کل دنیا کا اثر دوسرے پر اور عرب کا اثر دنیا پر ثابت ہو چکا۔ اب موجودہ دنیا پر ثابت ہو چکا ہے کہ عرب کا درہ مستقل وفادار راستباز مشن قائم ہو تو تمام قومیں اس کی بات ماننے کو تیار ہیں اس مضمون کو قرآن کریم اس طرح بیان فرماتا ہے۔

[۱] وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۖ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۔

(الانعام:۱۵۶تا۱۵۸)

[۲] لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ:۲تا۴)

۱؎ یہ بابرکت کتاب اسے ہم نے ہی اتارا۔ پس اس کے مطابق عمل درآمد کرو اور اپنے آپ کو نافرمانی کے بدنتائج سے بچائے رکھو تو کہ رحم پاؤ یہ کتاب تمہیں اس لئے دی ہے کہ کہیں یہ نہ کہہ دو کہ الٰہی کتاب ہم سے پہلے ایسے دو گروہ یہود وعیسائیوں کو اتاری گئی جن کے علوم سے ہم بے خبر تھے۔ یا یہ نہ کہہ دو اگر ہمیں الٰہی کتاب ملتی تو ہم پہلوں سے زیادہ راستی کے راہ پر چلتے۔ پس سنو! تمہارے رب کی طرف سے تمہیں کھلی مفصل کتاب ملی ہے جو راہ نما اور رحمت ہے۔

۲؎ اہل کتاب کے منکر اور مشرک کبھی اپنی بدی سے نہ ٹلتے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کا رسول جو کھلی دلیل ہے نہ آتا۔ اور وہ پاک صحیفے جن میں کئی مضبوط کتابیں موجود ہیں نہ پڑھ سناتا۔

عرب جو دنیا بھر کو عجم کا خطاب دیتے تھے کیا نہیں کہہ سکتے تھے ہم عجموں گونگوں کی کب مانیں کس نے عرب کو[1] وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ کا حکم دے کر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (ال عمران:۱۰۴) کا لقب دیا۔

[2] يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۹) کس نے کہا ذرا اس کا نشان دو!

تیسری ضرورت

دنیا میں ہمارے سادات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لائے اور انہوں نے بقدر امکان راستی اور راستبازی کو دنیا میں پھیلایا مگر ان کے ناعاقبت اندیش اور جھوٹے بلکہ ناسمجھ پیروؤں نے ان کی پاک تعلیم میں نافہمیوں کو ملا دیا اور اس میں اختلاف مچایا، ہندوؤں نے اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ کئی اوتاروں، کچھ، مچھ اور سؤر کی اشکال پر دنیا میں آنا اعتقاد کیا۔

عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے خاکسار بندے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا یا خدا کا ازلی بیٹا یقین کیا۔ بلکہ ان میں رومن کیتھولک نے سیدنا مسیح کی والدہ صدیقہ مریم کو بھی معبود ٹھہرایا۔ یہودوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں تشبیہ تک نوبت پہنچائی آریہ بے چارے تو یہاں تک گرے کہ باری تعالیٰ کی ہمہ قدرت سرب شکتیمان ذات کو اپنے پر قیاس کر کے کہہ دیا جیسے بدوں میٹر اور مادہ مخلوق میں کوئی شخص کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔ باری تعالیٰ سے بھی بدوں مادہ کے کسی چیز کا بننا اسنبھو اور محال ہے اور اس فاسد قیاس کے باعث کروڑوں کروڑ ذرات عالم کو غیر مخلوق، کروڑ کروڑ ارواح کو غیر مخلوق کہہ بیٹھے۔

ابدی نجات کی سچی طلب ہر سلیم الفطرت کے قلب میں موجود ہے۔ اس کے حصول کے واسطے لوگ کیسے بھول بھلیّاں میں پڑے ہیں یہود نے تو یقین کر لیا ہم ابراہیمؑ راستباز کے فرزند ہیں صرف اسی رشتہ کے باعث نجات پا جائیں گے جیسے کہتے ہیں[3] لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرۃ:۸۱)۔

---

[1] خدا تعالیٰ کے رسّے پر پنجہ مارو کیا معنی تمام و کمال ظاہر و باطن الٰہی ارادوں کے پیرو ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ کچھ خدا کے اور کچھ غیر کے بنے رہو اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو تو سوچو! تم کیسے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسلام کے باعث تم سب کے دل ایک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے ایک دوسرے کے خیر خواہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک۔

[2] اولوگو! بے ریب میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

[3] گنتی کے دن ہی ہمیں تو آگ چھوئے گی پھر نجات پا جائیں گے۔

عیسائی تو ایسی حالت میں جا پڑے کہ اپنی ساری لعنتوں ملامتوں کے بدلہ میں حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ ملعون بنایا۔ (دیکھو نامہ گلتیاں ۳ باب ۱۳)

اور بعض نے معہ بعض آریہ ورتی سادھوں کے رہبانیت اختیار کی۔ آریہ جو گھبرائے اور بھولے تو تناسخ کے قائل ہو کر ابدی نجات کے ہی منکر ہو بیٹھے۔ اور بعض آریہ ورتیوں نے تو اپنی نجات کے واسطے باری تعالیٰ کو سُؤر اور کچھ اور مچھ تک اوتار لینے والا مان لیا۔

ایسے لوگوں کے واسطے ضرور تھا کہ ایک زبردست ملہم والہام آوے جو ان لوگوں کو ان عظیم الشان غلطیوں سے بچاوے یا آگاہ تو کر دے اور وہ ہمارا ہادی اور ہمارا قرآن تھا۔ جس نے ان بطلانوں کا ابطال فرمایا غرض ایسی ضرورت کی نسبت فرمایا۔

[1] اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (النمل:۷۷)

[2] وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (النحل:۶۵)

[3] اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (الطارق:۱۴، ۱۵)

آریوں سے جس قدر اختلاف ہوا ہم نے قرآن کریم کے ذریعہ اس کا فیصل قول لکھ دیا ہے۔ باقی یہود تو ایسے ذلیل ہو رہے ہیں کہ سرِ دست ان کے واسطے قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں اور عیسائیوں کے واسطے بقدر ضرورت اہل اسلام نے ہر زمانہ میں اتمام حجت کر دیا ہے۔ جن میں خاکسار نے بھی چار مجلد کی کتاب جس کے دو مجلد شائع ہو چکے ہیں۔ اور باقی بھی انشاء اللہ شائع ہونے والے ہیں لکھ دی اور رسالہ ابطال الوہیت مسیح غالباً ان دنوں شائع ہو جائے گا۔ اس لئے یہاں ہر ایک مسئلہ پر بحث نہیں کرتے۔

---

[1] بے ریب یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہی باتیں ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف مچا رہے ہیں۔

[2] ہم نے قرآن تو صرف اس لئے تجھ پر اتارا ہے کہ جن باتوں میں انہوں نے اختلاف کر رکھا ہے اسے تو ظاہر کر دے اور یہ قرآن ہدایت و رحمت ہے ایمان داروں کے لئے۔

[3] بے ریب یہ قرآن ایک فیصلہ کی بات ہے۔ اور یہ قرآن کوئی ہنسی اور تمسخر نہیں۔

چوتھی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے دنیا میں آئے اور انہوں نے الٰہی الہام سے لوگوں کو بت پرستی سے روکا مگر آخر کار لوگوں کی سابقہ بت پرستی ہادیوں کی حجت کے ساتھ ایسی ملی کہ ہادی ہی معبود بنائے گئے۔ دیکھو حالات حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام اور رامچند ر جی اور سری کرشن جی کے مگر ہادی اسلام نے اس دعوت توحید کو اس طرح پورا کیا کہ اپنی عبودیت کو الٰہی توحید کا لازمی جزو قرار دیا اور کھول کھول سنایا۔

[1] قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (حٰمٓ السجدة:۷)

پانچویں ضرورت

حضرات انبیاء اور رسولوں (صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَ سَلَامُهٗ) کی وساطت اور ان کے جان نثار پیروؤں کی کوشش سے صداقتیں اور راستبازیاں دنیا میں پھیلتی رہیں۔ اور لوگوں کی استعداد اور ترقی کے موافق مختلف ملکوں میں مختلف وقتوں پر اللہ تعالیٰ نے صداقتوں کے لانے والے راستبازیوں کے پھیلانے والے پیدا کئے۔ مگر ہر ایک ہادی نے جہاں وہ روحانی قوانین اور ضروری جسمانی قاعدے الٰہی الہام سے سکھائے جو انسانی نوع کے لئے مشترک النفع تھے وہاں ہر ایک نبی نے اپنی اپنی قوم کو کچھ قواعد وضوابط مختص الزمان اور مختص المقام بھی تعلیم کئے۔

علاوہ بریں ترقی یافتہ قوم جس کو کبھی الٰہی الہام نصیب ہوا۔ آخر وہ الٰہی نافرمانیوں کے

[1] کہہ دے (میں تمام دنیوی معاملات میں) تم سا ایک آدمی ہوں (تم میں مجھ میں فرق یہ ہے) میری طرف وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اس کے احکام کی بجا آوری میں پکے ہو جاؤ۔ اور ہر قسم کی لغزش کی معافی اسی سے مانگو۔ مشرکین کے لئے ہلاکت ہے۔

باعث ادبار میں آ گئی ان سے الہام کی حفاظت ہی نہ ہوسکی یا وہ لٹریچر اور زبان ہی مرگئی جس میں وہ الہام ہوا تھا۔ یہاں تک وہ قوم ادبار میں پھنسی کہ اس میں اپنے ہادی کے جانشین ملہم اور مقدس لوگ جو اس الہامی زبان کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور ان تعلیمات کو مختلف تدابیر سے پھیلایا کریں ان کا آنا بھی موقوف ہو گیا جیسے آریہ اور عیسائیوں میں اور ان کے بعد یہودیوں پارسیوں وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اور اس قدیم الہام کی تفاسیر بھی ایسی مختلط ہو گئیں کہ حق کا باطل سے جدا کرنا محال ہوا۔ اور قوی التاثیر مخلص ملہم جس کو اللہ کی طرف سے تائید ہو۔ اس قوم میں پیدا نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اور قوم کو جو صداقتیں پھیلاوے الہام فرماتا ہے اور اسے قوت بخشتا ہے۔ تمام قرآنی صداقتیں اگر دنیا کی مختلف کتابوں اولڈ ٹسٹمنٹ، نیو ٹسٹمنٹ، سقراط کے ملفوظات، چار وید، ژند، وستا، دساتیر وغیرہ سے عبری، یونانی، ویدک، سنسکرت، دری، کالڈی، چینی وغیرہ السنہ سے لینی پڑتیں اور ان میں ان کے مفسرین کے غلط مختصہ خیالات کو الگ کرنا پڑتا تو کیا مشکل بلکہ محال کام ہوتا۔ پھر اگر کوئی ایسا جان باز ہوتا بھی اور وہ شب و روز کی محنتوں سے کسی حد تک پہنچ بھی جاتا تو اس کو دوسروں کے تسلیم کرانے میں کتنی دقتیں ہوتیں تامل کرو! جو کچھ کھیتوں میں سے ہم لاتے ہیں۔ جو لطیف دودھ خون و گوبر کے درمیان سے چار پایوں کی وساطت سے ہمیں ملتا ہے۔ جو لطیف لطیف و راحت بخش میوے ہم باغوں سے لاتے ہیں اور وہ نہایت صحت بخش چیز جو شہد کی مکھی کی وساطت سے ہمیں ملتی ہے۔ اگر ہم اپنے کمسٹری آلات کے ذریعہ لینا چاہتے تو کتنی مشقت پھر غلطی و نافہمی میں مبتلا ہوتے اللہ تعالیٰ نے تمام تعلیمات کو قرآن میں یکجا جمع کر دیا ہے۔ اب ہمیں مختلف السنہ اور اقسام اقسام کی کتب کے جابجا ایک آسان کتاب پڑھ لینا کافی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

اب ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی روحانی صداقت قرآن سے باہر نہیں اسی ضرورت کی طرف قرآن شریف اشارہ فرماتا ہے جہاں فرماتا ہے۔

لے تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (النحل:۶۴ تا ۷۰)

لے اللہ کی قسم تجھ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے پر مردود شیطان نے لوگوں کو ان کی بدعملیاں خوبصورت کر دکھائیں۔ وہی آج ان کا دوست اور والی ہوا۔ اور ایسوں کو دکھ کی مار ہے۔ اور قرآن تو تجھ پر انہی فوائد کے لئے نازل کیا ہے کہ جن اہم دینی معاملات میں لوگوں نے اختلاف مچا رکھا ہے۔ تو کھول کر سنا دے کہ ان اختلاف میں حق کیا ہے۔ علاوہ بریں تمام صداقتوں کو یکجا جمع کر کے بتانے والا اور یقین کرنے والوں اور اس کے مطابق عمل رکھنے والوں کے واسطے بڑے فضل ورحمت کا ذریعہ ہے۔ اللہ ہی بادل سے پانی اتارتا ہے جس سے اس نے ویران زمین کو آباد کیا اس قدرتی نظارہ میں نبوت کے نشان ہیں۔ مگر اس قوم کے لئے جو سنے۔ سننے والو! جو کچھ آباد کھیتیوں سے لاتے ہو وہ سب کچھ تو پہلے بھی موجود ہوتا ہے۔ مگر جب تک پانی نہیں برستا۔ تب تک تم اور تمہارے کھیتوں کے طبعی قوٰی یہ ضروری سامان عمدگی سے کیا بلکہ مہیا ہی نہیں کر سکتے ایسی ہی صداقتیں بھی بُری تعلیمات اور دھوکوں سے ملی جلی موجود تھیں۔ تم تمیز نہ کر سکتے اگر یہ الٰہی الہام اللہ کی طرف سے نہ ہوتا اور بے ریب تمہارے دودھ دینے والے چارپایوں میں بھی ایک ایسا ہی جسمانی نظارہ روحانی نصیحت لینے کو موجود ہے کہ ہم ہی تم کو چارپایوں میں لہو۔ اور گوبر میں ملا خوشگوار دودھ الگ کر کے پلاتے ہیں۔ غور کرو دودھ کے ذرات اور عام ذرات سے ملی تھی۔ کس طرح الٰہی سامان نے الگ کئے اور انگور و کھجور کے پھلوں سے سرکہ اور کھانے کے لئے میوہ اور پینے کو ان میں سے عمدہ عمدہ نبیذ اور رس لیتے ہو اس قدرتی نظارہ میں بھی عقل والوں کے واسطے نشان ہے۔ کہ یہ ذرات جن سے شہد بنتا ہے۔ موجود تو تھا ہی مگر الٰہی عطا کردہ قوٰی نے کس طرح ان کو یکجا کر دیا۔ ایسے ہی صداقتیں بھی مختلف جگہوں میں موجود مگر مخلوط تھیں اس الہام کے ذریعہ جو نبی عرب کو ہوا یکجا جمع ہو گئیں۔ شہد کی مکھی کو تیرے رب ہی نے وحی بھیجی کہ پہاڑوں اور درختوں اور بعض بیلوں میں گھر بنا۔ اور اپنے مذاق کے تمام پھلوں سے کھا۔ فرمانبردار ہو کر اپنے رب کے بتائے ہوئے راہوں پر چل اس مکھی کے اندر سے مختلف رنگت کی شربت نکلتی ہے۔ جس میں کئی لوگوں کے لئے شفا ہے بے ریب اس میں فکر والوں کے واسطے نشان ہے۔ یہ جواب ہیں ان لوگوں کے واسطے جو کہتے ہیں قرآن کریم کتب سابقہ کا اقتباس ہے۔

اورفرمایا[1] وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ (المائدۃ:۴۹)

اورفرمایا[2] لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَهُمُ الۡبَیِّنَةُ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیۡهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ (البینۃ:۲تا۴)

چھٹی ضرورت

جس میں سوال کے اس حصہ کا جواب بھی ہے کہ قرآن میں کیا ایسی صداقتیں بھی ہیں جو مادر کتب میں موجود تھیں۔ صداقتیں راستبازیاں قرآن کریم سے پہلے بھی دنیا کی مختلف اقوام کے پاس موجود تھیں۔ گومحرف ومخلوط ہی کیوں نہ ہوں مگر پھر بھی وہ صداقتیں صرف دعوے ہی تھے۔ جن کی عوام کو حاجت تھی علی العموم سابقہ کتب میں ان دعووں کے دلائل موجود نہ تھے اگر کچھ ان دعووں کے دلائل تھے بھی تو پہلی کتابوں میں آنے والے باطلہ مذاہب کی تردید میں مدلل گفتگو کا سامان بخلاف قرآن کے موجود نہ تھا۔ بلکہ یوں ہی کہئے کہ قرآن ایسی صداقتوں کی جامع کتاب نازل ہوا ہے جس کی جمعیت کے سامنے کسی نئی اور پرانی پُستک کو مقابلہ کی تاب نہیں۔ میں نے کئی دفعہ تمدن کے ایک ضروری مسئلہ نکاح پر عیسائیوں، سکھوں، ہندوؤں سے سوال کیا کہ کس رشتہ میں نکاح کی ممانعت ہے۔ اس ممانعت پر کوئی خاص قول جناب سیدنا مسیح کا یا اس کے رسول بنانے والا کا اپنی کامل کتاب انجیل سے پیش کرو۔ گورونانک جی کے گرنتھ صاحب سے بتاؤ وید کی خالص شرتی سے یا شُرتی کے خاص ملہموں کے اقوال سے دکھاؤ کسی نے آج تک تو کوئی نشان بھی نہیں دکھایا۔ جب ایسے ضروری مسائل پر بھی بحث نہیں تو ہماری کُل روحانی ضرورتوں کو کیونکر یہ کتابیں پورا کرسکتی ہیں۔ اور اگر ایسے مسائل میں جن کا ذکر اوپر گزرا برہموں یا نیچرل ایسٹ لوگوں کے قواعد سے کام

---

[1] اور ہم نے ہی صداقت والی کتاب تیری طرف نازل کردی جس نے سچ کر دکھایا اس کتاب کو جو اس کتاب کے سامنے ہے اور تمام مواعظ پر شامل ہے۔ پس ان میں اس اللہ کی اتاری کتاب پر حکم کر۔

[2] اہل کتاب اور مشرکوں کا کافر گروہ اپنی شرارت وکفر سے کبھی نہ ٹلتے اگر اللہ کا ایسا رسول جو ایک کھلی دلیل ہے نہ آتا۔ اور یہ پاک صحیفہ جس میں تمام مضبوط کتابیں موجود ہیں نہ پڑھ سناتا۔

لینا ہے تو اپنی کتاب کے کامل ہونے کا دعویٰ مت کرو۔ غرض اگر صداقتوں کا یکجا جمع ہونا اوران کا مدلل ہونا عقلا کے نزدیک کوئی ضروری امر ہے۔ اور ہے تو قرآن کریم کا نازل ہونا بھی ضروری ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ موجود ہے ایک ضروری مسئلہ ہے جس پر قرآن نے یہ دلیل دی ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (ال عمران:۱۹۱)

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ ایک دوسرا مسئلہ ہے۔ اس پر قرآن فرماتا ہے۔

[۱] لَوْ كَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء:۲۳)

قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل فرماتا ہے۔

[۲] اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرۃ:۲۴)

اور فرماتا ہے۔ [۳] قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا (بنی اسرائیل:۸۹) اور فرمایا ہے

[۴] وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا (النساء:۸۳)

یاد رہے اختلاف دو قسم کا ہوا کرتا ہے اول یہ کہ ایک آیت دوسری آیت کے خلاف ہو۔ دوم یہ کہ کوئی قرآنی مضمون نیچرل فلسفی یا کسی سچے علوم کے خلاف ہو۔ قرآن میں ہر دو قسم میں سے کسی قسم کا اختلاف نہیں اس تیرہ سو برس میں نیچرل فلسفی کی کتنی سرتوڑ ترقی ہوئی۔ مگر کچھ بھی قرآنی بیان کی غلطی ثابت نہ ہوسکی۔ ہاں عامہ قرآنی دلائل کو تو عامہ علماء اسلام اور متکلّمین ملّتِ خیرالانام علیہ وآلہٖ الصلوٰۃ والسلام بیان کرتے رہے اور کرتے ہیں اور کریں گے مگر قرآنی آیات بیّنات تو

---

۱ اگر زمین وآسمان کے درمیان ایک اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی پوجے جاویں تو یہ دونوں خراب ہو جاویں۔ کیونکہ جہالت، وہم پرستی، نفاق وشرارت، بت پرستی کا لازمی نتیجہ ہے۔ اوران باتوں سے اس آبادی میں ویرانی کا آجانا ضروری ہے۔

۲ اگر اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر اتاری تم کو کچھ تردد ہے۔ اور تمہارے خیال میں ہے کہ اس شخص نے خود ہی بنالی ہے۔ تو مصنوعی مصنوعی ہوسکتی ہے۔ اس کی مثل ایک سورہ بنالاؤ۔

۳ تو کہہ دے کہ اگر تمام جن اور آدمی اس امر پر تل جاویں کہ قرآن کی سی کتاب بنالیں۔ تو ہرگز اس کی مثل نہ بنا سکیں گے۔ اگر چہ ایک دوسرے کی پیٹھ بھریں۔ اور باہم مددگاری کریں۔ کیونکہ قدرتی مصنوعی نہیں ہوسکتی۔

۴ اگر قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور شخص کا بنایا ہوتا تو اس میں تھوڑا کیا بہت ہی اختلاف ہوتا۔

ایسے بھی ہیں کہ ان کی پُر زور تاثیرات سے ہمیشہ ظلّی طور پر اس قسم کے نمونے اسلام میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنی پاک تاثیرات سے دنیا میں الٰہی سچی توحید اور اپنی کتاب کے فاضلہ اخلاق کو پھیلایا کرتے ہیں اور غیر قوموں پر مختلف پیرائیوں سے اس الٰہی حجت اور فضل کو پورا کیا کرتے ہیں جن کے لئے ملہموں اور کتابوں کا آنا الٰہی کتاب ماننے والے مذاہب میں ضروری ہے۔ ہمیشہ ہر صدی میں اس تحریف اور ایزاد اور نقص کو دور کرتے ہیں جو انسانی آزادی کے باعث سچے مذہب میں آجاتی ہے۔ اور ہمیشہ قوم کو جگاتے اور اصل کتاب کو پھیلاتے ہیں۔ حال ہی کے اہل اسلام کو دیکھ لو کیسے کمزور ہیں ضعیف ہیں مگر اپنی کتاب کا درس اس کی اصلی زبان میں کس قدر دے رہے ہیں۔ عیسائی، آریہ، پارسی ذرہ آنکھ اٹھا کر دیکھیں اور منہ پر سے پردہ اٹھاویں۔

[1] لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ (السنن الکبریٰ للبیهقی۔ کتاب الجزیة باب لا خیر فی ان یعطیهم المسلمون شیئاً علی ان یکفوا عنهم) اور [2] اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (ابو داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قدر قرن المائة) کا مصداق بن کر اسلام کی طرح اپنی صداقت کو کون ظاہر کرتا ہے عملی حالت پر نگاہ کرو اِدھر کوئی اسلام میں شریک ہوا مسلمانوں کا بھائی بن گیا۔ جماعت اسلام میں شریک، کھانے میں، مصافحہ کا ہاتھ ملانے میں آزاد۔ قرآن پڑھنے میں قوم کا مساوی مستحق، مسجد میں غرض ہر امر میں جماعت اسلام کے بادشاہ اسلام کا بھی اسلام میں ہم پلہ، یورپین چرچ میں نیٹو عیسائیوں کے لئے عملی ممانعت کہانی میں ان کی تحقیر کو ہم ذکر کے آریہ کے حالات سے چشم پوشی ہی کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آج تک انہوں نے نہ کسی غیر قوم کو وید پڑھایا اور نہ وید کو پڑھا کر اپنے ساتھ بے تکلف آریہ کے حقوق میں کسی کو مساوی حقدار کیا ایسی ہی عملی اور علمی ضرورتوں کے پورا کرنے کے واسطے قرآن نازل

---

[1] ایک طائفہ میری امت کا اپنی راستبازی کے باعث ہمیشہ غالب رہے گا۔

[2] اور ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ اس امت میں ایسے لوگ پیدا کر دیتا ہے جو اصل دین سے ایزادیوں اور تحریفوں کو دور کرتے رہتے ہیں اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو باطل کر کے ہمیشہ دین کو تر و تازہ اور نو بنو رکھتے ہیں اس میں پژمردگی نہیں آنے دیتے۔

ہوا۔ جیسے فرماتا ہے۔[1] قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (النساء:۱۷۵)

اور فرماتا ہے۔

[2] فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (ال عمران: ۱۰۴)

ساتویں ضرورت

قرآن والی صداقتیں مختلف بلاد، مختلف کتابوں میں اگر مان لیں پہلے بھی موجود تھیں۔ مگر اول تو ان کتابوں کا غیر محرف ہم تک بہم پہنچنا اور پھر ان صداقتوں پر نہایت پرانی بولیوں کے ذریعہ واقف ہونا اور ان کی تفاسیر میں سے غلط کو صحیح سے الگ کرنا کیسا مشکل اور محال ہوتا۔ پھر آخر ان صداقتوں کے مجموعہ کو بھی کسی نہ کسی پیرایہ میں بیان کرنا ہی پڑتا۔ علاوہ بریں جو ایک پیرایہ میں نہ مانے اسے دوسرے پیرایہ میں بتانا بلحاظ رحم اگر ضروری ہے تو اسی ضرورت پر قرآن نے فرمایا ہے۔

[3] لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ (السّجدة:۴)

اور فرماتا ہے

[4] قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (الشورٰی:۸)

آٹھویں ضرورت

جب اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور ان کے درمیان غرض جو انسانی ضرورت کی اشیاء تھی پیدا کر چکا تو اس نے انسان کو جس کا وجود و بقا ان اشیا پر موقوف تھا پیدا کیا اور اس میں علاوہ ان قویٰ

---

[1] بے ریب تمہارے پاس اپنے رب کی طرف سے ایک برہان آ گئی اور ہم نے ہی تمہاری طرف ایک ایسا نور نازل فرمایا جس میں ذرہ کدورت نہیں اور ہر طرح خالص ہے۔

[2] پھر تم اللہ کے فضل و انعام سے بھائی بھائی ہو گئے۔

[3] جن لوگوں کے پاس کوئی بھی ایسا ملہم نہیں پہنچا جو لوگوں کو ان کی نافرمانیوں سے ڈراوے۔ تو ان کو بھی ڈرا دے۔

[4] یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس لئے کہ تو ان نافرمانوں کو ڈرادے جو اس شہر میں رہتے ہیں۔ جو دنیا کے تمام شہروں کی مربی ماں ہے۔ اور توحید الٰہی کی تعلیم سب کا اصل ہے اور ان تک بھی نافرمانی کا ڈر پہنچا دے جو اس شہر کے گرد رہتے ہیں۔

کے جو جمادات، نباتات، حیوانات میں موجود ہیں نیک و بدعلوم واخلاق کا مادہ بھی رکھ دیا۔
علمی حصہ میں انسان ان سوشل، مارل، پولیٹکل قواعد وضوابط کا محتاج تھا۔جن کے باعث اکل، شرب، لباس، آسائش، آرام، جماع اور تمدن وامن میں ابتداءً انجام، نشیب وفراز پھر شائستگی آخر، افادہ واستفادہ ہی پر اکتفانہیں کرتا بلکہ وہبی علوم لینے کا حقدار ہو جاتا ہے اور عملی حصہ میں انسان ارادہ استطاعت کو لے کر کبھی باری تعالیٰ سے انس ومحبت پیدا کر کے استقلال، استقامت، فراخ حوصلگی، نفع رسانی، عاقبت اندیشی سے ایسا پاکیزہ باطن بنتا ہے کہ ظاہری نجاست کے ساتھ بھی بارگاہ الٰہی میں مناجات نہیں کرتا۔مگر کبھی انسان شتر بے مہار ہر ایک ضرورت میں ناعاقبت اندیش، رہبان، فرعون، مضطرب، تنگ دل، بخیل، ایسا گندہ کہ پاکیزگی کا نام بھی نہ جانے، ہو جاتا ہے۔فطرت کے موافق سچی آرام دہ اشیا کا نام نیکی اور مخالف اشیاء کا نام بدی ہے۔مگر رسم رواج آب وہوا، ناقص تعلیم، افلاس، دولتمندی۔حکومت کی بُری تاثیر انسان کو ایسے پھندے میں پھنساتی ہے کہ مخالف اشیا کو موافق اور موافق کو مخالف سمجھ کر عقل وتمیز کو کھو بیٹھتا ہے۔فطری ممیّزہ قوت اور نور ایمان اور کانشنس جسے نفس لوّامہ کہیئے وہ ایک بیج کی طرح ایسے کمزور ہو جاتی ہے کہ اس میں ایجاد کیا تمیز ہی نہیں رہتی۔سنو! میرے ایک پیارے نوجوان نے (اللہ تعالیٰ اسے علم وعمل میں ترقی دے) اگنی ہوتری کو اس کا یہ لفظ سن کر کہ ’’ہے پربھو میں تیری راحت بخش بارگاہ کے پاس لوگوں کو لایا چاہتا ہوں مگر وہ نہیں آتے‘‘۔ سچی دعا کے بعد کہا۔کیا آپ یقینی طور پر ہمیں اس بارگاہ تک پہنچا دو گے جس کا دعویٰ کرتے ہو؟ تب اگنی ہوتری نے کہا۔ یقیناً میں نہیں کہہ سکتا کہ تم میری تعلیمات کے ذریعہ ضرور وہاں تک پہنچ جاؤ گے کیوں کہ ممکن ہے کبھی میرے اقوال کی غلطی ثابت ہو جاوے۔ تب میرے پیارے نوجوان عزیز نے (اَعْطَاہُ اللّٰہُ عِلْمًا وَ عَمَلاً آمین) کہا ہم نجات کے طالب ہمارا کانشنس ضعیف ہے۔ غلطی سے محفوظ نہیں۔ایک طرف محمدؐ صاحب ہمیں بلاتا ہے۔ ’’اِدھر آؤ۔ میں یقیناً تمہیں نجات تک پہنچا دوں گا‘‘۔ دوسری طرف آپ کہتے ہیں اِدھر آؤ شاید

میں ہی پہنچا دوں۔ بتاؤ کس کے پیچھے چلیں۔ اس پر اگنی ہوتری ساکت ہوئے۔

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ[1] (البقرۃ:۲۵۹)

غرض جب ان اسباب سے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ تمیز ٹھیک نہیں رہتی تو انسان کو یقینی آرام دہ مقنّن و ممیّز کے ملنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ تب ہمہ قدرت ہمہ فضل، ہمہ طاقت اللہ تعالیٰ جس کے گھر میں بخل نہیں اس کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ ایک ملک میں الہام سے سکھایا، ممکن ہے کہ دوسرے ملک میں اس الہامی تعلیم کا اثر نہ پھیلے۔ اس لئے دوسری قوموں میں اللہ تعالیٰ ملہم بھیجتا ہے۔ جیسے فرماتا ہے

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ[2] (فاطر:۲۵)

اور فرمایا

وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[3] (بنی اسرائیل:۱۶)

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کو ملہم رسول بھیجے اور ان کو صداقتیں بتائیں۔ اور ان ملہموں کو ان صداقتوں کے پھیلانے کی لو لگا دی۔ مگر ان تعلیمات کے پھیلانے میں انبیاء و رسل کو کوئی حد بندی نہیں کر دی گئی کہ فلاں مدت تک فلاں ملک تک اس ہدایت کو پھیلاؤ پھیلانے کا ثواب ملے گا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس روح بھی سُتُنْتَرَ آزاد بنائی گئی تھی۔ وہ مجبور نہیں تھی۔ جب ایک ملہم کے ہدایات و تعلیمات کے پھیلاؤ میں ظاہری یا باطنی یا دونوں صورت میں کچھ ذرہ کمزوری ہوئی۔ اور اس کا پورا اثر اس کی تلامیذ یا قوم یا ملک تک بھی ایسا نہ ہو جس کے بعد قوم کا عذر نہ رہے۔ تو اور پاک شخص اس عہدہ پر ممتاز کیا گیا۔

غور کرو حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کی تاثیر کیسی کمزور ثابت ہوئی جناب کے حواریوں

---

[1] تب منکر اسلام لگا بغلیں جھانکنے اور اللہ ظالم بدکار کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔
[2] نافرمانوں کو نافرمانی پر ڈرانے والے ہر قوم میں گزر چکے۔
[3] جب تک ہم اپنی طرف سے رسول نہ بھیج دیں جب تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے۔

سے فسٹ نمبر کے حواری عیسائی کلیسیا کے فون ڈیشن سٹون سیدنا مسیح علیہ السلام کو ملعون کہہ بیٹھے۔ اور جو کچھ یہودا اسکر یوطی نے سلوک کیا وہ دنیا سے مخفی نہیں اور جو کچھ روحانیت آپ کی پاک تعلیم سے آپ کی قوم کو حاصل ہے معلوم۔ سوچو! حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کا وہ قول کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکلنا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو (متی ۱۹ باب ۲۴) اور یورپ و امریکہ کی دنیاداری۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مخاطب ایسے تھے کہ جب ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے آہنی تنور (یرمیاہ۔ ۱۱ باب ۴) سے نکال لائے اور حکم کیا کہ کنعان کو چلو تو انکار کر بیٹھے قرآن کریم اس قصہ کو عبرت کے لئے نقل فرماتا ہے۔

[1] وَاِذْقَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدۃ: ۲۱ تا ۲۵)

آخر بدوں یوشعؑ بن نون اور کالب بن یفنہ کے کوئی بھی فرمانبردار نہ نکلا دیکھو گنتی ۱۴ باب ۳۰

[1] جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا۔ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر کیا کہ تمہاری قوم میں انبیا بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو اپنے اپنے فضل سے وہ کچھ دیا کہ کسی کو نہ دیا اے میری قوم کنعان کی پاک زمین (ہولی لینڈ) جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ابراہیمی بشارتوں میں لکھ دیا ہے۔ اس میں داخل ہو جاؤ۔ اور کبھی پیچھے نہ پھریو۔ اگر پیچھے ہٹے اور میری نافرمانی کی تو ٹوٹا پاتے پیچھے پھرو گے۔ تب انہوں نے (موسیٰ کی قوم نے) جواب میں کہا موسیٰ اس زمین کے لوگ بڑے طاقتور ہیں اور جب تک وہ نہ نکلیں ہم تو کبھی اس ملک میں نہ جاویں۔ ہاں اگر وہ لوگ نکل کر کہیں چلے جاویں تو خیر ہم اسی ملک میں چلے جائیں گے۔ کہا ان دو آدمیوں نے جو اللہ کی نافرمانی سے ڈرنے والے تھے اور ان پر ہمت و حوصلہ کا انعام تھا۔ ہمت مت ہارو۔ چوری بھی نہیں بلکہ دروازوں کے راستہ چلے جاؤ جب حسب الحکم الٰہی داخل ہو گئے تو جیسے الٰہی وعدہ ہے فتحمند رہو گے۔ اگر ایمان رکھتے ہو اللہ پر بھروسا کرو۔ پھر بھی یہی جواب دیا اے موسیٰ جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم اس ملک میں کبھی نہیں جائیں گے۔ ہاں تو اور تیرا رب۔ تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔

سبحان اللہ کسی نے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حکم ماننے میں دلیری نہ دکھائی۔

وید والے سورج، وایو، اگنی، انگرہ کس گنتی، کتنے ہیں ان کی نسبت کوئی شہادت نہیں دے سکتا کون تھے۔ کہاں کے رہنے والے، کیسے چال چلن کے تھے اور یہ کہ انہوں نے اگر ملہم تھے اور وید سچے الہامات ہیں تو کس قدر ویدوں کا اثر دنیا میں پھیلایا ہے ان کے جانشین اور جانشینوں کے تعلیم یافتہ سو بموجب دعویٰ آریہ کے قریباً دو ارب برس گزرتے ہیں کہ ویدوں نے دنیا میں ظہور پایا اور اس عرصہ میں وید کے اتباع میں کسی نے ان کا صحیح ترجمہ بھی نہ کر دکھایا۔ دوسروں سے کیا اپنے لوگوں سے بھی اخفا کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ ویدوں پر عمل درآمد رہا سو آریہ کا چال چلن ہی بتاتا ہے کہ کس قدر وید پر عمل کرتے ہیں۔

غرض جب کسی نبی کی پاک تعلیم نے دنیا پر اپنا قوی اثر نہ دکھایا۔ اور نہ اس نبی کے جانشین نے ان پاک تعلیمات کو جگت پر ظاہر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل نے اور کو یہ عہدہ عطا کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا آدمی دنیا پر ظاہر ہوا جس نے ان تعلیمات کو پھیلایا۔ اور اشاعت میں جو کسر باقی رہی اس کی تلافی اس کے وہ جانشین کرنے لگے جن کی کرامات و پاک تاثیرات کے اثبات میں عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (مرقاة شرح مشكاة كتاب المناسك باب حرم المدينة) کی پیشین گوئی ہو چکی تھی۔ اور چونکہ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ (ترمذی كتاب العلم باب ما جاء الدال على الخير كفاعله) کی رو سے جانشینوں کی پاک کوششوں کا ثواب ان ہادیوں کے نامہ اعمال میں بھی انصافاً درج ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ سب آپ کی کوششیں ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ روحانی ہدایت و ترقی دفعی اور مخلوق کے فرد فرد کے لئے کسی مذہب میں ضروری نہیں امید ہے کہ جس طرح عرب و شام و مصر و روم اور ہند و سندھ تا تار پر بلا واسطہ یا بالواسطہ حجت قائم ہو گئی اسی طرح تمام دنیا پر حجت قائم ہو جائے گی۔ جب سب دنیا کو مجموعہ صداقتوں کا پہنچ گیا اور ان پر حجت قائم ہو گئی تو یہ حصہ احکام سنانے کا پورا ہو گیا۔ اب ان کی جزا و سزا کا وقت آجاوے گا۔ اسی ضرورت کی

طرف قرآن شریف اشارہ فرماتا ہے۔

[1] لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (ال عمران:۱۶۵)

ایک عجیب یادداشت

خاکسار تو قرآن کریم کی ضرورت پر مضمون لکھ کر مطبع میں روانہ کر چکا تھا۔ کیونکہ مجھے زیادہ تر قرآنی صداقتوں کا اظہار اور اسپر اتمام حجت مطلوب رہتا ہے مگر الٰہی قدرت سے وہ مضمون چند آیات کے ترجمے لکھنے کے واسطے میرے پیارے عبدالکریم نے واپس کر دیا۔ ابھی وہ اوراق میرے پاس ہی تھے کہ ۲/اپریل ۱۸۹۰ء کو حضرت پیرومرشد سَلَّمَهُ رَبُّهٗ کی علالت طبع سن کر قادیان چلا گیا۔ وہاں کسی تقریب پر وید کی قدامت کا ذکر آ گیا تو اس وقت مجھ خاکسار کے دل میں ضروری معلوم ہوا کہ وید کی قدامت پر کچھ لکھوں۔ یورپین لوگوں کی تحقیقات اور بریلی سبھا کے پنڈتوں کے خیالات ویدوں کی نسبت شائع ہو چکے ہیں ان کا تذکرہ شاید موجب تطویل ہو اس لئے ایک مختصر امر کا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ مکذب براہین نے تکذیب کے صفحہ نمبر ۸۱ و نمبر ۸۲ میں دعویٰ کیا ہے۔

''وہی باتیں یا اس سے عمدہ باتیں قرآن سے پہلے کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں کہ ان پہلی کتابوں نے وہ باتیں قرآن سے نہیں چرائیں۔ مگر فریق ثانی کے ذمہ یہ الزام ضرور ہے جس سے اس کی راستی والہامیت سراسر کافور ہے'' سو اس پر ایک ریمارک ہے کہ پارسیوں کو دعویٰ ہے کہ وہ اور ان کا مذہب ان کی کتاب، آریہ ورتی کتابوں سے ہاں آریہ ورتی مقدس کتابوں بلکہ ویدوں سے بہت پرانے ہیں۔ کیونکہ آریہ نے دیانندی تحقیق پر ایک ارب

---

[1] بے شک احسان کیا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر جبکہ اس نے بھی انہیں سے ایک رسول بھیجا جو پڑھتا ہے ان پر میری آیات اور عملی طور پر انہیں پاک وصاف کرتا ہے۔ اور ان کو سکھاتا ہے کتاب اور نہایت پاکیزہ وعمدہ باتیں اگرچہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

چھیانویں کروڑ کا زمانہ اس موجودہ سلسلہ کے واسطے اپنے عندیہ میں ثابت کیا ہے اور پارسیوں کے دساتیر میں لکھا ہے۔ دیکھو نامہ شت جی۔ افرام دساتیر نمبر۲۔ سفرنگ صفحہ ۴۳۔

(۱۶) بنام ایزد روزی دہ جاندار و آمرزندہ نیکوکار۔

(۱۷) گفتم کہ نخستین آباد را بگزیدم پس از و سیزدہ پیغمبر آباد نام پیہم فرستادم۔

(۱۸) باین چہاردہ پیغمبر جہاں آراستہ و آرام یاب شد۔

(۱۹) پس از یشان کہ چہاردہ آباد باشند بادشاہان جانشین و پیرہ ہائے (خلفاء) آنان جہان را خوب داشتند۔

(۲۰) چوں صدزاد سال در بادشاہی ایشان رارفت آباد آراد۔ بادشاہ جہانداری گذاشتہ یزدان پرست شد۔

ایک سو زاد کتنا ہوتا ہے اس کی دیکھو تفصیل۔ بائد دانست کہ فرسنداج کیشان ہزار بارہ ہزار سال را یک فرد گویند و ہزار بارہ فرد را یک ورد و ہزار بارہ۔ ورد را یک مرد و ہزار بارہ مرد را یک جاد و سہ ہزار جاد را یک واد و ہزار واد را یک زاد نامند و بدین شمارہ صدزاد سال در گروہ آبادیان خسروی پائید (سفرنگ دساتیر صفحہ ۴۴، ۴۵) یہ حساب لگائے تو یہ عدد،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۳۰۰ ہوتا ہے۔ حساب دانو! ذرہ اس پر غور کرو ایک ارب چھیانویں کروڑ سے کتنا آگے ہے۔ اب اگر اس کے آگے ست جی افرام کی ابتدا سے آج تک کا حساب لگائے تو اور سوچ لو نوبت بکجا رسید کا معاملہ ہے۔ کیونکہ نامہ شت شائے کلیو جی میں لکھا ہے۔

(۴) اے شاہ کلیو پور جی الاد چوں آب (رونق) و پرمان روائے جہاں بیک اسپار سال کشید مردمان بزہ کار (گناہ گار) شدند جی الاد ازیشان بیرون رفت۔ سفرنگ صفحہ نمبر ۶۰، اور اسپار ایک ارب سال کو کہتے ہیں یہ زمانہ بالا کے بعد جیان کی سلطنت و مذہب کا وقت ہے۔

اگر مکذب براہین کا قول درست ہے تو فرسنداج گیشون نے وید سے کچھ نہیں چورایا بلکہ

فریق ثانی کے ذمہ یہ الزام ضرور ہے جس سے اس (وید) کی راستی الہامیت سراپا کافور ہے۔ وِالّا آریہ ثابت کریں کہ آبادیوں نے بھی وید سے تعلیم پائی۔ اب خاکسار چند وہ دلائل بیان کرتا ہے جن سے یقین پیدا ہوا ہے کہ ہندیوں نے پارسیوں سے سیکھا۔

اوّل۔ قدامت پارسی بحساب بالا آریہ کے پہلے ہیں۔ دوم بیاس جی کا پارسی فرسنداج کیش زرتشت کے پاس جانا اور اس کا مذہب قبول کرنا۔ اور یہ امر کچھ مخفی بھی نہیں ہوا بلکہ بڑی ہی مجلس میں واقع ہوا۔ دیکھو نامہ زرتشت آیت نمبر ۶۵ و ۶۶ و آیت نمبر ۱۶۲، سفرنگ صفحہ نمبر ۱۲۰ و نمبر ۱۳۵۔ سیوم۔ دونوں ادیان کی ان تعلیمات کا باہم موافق ہونا جن پر سچے دین اسلام سے آریہ کو اختلاف ہے۔ مثلاً مسئلہ تناسخ۔ دیکھو دساتیر فرزآباد وخشوران وخشور آیت نمبر ۶۷ و ۶۸۔ گوشت نہ کھانا اور اس کے ترک کو ضروری یقین کرنا دیکھو آیت نمبر ۱۳۶ و ۱۳۷۔ سورج اور چاند اور کواکب اور عناصر کی پرستش دیکھو نامہ شت شائے کلیو آیت نمبر ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و نامہ خشور یاسان آیت نمبر ۵۴ و ۵۵۔

بلکہ غور کیجئے تو اکثر حصہ کیا ان کی کل تعلیمات کا خزانہ وہی پارسی ہیں وبس (ذرا غور کرو)

تکذیب۔ صفحہ نمبر ۸۲، ’’احقاق حق وابطال باطل سے قاصر رہنا۔ احقاق حق میں جس قدر قرآن کم زبان ہے اسی قدر ابطال باطل میں وہ قاصر البیان ہے۔ سات[1] آسمانوں اور سات زمینوں کا ہونا زمین[2] کے اوپر پہاڑوں کو بمنزلہ میخوں کے ٹھوکنا تا کہ زمین جنبش نہ کرے۔ سورج[3] کا چشمہ گلی میں ڈوبنا چاہ بابل[4] میں ہاروت و ماروت کا قید ہونا چشمہ ہائے[5] دودھ وشہد وشراب کا بہنا، سلیمان[6] کے وقت جانوروں کا بولنا وغیرہ حق کے ظاہر کرنے سے قطعی پرہیز ہو رہا ہے۔ ورنہ اہل عالم و ماہران تواریخ وہیئت وجغرافیہ ان کی تردید نمبروار کر رہے ہیں۔

مصدق۔ احقاق حق کا قصہ سن چکے ہو۔ تمام حقوق کا سرتاج اور بڑا حق عقل کانشنس اور الہامی مذاہب میں اللہ تعالیٰ کا ماننا ہے۔ اس کو غور کرو کس کامل طور پر قرآن نے بیان کیا اور کس

کامل طور پر ثابت کیا اور کس طرح اللہ تعالیٰ کو عیوب سے مبرا بتایا۔ سُؤر اور کچھ اور مچھ بننے سے پاک یقین کرایا۔ یہودیوں کے ہاتھ سے پٹنے سے پاک بتایا ابطل اباطیل شرک کی جڑھ کاٹی۔

رہی یہ بات کہ سات آسمان باطل ہیں وغیرہ وغیرہ سواس کا جواب نمبروار دیتے ہیں۔

اوّل ''سات آسمانوں اور سات زمینوں کی ہر کسی عالم بلکہ اہل عالم ماہر تواریخ و ہیئت وجغرافیہ نے نمبروار تردید کی ہے''۔ مرد آدمی ان کا نام ہی لکھ دیا ہوتا۔ سنیئے آپ کو ہم بتاویں۔ آپ نے تو منکر اہل علم کا نام نہیں لیا۔ ہم ماننے والوں کے نام سناتے ہیں۔ یوگ پاتنجل کرت سوتر نمبر ۲۵ دیاس منی کی بہاس اور ادہیا سوم سورج دہارنا کی نرنی میں لکھا ہے۔ بھوکی اوپر بُھورُ سُوَرُ مَھَرُجَنُ تپ انتر کھ سَتُ۔ یہ سات آسمانی طبقات ہیں۔ جو زمین کے اوپر ہیں اور مہیاتل، رساتل، اتل، ستل، وتل، تلاتل، پاتال۔ یہ سات طبقات زمین کے نیچے ہیں۔ اب بتائیے یہ آریہ ورتی اہل علم و ہیئت دان اور جاگرفی کے ماہر تھے یا نہ تھے مگر یہ تو بتاؤ جنبو دیپ کے گرد لَوَنْ سمندر اور شاک دیپ کے گرد، اکھیورس (شہد)، سمندر، کشن دیپ کے گرد سورا (شراب) سمندر، کرونچ دیپ کے گرد سرپی (گھی) سمندر۔ شال مل دیپ کے گرد دوہی سمندر، گیومید دیپ کے گرد کھیر سمندر، پشکر دیپ کے گرد، جل سمندر، ان دیپوں کا بیان اور تشریح کس جاگرفی دان سے پوچھیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ زمین اور آسمان کا سات سات حصص پر منقسم ہونا سچی تقسیم ہے جو سراسر حق ہے اس کے ماننے میں بطلان ہی کیا ہے کہ قرآن کریم نے اس کا ابطال نہیں کیا۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں سَبْعَ اَرْضِیْنَ کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر یاد رہے موجودات مرکبہ کی تقسیم کئی طرح ہوسکتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ تقسیم فرما دی تو بطلان کیا ہوا۔

اب ہم ایک ایسی بات کہتے ہیں جس کے سننے سے کسی منصف آریہ کو قرآن کریم کے سَبْعَ سَمٰوٰاتٍ کہنے میں انکار کی جگہ نہیں۔ زمین سے لے کر جہاں تک فوق میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس مخلوق کو اللہ نے ایک تقسیم میں سات حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک آسمان جس کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے ان کا بیان آیات ذیل موجود ہے۔

اول وہ مقام جس میں ہمارے لئے کھانے کا سامان رکھا ہے۔ جیسے فرمایا ہے۔

[۱] وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (الزاریات: ۲۳)

دوم۔ وہ مقام جس کے اندر جانور اڑتے ہیں جیسے فرمایا۔

[۲] اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِي جَوِّ السَّمَآءِ (النحل: ۸۰)

سوم۔ وہ مقام جس میں اولے بنتے ہیں اور کھیتوں اور باغوں کو ویران کرتے ہیں جیسے فرمایا۔

[۳] فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (البقرۃ: ۶۰)

چہارم۔ وہ مقام جس میں سے مینہ آتا ہے جیسے فرمایا۔

[۴] وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (البقرۃ: ۲۳)

پنجم۔ وہ مقام جس میں ستارے اور نیازک گرتے ہیں جیسے فرمایا

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ (الملک: ۶)

ششم۔ وہ مقام جس میں ستارے ہیں جیسے فرمایا۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (الحجر: ۱۷)

ہفتم۔ وہ حصہ جو ان سب سے اوپر ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے بہشتوں کو رکھا ہے کہ ان مشہود ستاروں سے اوپر بھی کوئی مقام ہے جیسے فرمایا۔

---

[۱] اور آسمان ہی میں تمہارے لئے رزق یعنی کھانے پینے کا سامان رکھا ہے اور وہ چیز ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا۔

[۲] کیا یہ لوگ پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے صفیں باندھے آسمانی فضا میں موجود ہیں۔

[۳] پھر ہم نے ہی اتارا بدکاروں پر ان کی بدکاری کے بدلہ آسمان سے عذاب۔

[۴] اور ہم نے آسمانوں یعنی بادلوں سے پانی اتارا اور اس کے درمیانی ہونے سے پھل نکالے۔ جو تمہارے لئے رزق یعنی کھانے اور پینے کا سامان ہیں۔

جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران: ۱۳۴)

بقیہ اعتراضات تکذیب صفحہ نمبر ۸۲ کا جواب

دوم۔ ''پہاڑ زمین پر میخوں کی طرح ٹھوکے گئے''۔

مصدق۔ یہ مشاہدہ ہے اور ہم نے اس پر ایک مضمون لکھ دیا ہے جو عنقریب آتا ہے اسے ضرور پڑھو۔

سوم۔ ''سورج کا چشمۂ گلی میں ڈوبنا''۔

مصدق۔ قرآن میں نہیں لکھا۔

چہارم۔ ''چاہ بابل میں ہاروت ماروت کا قید ہونا''۔

مصدق۔ قرآن میں نہیں لکھا۔ بلکہ چاہ بابل کا کوئی تذکرہ بھی قرآن میں نہیں۔ ہاروت ماروت کے قید ہونے کا بیان بھی نہیں۔

پنجم۔ ''چشمہ ہائے دودھ وشہد وشراب کا نمونہ''۔

مصدق۔ ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں تو آپ نے اس کا ابطال کیسے تجویز کر لیا۔ دیکھو مادہ گائے بھینس کا شیردان۔ مکھی کا چھتہ۔ انگور کی چھتریاں۔

ششم۔ ''سلیمان کے وقت جانوروں کا بولنا''

مصدق۔ یہ امر بھی قرآن کریم میں نہیں آیا جانور تو اب بھی بولتے ہیں۔

اس وقت کی کیا خصوصیت ہے قرآن میں صرف اتنی بات آئی ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام منطق الطیر کو جانتے تھے علم منطق الطیر کو عبری میں وَبُرَھا عَرَفُ کہتے ہیں وَبُر کے معنی بات، عَرَفُ کے معنی پرندہ اور یونانی زبان میں اس علم کا نام اُرُنِیُ تھولوجیا ہے۔ اُرنیس اور اُرُنِیُ تھوس کہتے ہیں اڑنے والے کو۔ اور لوجیا کے معنی لغت اور علم کے ہیں۔ کتاب تاریخ میں جو

غالباً شاہی روزنامچوں سے یا الہام سے تیار ہوئی ہے۔اس کا ۴ باب ۳۳ ملاحظہ ہو۔

تکذیب صفحہ نمبر ۸۳۔ پر نظر

(۱)۔''بیت اللہ کی نسبت کہ وہی خانہ خدا ہے''۔

(۲)۔''چاہ زمزم کی منبع نہرہائے جنت کے سوتے ہیں''۔

(۳)۔''زمزم دل سے گناہوں کے سیاہ داغ دھوتا ہے''۔

(۴)۔''حجرالاسود کی تعظیم و چومنے سے گناہ معاف ومنہ پاک ہوتا ہے''۔

(۵)۔''زیارت مدینے سے دل کی نورانی ہے''۔

(۶)۔''شق القمر کی سحر آمیز تعلیم''۔

(۷)۔''عرش کے برابر خدا کا وجود بیان کرنا''۔

مصدق۔ان امور کا قرآن کریم میں کہیں وجود نہیں۔ذرا مکذب صاحب دکھاویں۔ باقی بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنا۔اس کی طرف سے پھر کر سجدہ کرنا ناروا بلکہ گناہ وخطا ہے۔ حج وطواف احرام کعبہ عمرہ میں دوڑتے ۔قربانی حور وغلمان شراب کا تذکرہ اسی کتاب میں کریں گے۔انشاءاللہ تعالیٰ

تکذیب صفحہ نمبر ۸۴

''موسیٰ کو آگ کے سامنے کس نے مسجود کرایا ہے۔اور ابراہیم کا سورج کو کس نے خالق اور رب ٹھہرایا ہے۔آگ چاند سورج اور ستاروں کو ھٰذا رَبِّیْ کون بتلاتا ہے۔اور فرشتوں کو رَبُّ النَوع کون ٹھہراتا ہے۔''

مصدق۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کبھی آگ کو سجدہ نہیں کیا۔آؤ کچھ خدا کا خوف کرو۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل توحید کے سردار اور موحّدین کے مقتدا تھے۔سنو!اور ہوش کی کہو یہ مال واسباب فانی اور زوال پذیر ہے۔آخر اسے چھوڑنا ہے۔سوشل اصلاحوں کی ناجائز تدبیریں

تمہیں پھندے میں ڈالیں گی۔ اور بجائے اس کے کہ تم مذہب کو صرف خیالی سوشل حالت کی اصلاح کا ذریعہ بنا رہے ہو۔ اور تمہارے دل میں اپنے کانوں بہتوں سے سن چکا ہوں، کچھ بھی نہیں۔ الا ماشاءاللہ۔ یاد رکھو سوشل اصلاح میں یہ منافقانہ کارروائی فائدہ نہ دے گی۔ غور کرو اور سنو ابراہیم علیہ السلام سچے اور پکے موحد خدا پرست تھے۔ ان کی قوم ستارہ پرست اور سورج پرست تھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے سیارہ پرستی کی برائی پر مناظرہ کیا۔ اور کہا کیا یہ غائب ہونے والی اشیاء تمہاری رب ہوسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں رب تو وہ ہو جو ہر وقت ان اشیاء کا نگران رہے جن کی پرورش کرتا ہے۔ اور یہ اشیاء تو غائب ہوجانے والے ہیں۔

دیکھو اس ابراہیمی بحث کے اخیر چند آیتیں جن میں صاف لکھا ہے یہ سارا مناظرہ صرف توحید کے لئے تھا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ ہاں آگ کو ھٰذَا رَبِّی کہنا اس امر کا تذکرہ بھی قرآن کریم میں نہیں۔ معلوم نہیں ہوا کہ مکذب نے کہاں سے دھوکا کھایا۔ اور ابراہیمی مناظرہ یہ ہے۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ (الانعام:۷۹تا۸۴)

فرشتوں کو ربُّ النّوع کہنا قرآن کریم کا حکم نہیں اسلامیوں کا اعتقاد نہیں۔قرآن کریم تو مخلوقات میں کسی کو رب کہنا جائز نہیں بتلاتا۔جیسے فرماتا ہے۔

وَ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (ال عمران: ۶۵)

تکذیب کے صفحہ نمبر ۸۶ میں شخصی بحث ہے جو اس حصہ میں ہم نہیں کرتے۔کیونکہ یہ حصہ خالص اسلام کے متعلق ہے تکذیب کے صفحہ نمبر ۸۶ سے نمبر ۹۴ تک کوئی دلچسپ بحث نہیں۔اس لئے اس کا ہم ذکر ہی نہیں کرتے۔البتہ صفحہ نمبر ۹۲ میں تکذیب کا وہ فٹ نوٹ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’حسبِ اعتقاد یہود وعیسائی، اہل اسلام، بنی اسرائیل کے سوا کسی قوم میں کوئی پیغمبر کتاب لے کر نہیں آیا۔‘‘ ذکر کے قابل ہے۔اس اعتقاد کے اثبات میں (اگرچہ مسلمانوں کا اعتقاد نہیں) مکذب نے جو اشارہ کیا ہے۔وہ یہ تین آیتیں ہیں۔

اوّل۔وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرۃ:۱۳۷)

دوم۔ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (ال عمران:۱۸۳)

سوم۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (المائدۃ:۲۱)

مگر مکذب، یادرکھیں کہ ان آیات میں حصر وتخصیص کا کوئی لفظ نہیں آیا۔بلکہ قرآن شریف میں آیا ہے۔اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (فاطر:۲۵)

وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ (الشعراء:۲۰۹)

تکذیب صفحہ نمبر ۸۵

’’جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ممبران آریہ سماج ہمیشہ اخلاق ومحبت کے ساتھ غیر مذہب والوں سے گفتگو کرتے ہیں‘‘۔

مصدق۔ منشی صاحب اور کس شخص پر الزام لگایئے کس آریہ کی شکایت کیجئیے ۔ آپ ہی کا کلام آپ کی تکذیب میں آپ کے اخلاق کا عمدہ نمونہ ہے جو آپ کے رد کو کافی دلیل ہے کیونکہ آپ ہی مدعی ہیں علمی طور پر کہاں تک آپ اپنے اصل ہفتم کے تابع ہیں ’’سب سے پریتی پورپک دھرم انسار یتا یوگ برتنا چاہیے۔‘‘ ہاں دھرم انسار کا لفظ آپ کے بچاؤ کی اچھی سپر ہے۔ غور کرو اور اپنے اخلاق کی خوبی دیکھو۔

تکذیب صفحہ نمبر ۳

’’بسا پنڈت و مولوی پادری بناحق شماتت شدہ مفتری‘‘

اللہ تعالیٰ آپ کو فہم عطا کرے آپ نے کن ہاتھوں سے یہ سطر لکھ ماری ہے جو تکذیب صفحہ نمبر ۳۶ میں ہے۔ ’’خدائے محمدیاں بے علم نافہم ، مکّار ، دھوکہ باز ، فریبی ، حیلہ پرداز ہے‘‘۔

ہمارا خدا کون ہے۔ وہی جس کا نام **الرحمن الرحیم** ہے **رب العالمین** اور **مالک یوم الدین** ہے وہی **القدوس السلام المومن المھیمن الخالق الرزاق العلیم الحکیم ذوالجلال والاکرام** وہی جس نے آسمان اور سورج اور چاند اور ہزاروں ہزار کُرّے اور سب کچھ بنایا۔ منشی صاحب آپ کے اخلاق اور آپ کی محبت بھری گفتگو کا فیصلہ آپ کی کانشنس پر نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ اپنے اور کسی آریہ سے ہی پوچھ لیں یہ تو آپ کے جن کو ریفامری کا دعویٰ ہے برتاؤ کا نمونہ تھا وَاِلَّا جو کچھ میں نے آریہ صاحبان کا سلوک اپنے ساتھ دیکھا اس کی شہادت دوں تو منصف سننے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جاویں ۔ مگر میں اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (یوسف:۸۷) اپنی پریشانی اور دکھ کو صرف اللہ ہی کے آگے بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ آپ ہی میرا اور میرے عیال کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ہماری حفاظت میں صرف اپنے رحم کو کام میں لاوے۔ آمین۔

تکذیب صفحہ نمبر ۹۹

’’نمونہ کے طور پر کچھ اختلاف دکھاتا ہوں‘‘۔

مصدق۔منشی مکذب! قرآن نے اپنی راستی سچائی اورقرآن کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل میں یہ دلیل بھی دی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں جیسے فرمایا۔ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء: ۸۳) کیا معنی اگر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس علیم وخبیر کی کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت ہی اختلاف ہوتا۔ حالانکہ اس میں ایک ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے۔

مکذب! آپ نے توریت شریف اور انجیل شریف کے اختلافات جس قدر ارقام کئے ہیں ان کا جواب اس وقت میں نہیں دیتا کیونکہ آپ نے بالتخصیص ہم سے جواب طلب کیا ہے عیسائیوں کے متعلق اعتراض کا جواب عیسائی دیں گے۔ دیکھو صفحہ ۴ تکذیب اور تکذیب صفحہ نمبر ۸۵۔ اپنے اختلافات کے بیان کرنے سترہ نمبر اختلافات کے بیان کئے ہیں۔ ان میں صرف نمبر ۳ اور نمبر ۱۵ اور نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷۔ پانچ اختلاف قرآن کریم کے متعلق ہیں۔ نمبر ۳ جب خاوند چاہے طلاق دے سکتا ہے۔ (یہ پہلا اختلاف ہے)۔

اوّل۔ قرآن میں یہ حکم نہیں۔ رکوع یا آیت کا پتہ دیجئے۔ علی العموم خاوند جب چاہے عورت کو طلاق دے دے۔ یہ قرآن کا حکم نہیں۔ ہاں یہ حکم اگر کچھ شرائط کے ساتھ ہو تو جدا امر ہے۔

دوم۔ اگر مان لیں کہ قرآن میں یہ حکم ہے تو اس میں اختلاف کیا ہوا۔ یہ تو ایک حکم ہوا اس کا مخالف حکم کہاں ہے؟

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (النساء: ۲۰)

خیال کرو خاوندوں کو بیبیوں کے ساتھ کس حکمت کے ساتھ عمدہ نباہ کا حکم ہوتا ہے قرآن فرماتا ہے اگر کسی اتفاق سے بی بی مکروہ بھی لگے تو بھی پسندیدہ سلوک کرو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ بہت ہی بہت بہتری ان بیبیوں میں رکھے گا۔ غور کرو! قرآن ماننے والا، خدا کے وعدوں کو سچ یقین

کرنے والا، اس امید پر بُری سے بُری بی بی کے ساتھ بھی کتنا سلوک کرے گا۔ قرآن نے دو ہی صورتیں طلاق کے جواز کے لئے رکھی ہیں اوران دونوں صورتوں میں طلاق کا ہونا کمال حکمت پر مبنی ہے کیونکہ وہ دونوں صورتیں اصل منشا نکاح کے خلاف ہیں **اول** زنا جیسے فرمایا۔

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ

(النساء:۲۰)

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق:۲)

دوم۔ بدچلنی اور باہمی جھگڑا اور فساد منزل لاکن اس میں بھی پہلے مصالحت کی تمام تدابیر کی جاویں تب طلاق دیں جیسے فرمایا۔

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (النساء:۳۵)

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ

اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (النساء: ۳۶)

سوم۔ طلاق دینے پر ایک زبردست جرمانہ رکھا ہے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا

مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ

اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا (النساء:۲۱،۲۲)

چہارم۔ یہ حکم جس کو مکذب نے لکھا ہے غالبًا اس صورت میں ہے جہاں میاں بی بی میں خلوت ہی نہیں ہوئی گویا نکاح ہی پورا نہیں ہوا۔ ہمارے مولانا جناب مولوی ابوسعید صاحب نے اشاعۃ السنۃ میں ان مسائل پر مفصل کلام کیا ہے۔ افسوس اس سفر میں وہ پرچے پاس نہیں۔ ناظرین ان کو ضرور ملاحظہ کریں۔

مکذب۔’’اختلاف نمبر۱۳ شراب کی حرمت‘‘

مصدق۔شراب کی حرمت کا قرآن میں حکم ہے اور اس پر سخت ممانعت ہے پھر اس میں اختلاف کیا ہوا۔اختلاف تب ہوتا کہ کہیں قرآن میں شراب کی حلّت ہوتی اور کہیں حُرمت صرف اس میں اختلاف کیا ہوا غور کرو۔

[1] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَةَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ احۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ (المائدۃ:۹۱ تا ۹۳)

ایک ہمارے پرانے دوست نے جس کو اب ہم سے کچھ ایسا تعلق نہیں رہا اور معلوم نہیں ہو سکتا کہ کیوں مگر یہ کہ اس کے جلیس ہی ہم سے ناخوش ہیں ایک دفعہ سوال کیا شراب کی نسبت صریح لفظ حرمت بھی موجود ہے؟ میں نے اس کے آگے پہلی آیت متذکرہ بیان کی اِلّا اس کو انکار رہا۔اور کہا کہ صریح حرمت ہو تو مانوں گا۔خاکسار نے اس سے عرض کیا صریح لفظ حرام بھی قرآن میں ہے۔

[2] یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ ؕ قُلۡ فِیۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ (البقرۃ:۲۲۰)

اس آیت شریف سے ثابت ہوا شراب میں اِثم ہے اور بڑا اِثم ہے۔اب اثم کا حکم سنو۔

---

[1] بے ریب شراب اور قمار بازی اور بت پرستی اور بدشگنی کا ماننا شیطانی ناپاک باتیں ہیں۔ان سے بچے رہو تو کہ نجات پاؤ۔ شیطان کا تو منشا یہی ہے کہ شراب اور قمار کے باعث آپس میں تمہاری عداوت و بغض پیدا ہو۔اور تمہیں الٰہی یاد اور نماز سے اس بہانے سے روک لے۔پس اب بھی ان بُری باتوں سے رکو گے کہ نہیں اور فرمانبردار رہو اللہ و رسول کے اور نافرمانی سے خوف رکھو۔اگر ہمارے حکموں کو نہ مانو گے تو جان رکھو ہمارے رسول کے ذمہ تو اتنا ہی تھا کہ اس نے کھول کر سنا دیا۔

[2] لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے تو کہہ دے ان دونوں میں بڑی بدی ہے۔اور یہ دونوں بڑے اِثم ہیں۔

[1] قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف: ۳۴)

ذرہ غور کرو شراب کی ممانعت کس زور سے فرمائی ہے۔

تکذیب صفحہ نمبر ۱۰۰

مکذب براہین ''اختلاف نمبر ۵ عام مسلمانوں کے لئے چار چار، اور محمد صاحب کو ۹۔ ۱۱۔ ۱۸ بلکہ لا انتہا قرآن سورہ احزاب''۔

مصدق۔ منشی صاحب! آپ کی عربی دانی کا میں قائل ہو جاؤں اگر بنام خدا سورہ احزاب وغیرہ میں سے نو اور گیارہ اور اٹھارہ اور لا انتہا کا حکم نکال دو۔ آپ کے لا انتہا کہنے کی راستی سورہ احزاب کی آیت ذیل سے ظاہر ہے [2] لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (الاحزاب: ۵۳)

سورہ احزاب کی اس آیت سے تو آپ کا لا انتہا کہنا بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔

مکذب براہین کے نزدیک نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ میں قرآنی اختلاف یہ ہیں۔ ''بیت المقدس کی طرف سجدہ کرو مکہ کی طرف سجدہ کرو پہلا حکم منسوخ ہوا''۔

منشی صاحب کہیں تو فطرت وعقل سے بھی کام لیا ہوتا۔ کیا کرتے ہو۔ کہاں قرآن میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کی طرف سجدہ کرو۔ اور نہ قرآن میں لکھا ہے کہ اب یہ حکم منسوخ ہوا۔ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ بیت المقدس کی طرف سجدہ کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک مذہب میں دو قسم کے احکام ہوا کرتے ہیں چاہے یہ تقسیم عرفاً اور رسماً ہو جاوے۔ چاہے حکماً۔ ایک قسم کے

---

[1] تو کہہ دے ہر ایک ظاہری اور باطنی بے حیائی کو اور اثم و ناحق کی بغاوت اور شرک کو جس کم بخت کے واسطے اللہ نے کوئی ثبوت کی وجہ نہیں بتائی۔ اور اس امر کو کہ خدا پر ایسی باتیں بناؤ جس کا تم کو علم نہیں۔ میرے اللہ نے حرام کر دیا ہے۔

[2] ان بیبیوں کے بعد تجھے کوئی بی بی حلال نہیں۔ اور نہ یہ امر تجھے جائز ہے کہ ان کے بدلہ میں اور بیبیاں بنالے اگرچہ تجھے کیسی پسند آویں مگر وہی عورتیں جن کا تو مالک ہو چکا۔

احکام میں ایک مذہب کا آدمی اگر دوسرے مذہب میں چلا جاوے تو عام طور پر وہ بدنام نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی ہندو زکوٰۃ دیا کرے یا کوئی مسلمان علی الصباح خواہ مخواہ ضروری نہا لے یا موچھیں بڑھا لے تو اپنی قوم سے علی العموم علیحدہ نہیں ہو جاتا۔ اور دوسری قسم کے وہ احکام جن کے کرنے سے جھٹ ایک قوم سے الگ اور دوسری میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی مرتد مسلمان عام مجلس میں نعوذ باللہ سُؤر کھالے یا کوئی آریہ کہلا کر ہماری نماز کی جماعت میں شامل ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے خالص احباب الگ کرنے کو ابتدا میں جب آپ کے حضور اکثر عرب آتے تھے اور مکہ کو قبلہ مانتے تھے بیت المقدس کو قبلہ بنا لیا تھا۔ مگر وہ حکم قرآن میں موجود نہیں جب مدینہ میں تشریف لے گئے اور یہود و نصاریٰ سے سابقہ پڑا تو مکہ کو قبلہ ٹھہرایا۔

تمّت

نظم درمدح تصدیق البراہین از سید حامد شاہ صاحب اہلمد معافیات ضلع سیالکوٹ جس کے ہر ایک کے ابتدائی حرف کے اعداد جمع کرنے سے ۱۸۹۰ء برآمد ہوتا ہے۔

کہاں ہے طالب صادق کہاں ہے ۔۔۔ صداقت کے لئے جو نیم جاں ہے
کہاں ہے راستی کا جو ہے بھوکا ۔۔۔ تلاش راست بازی میں دواں ہے
صراط مستقیم حق کا جویاں ۔۔۔ کدھر ہے کس طرف کو اب رواں ہے
سپاس و حمد رب العالمیں ہے ۔۔۔ کہ جو بندوں پہ اپنے مہرباں ہے
وہ خود ناصر ہے دین احمدی کا ۔۔۔ مخالف ٹھہرے یہ طاقت کہاں ہے
محبوں کو بشارت ہے بشارت ۔۔۔ مبارک ہو یہ برکت کا سماں ہے
پکار و چوٹ ڈنکے کی عزیزو ۔۔۔ سنا دو سب کو جو پیر و جواں ہے
کہ پہلی جلد تصدیق البراہیں ۔۔۔ نکل کر راہنمائے گمرہاں ہے
کلام صدق پھیلا ہے جہاں میں ۔۔۔ بطالت کوئی دن کی میہماں ہے
مکذب ہیں کہاں تصدیق دیکھیں ۔۔۔ ذرا جاگیں کہ سونے میں زیاں ہے
بہت سی شوخیاں حق سے ہوئی ہیں ۔۔۔ نگہباں حق کا خود حق ہے عیاں ہے
صداقت منصفوں سے داد لے گی ۔۔۔ عجب تصدیق کا طرز بیاں ہے
ذرا تکذیب کو رکھ کر مقابل ۔۔۔ بتائیں کون ان میں بد زباں ہے
اُدھر تلخی اِدھر شیریں زبانی ۔۔۔ عوض میں بد کے کیا نیکی عیاں ہے
ادب سیکھے ذرا وہ طفلِ مکتب ۔۔۔ بزرگوں سے جو کرتا شوخیاں ہے
بتاوے گی اُسے تحریر تصدیق ۔۔۔ مصنف اس کا کیا رطب اللساں ہے

فضولی سے نہیں ہرگز سروکار　　دلائل اور حقیقت کا بیاں ہے
وہی سمجھے گا قدر اِن موتیوں کی　　ہدایت جس کے سینے میں نہاں ہے
نہیں تعریف کرنے کی غرض کچھ　　صداقت خود بخود یاں مدح خواں ہے
خزانہ ہر صداقت کا ہے قرآں　　یہ دنیا کو جتانا بے گماں ہے

مصنف کو دعا دیتا ہے حامد
کہے آمین جو مشتاق جناں ہے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جلد دوم

تناسخ

تناسخ کو سنسکرت والے اواگون کہتے ہیں اور تناسخ کے ماننے والے تناسخ کے یہ معنی بتاتے ہیں۔

''گناہوں اور نیکیوں کے باعث بار بار جنم لینا (پیدا ہونا) اور مرنا''۔

جہاں تک تناسخ کے ماننے والوں سے دریافت کیا اور ان کے رسائل میں دیکھا اثباتِ تناسخ میں ان کی یہی ایک دلیل سر دفتر ان کے دلائل کا دیکھی۔

''ہم دیکھتے ہیں کئی آدمی جنم کے اندھے لنگڑے، لولے، کانے، بہرے، کنگال ہوتے ہیں اور کئی راجہ ٹھکر دولتمند امیر جو یہ کہو کہ پرمیشر کی مرضی ہے۔ تو کیا پرمیشر منصف و عادل نہیں جو بلاقصور ایک دوسرے میں فرق کرتا ہے۔ پس بجز نتیجہ سابقہ جنم کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ خدا ایسی طرف داری اور نامنصفی نہیں کرسکتا۔''

تناسخ کی دلیل کا خلاصہ

ہم اس دنیا میں تفرقہ کو دیکھتے ہیں اور اس تفرقہ کی وجہ بجز پہلے جنم کی برائی بھلائی کے اور کوئی نہیں۔

مصدق۔ [1] (اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ بِرُوْحِ الْقُدُس)

پہلا جواب۔ قائلین تناسخ کی اس دلیل سے صاف واضح ہے کہ تناسخ ماننے کا کوئی ثبوت

[1] اے اللہ میری روح پاک سے تائید فرما اور مجھے منصور کر۔

تناسخ ماننے والوں کے پاس نہیں۔ بلکہ صرف اس لئے کہ سکھی آسودہ اور آرام والے کے سکھ، آسودگی اور آرام کی وجہ اور دکھی بیمار، رنج والے کے دکھ، بیماری، رنج کی وجوہ اوران لوگوں کے باہمی تفرقہ کے اسباب تناسخ ماننے والوں کو معلوم نہیں ہوئے اس واسطے کہ ان لوگوں نے یقین کرلیا کہ سابقہ اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں۔ پرشکر یہ اس ربّ العالمین کا جس نے اسلامیوں کو ایسے دلائل سے بچنے کے واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

[1] وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:۳۷)

دوسرا جواب۔ اپنی کم علمی اپنی کم فہمی اور کمزوری سے تفرقہ کے اسباب رنج اور راحت کے موجبات اور سامان نہ جاننے سے یہ اعتقاد کر لینا کہ ان تفرقوں کا باعث ہمارے پہلے جنم کے اعمال ہی ہیں گویا بے وجہ تو یہ ایک چیز کو کسی دوسری چیز کا سبب قرار دے لینا ہے۔ اور یہ جرأت اس قسم کی ہے کہ ہم کسی آدمی کو اندھیری رات میں کہیں جاتا دیکھیں اور اپنے ہی آپ میں یہ سوچ لیں کہ اس وقت کچہریاں بند ہیں بازار بند ہیں پس بجز اس کے کہ یہ آدمی اس وقت صرف چوری کرنے جاتا ہے اور کوئی وجہ نہیں۔

عقل والے سوچ لیں یہ کیسی منطق اور لاجک ہے اسی واسطے قرآن کریم نے تناسخ ماننے والوں کی نسبت فرمایا ہے اور کہا ہے کہ یہ لوگ اٹکل بازی میں پڑے ہیں۔

[2] وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (الجاثية:۲۵)

۱؎ اور جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے مت لگ کیوں کہ کان، آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جاوے گا۔

۲؎ اور وہ کہتے ہیں یہی دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور زندے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ اس بات کا ان کو علم نہیں یہ اٹکل لگاتے ہیں۔

تیسرا جواب۔ دنیا میں ہم یہ تفرقہ تو دیکھتے ہیں کہ ایک جنم کا بیمار ہے اور دوسرا تندرست۔ ایک جنم سے دولتمند ہے اور دوسرا غریب اور مفلس۔ اور دنیا کا تمام کارخانہ اور اس کا تمام انتظام چونکہ ایک علیم وحکیم کی زبردست طاقت اور صفات کا نتیجہ اور اثر ہے۔ پس ہمیں یقین ہے کہ یہ تفرقہ بے وجہ و بے حکمت نہ ہوگا مگر یہ کیا ضروری ہے کہ اس غیر محدود کی کل باریک حکمتیں اور بے تعداد تدبیریں ایسی ہوں کہ انسانی محدود عقل اور سمجھ ان پر حاوی ہو جاوے؟ یاد رکھو کسی کی بصر اور بصیرت اس کو احاطہ نہیں کرسکتی اور وہ سب پر محیط ہے قرآن فرماتا ہے۔

[1] لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام: ۱۰۴)

اور فرمایا ہے۔[2] يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرة: ۲۵۶) اور فرمایا ہے

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۱)

چوتھا جواب۔ کسی کا بیمار ہونا اور کسی کا تندرست کسی کا آسودوں کے گھر جنم لینا اور کسی کا مفلسوں کے گھر میں جائز ہے۔ اعمال کے سوا کسی اور وجہ سے ہو۔ پس بایں احتمال اواگون ماننے والوں کا استدلال صحیح اور تام نہیں۔ پس ہم ان کو کہتے ہیں کوئی ایسی عقلی دلیل لاؤ جس سے ثابت ہو جاوے کہ ایسے تفرقوں کا اعمال کے سوا اور کوئی باعث نہیں۔ صرف اعمال ہی اس تفرقہ کا باعث ہیں۔ بلکہ بہ تعمیل ارشاد قرآنی جو ذیل میں ہے کہتے ہیں کوئی علمی دلیل لاؤ اٹکلوں اور گمانوں سے کام نہ لو کیونکہ سچ ہے جس میں لکھا ہے۔

[3] قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (الانعام: ۱۴۹)

---

[1] اس کو آنکھ ادراک نہیں کرتی اور وہ آنکھوں کو ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔
[2] ان کے آگے اور پیچھے کی سب چیزوں کو جانتا ہے اور وہ اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکے مگر جو وہ آپ چاہے۔
[3] کہہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمارے پاس نکال لاؤ تم تو ظن کی پیروی کرتے ہو اور اٹکلیں دوڑاتے ہو۔

پانچواں جواب۔ اگر آریہ اس پر از راہ انصاف غور کریں تو کسی قدر لطیف اور داد کے قابل ہے۔ موجودہ اشیا میں اس تفرقہ سے بڑھ کر ایک بڑا تفرقہ ہم دیکھتے ہیں اور اس بڑے تفرقہ کا باعث پہلے جنم کی جزاوسزا نہیں اور اس امر کو دیانندی آریہ صاحبان آپ بھی تسلیم کریں گے۔ سنو۔ ارواح ایک چیتن وستو یعنی عالم ہوشیار چیز ہے۔ اور پرکرتی بلکہ پرمانو۔ یعنی اجسام صغیرہ اور نہایت باریک ذرات جن کو عربی علومِ طبعیہ کے عالم اجسام ذیمقراطیسی کہتے ہیں۔ ایک جڑھ اور غیر ذی شعور چیز ہے اور باری تعالیٰ علیم وخبیر، عزیز وغالب القدوس السلام ایک تیسری چیز ہے۔ جو ان دونوں اول الذکر ارواح اور اجسام بلکہ کال یعنی زمانہ پر حکمران ہے۔

دیانندی آریہ صاحبان بلکہ تمام تناسخ کے ماننے والو! ان تین اشیا موجودہ میں اول روحیں جنم سے کیا ازل سے بقول آریہ اللہ تعالیٰ کے ماتحت اور اس کی صفت عدل کے باعث جزاوسزا میں گرفتار ہیں اور بقول تناسخ کے ماننے والوں کے بلکہ دیانندی آریہ کے ابد الآباد تک اسی طرح گرفتار رہیں گی۔ اگر مہان پرلے کے وقت یا اس سے کسی قدر پہلے اور پیچھے اجسام سے الگ ارواح آرام وراحت میں بھی رہے تو اس وقت بھی تخم کی طرح برائی ان میں بنی رہتی ہے۔ جس کے باعث ارواح کو پھر جنم لینا پڑتا ہے۔ اور دوم پرمانو بےچارے تو ازل سے ابد تک بھی بقول آریہ کے محروم ہی رہیں گے اور سوم اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہمیشہ ان پر حکمران رہا اور ہمیشہ ان پر حکمران رہے گا۔

اب ہم تناسخ والوں کی دلیل کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں ان تین میں بعض اشیاء جنم سے کیا ہمیشہ سے لنگڑے اور بعض اشیاء جنم سے کیا ہمیشہ سے جزااور سزا میں گرفتار اور ایک الغنی اور ان دونوں پر حکمران جَلَّ شَانُہٗ۔ اب آپ کی دلیل تناسخ کو بعینہٖ لے کر کہتے ہیں دیکھو اثبات تناسخ بحث کی ابتدا میں ''جو کہو پرمیشر کی مرضی تو کیا وہ عادل نہیں پس بجز نتیجہ سابقہ جنم کے اور کیا کرسکتے ہو''۔ لیکن تم آریہ اور تمام قومیں اللہ تعالیٰ کو ماننے

والے اللہ تعالیٰ اور پر مانوں میں تو جنم کے قائل نہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ تفرقہ کا باعث فقط اعمال ہی نہیں جو ہم تناسخ کے قائل ہو جاویں۔ بلکہ تفرقہ کے اور اسباب بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ ایز دی مخلوق میں ہم دیکھتے ہیں کوئی چیز پتھر کہلاتی ہے اور کوئی پانی کچھ روشنی کی کرنیں اور الکٹرسٹی کے ذرات اور کچھ پرلے درجہ کی کثیف اشیاء کاربن وغیرہ، بتاؤ! کیا اس تفرقہ کا باعث پوربلی جنم کے اعمال ہیں۔ ان کے کسی کام کی جزا اور سزا؟ معلوم ہوا کہ تفرقہ کا باعث فقط اعمال ہی نہیں بلکہ اس اَلْقَادِرُ کی اور باریک حکمتیں ہیں جس نے ہم کو بنایا اور جزوی [1] وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (نوح:۱۵)

[2] وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیة:۱۴)

چھٹا جواب۔ سائنس یعنی پدارتھ ودیا۔ علم طبعی نے ثابت کر دیا ہے کہ مابین جمادات اور نباتات اور انسان اور حیوانات کے تباین اور تفرقہ ضرور ہے۔ مگر تناسخ ماننے والے کہتے ہیں کہ ان اشیاء میں کوئی تباین نہیں انسانی روح ناقص اعمال سے مرکر حیوان اور حیوانی روح انسانی بن جاتی ہے۔ بعض انسان شجر و حجر ہو جاتے ہیں۔ اور بعضے شجر و حجر انسان اور روح وہی روح رہتی ہے اور یہ امر سائنس کے بالکل خلاف ہے۔

تعجب آتا ہے دیانندی آریہ کے اعتقاد پر روح کے گُن کَرم سبھاؤ یعنی روح کے خواص، افعال اور عادات آنادی اور غیر مخلوق ہیں اور روح کے لئے یہ امور دیانندیوں کے نزدیک لازمی ہیں روح سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے پھر روح کے شجر اور حجر ہو جانے کی حالت میں ہم پوچھتے ہیں وہ صفات اور لوازمات کہاں چلے جاتے ہیں کیا ثبوت ہے کہ یہ صفات ولوازمات اس وقت بھی روح کے ساتھ موجود رہتے ہیں؟

ساتواں جواب۔ تناسخ کے ماننے میں سچے علمِ طبّ کا وہ بڑا بھاری خزانہ جس کی صداقت کو ہم رات ودن بچشم خود دیکھتے ہیں لغو ہوگا۔ حالانکہ بداہت مشاہدہ اس کو لغو نہیں ٹھہرا سکتا

---

[1] یقیناً اس نے تم کو مختلف طور پر بنایا۔
[2] آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا۔ اور یہ سب اشیاء ہماری ہیں۔

اور کیوں لغوٹھہرا سکے خالق فطرت اور نیچر کا پیدا کرنے والا خود فرماتا ہے۔

[1] خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرة:۳۰)

تناسخ ماننے میں علم طب کا بے فائدہ ہونا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ جب ہم نے مانا کہ تمام بیماریاں جو انسان اور حیوانات کو لاحق ہوتی ہیں۔ وہ سب بیماروں کے سابقہ اعمال کا نتیجہ اور ثمرہ ہے اور بد اعمال کی سزا ہے۔ تو طبیب اور نیچرل فلاسفی کے جاننے والے نیچرل اسباب کو کیوں ڈھونڈنے لگے اور جب حسب الاعتقاد تناسخ کے مانا گیا کہ سزاؤں کا بھگتنا ضروری ہے۔ اور کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے وہ سزا ٹل جاوے تو علاج سے کیا فائدہ اور اس کے باعث کیونکر فضل اور کرم الٰہی ہم کو الٰہی عدالت سے چھوڑا سکتا ہے۔ اور اور اسباب الامراض اور معالجۃ الامراض سے کیا نفع ہوگا۔

آٹھواں جواب۔ روح کے گن یعنی خواص روح کے کرم یعنی افعال روح کی سبھاؤ یعنی عادات دیانندی آریوں کے نزدیک ارواح کو لازم اور ارواح میں انادی ہیں اور آریہ کے نزدیک یہ صفات ارواح میں باری تعالیٰ کی دی ہوئی نہیں۔

اب تناسخ کے وہم کا منکر اگر یوں کہے کہ بعض ارواح کا سبھاؤ اور اس کے گن ہی ایسے ہیں کہ ناقص ذرات کا جسم لیا کریں اور دکھ دائک جس میں زندگی بسر کریں۔ آسودگی میں رہنے والوں کے گھر جنم نہ لیں۔ اور یہ امر ان کے لئے پوربلی جنم یعنی پہلی زندگی کے اعمال کی جزا یا سزا نہ ہو۔ بلکہ ایسی روح کی شقاوت ازلیہ اور اس کا سبھاؤ ہی اس تکلیف کا موجب ہو۔ بعض ارواح اصل سے ایسا سبھاؤ رکھتے ہوں کہ عورتوں کا بدن لیں۔ بعضے ارواح مردوں کا جسم اپنے لئے اپنے سبھاؤ سے پسند کرلیں سابقہ اعمال کو اس میں کچھ دخل نہ ہو۔ اور نہ پہلے جنم کی یہ جزا اور سزا ہو سچ ہے۔

[2] مِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيدٌ (ھود: ۱۰۶)

---

[1] سب جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔
[2] ان میں سے کوئی سعید ہے اور کوئی شقی ہے۔

نواں جواب۔ دیانندی آریہ کا اعتقاد ہے کل ارواح محدود اور غیر مخلوق ہیں۔ ہمیشہ اواگون یعنی جنم اور مرن میں مبتلا رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔ اگر کچھ زمانہ آزاد بھی رہے تو بھی ان میں بیج ان کرماتر یعنی تخم کی طرح برائی موجود رہتی ہے۔ جس کے باعث آخر پھر ارواح کو جنم لینا پڑتا ہے۔ اور جو لوگ ارواح کو مخلوق مان کر تناسخ کو مانتے ہیں ان کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ ارواح غیر مخلوق اور قدیم ہیں کیونکہ ہر ایک جنم کے اعمال افعال اور اقوال جب پہلے جنم کے پھل اور ثمرات ٹھہرے تو بصورت مخلوق ہونے ارواح کے پہلے جنم کے اعمال افعال اور اقوال اور ارواح کا باہمی تفرقہ کس جنم کا ثمرہ ہوگا اس لئے بر تقدیر تسلیم مسئلہ تناسخ یعنی اواگون کے ارواح کو غیر مخلوق اور ہمیشہ سے جنم اور مرن میں رہنا پڑا۔

جب روح انادی غیر مخلوق ٹھہری اور روح کا وجود اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نہ ٹھہرا اور روح ازلی اور ابدی ہوئی۔ تو چاہیے کہ روح اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج نہ ہو۔ لاکن ہم دیکھتے ہیں کہ جیسے ہمارا بدن کھانے پینے پہننے وغیرہ وغیرہ کا محتاج ہے۔ روح بھی بدن سے کم محتاج نہیں۔ اور احتیاجوں سے قطع نظر کر کے اس امر کا خیال کرو کہ روح علوم کے حاصل کرنے میں کتنی محتاج ہے۔ اسی دلیل کی طرف قرآن کریم نے ایما فرمایا ہے۔

[1] يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (فاطر:۱۶) [2] وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد:۳۹) اور فرمایا۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد:۱۷)

دسواں جواب۔ اگر ارواح الٰہی مخلوق نہیں تو ہم پوچھتے ہیں بدی اور بدکاری ارواح کا ذاتی اور فطری تقاضا ہے یا عرضی؟ اگر بدی اور بدکاری ارواح کا ذاتی تقاضا اور جبلّی منشا ہے تو ظاہر ہے کہ ذاتی تقاضوں اور جبلّی منشاؤں کے پورا ہونے کا نام راحت اور آرام ہے نہ رنج اور تکلیف اور اگر بدی اور بدکاری کوئی عارضی امر ہے جو ارواح کو لاحق ہوا۔ تو چاہیے کبھی وہ عرض دور

---

[1] اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی حمد کیا گیا ہے۔ [2] اور اللہ ہی غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

ہو جاوے۔ جب عرض دور ہو گئی تو روح پاک اور پوتر ہو کر آئندہ ہمیشہ نیک اعمال کی طرف متوجہ رہے بلکہ یقین ہے کہ وہ ایسا ہی کرے کیونکہ روح کو آریہ نے چیتن اور سمجھ دار مانا ہے۔ آریہ صاحبان۔ اگر اتنے تجربہ پر روح نے اب تک نہیں سمجھا تو وہ چیتن نہیں۔ یا کسی راز دار الہامی کو الہاماً پتہ لگ جاوے کہ الٰہی ارادہ بعض کے حق میں اس عرض کے دوام لحوق کا ہو چکا ہے۔

گیارہواں جواب۔ لڑکوں کی پرورش کی جاتی ہے اور ان کو تعلیم کے واسطے تکلیف اور سرزنش دی جاتی ہے۔ اس تکلیف کو سزا یا جزا نہیں کہا جاتا بلکہ اس کا نام تربیت رکھتے ہیں۔ پس ایسی ہی وہ تکالیف جو دنیا میں عارض ہوتی ہیں ان کی نسبت کیوں نہیں کہا جاتا کہ وہ تربیت الٰہی میں داخل ہیں۔ نہ سزا اور جزا میں ہمارے لئے نہ سہی مجموعہ عالم کے واسطے سہی اس جواب کو بارہواں جواب اور زیادہ واضح کرتا ہے۔

بارہواں جواب۔ حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے ہاتھ پر جب ایک جنم کا اندھا اچھا ہوا تو حضور علیہ السلام کے حواریوں نے عرض کیا۔ یہ لڑکا کیوں نابینا تھا۔ کیا اپنے گناہ کے باعث یا اپنے ماں باپ کے گناہ کے باعث۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے جواب دیا نہ اپنے گناہ کے باعث اور نہ اپنے ماں باپ کے گناہ کے باعث بلکہ یہ لڑکا اس لئے نابینا تھا کہ الٰہی جلال ظاہر ہو۔ کیا معنی اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اور بنی اسرائیل کے گھرانے کے خاتم الانبیاء نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی بزرگی اور صداقت ظاہر ہو میرا اس قصہ کے بیان سے صرف یہ مطلب ہے کہ دکھ اور سکھ کے واسطے اعمال کی جزا اور سزا کے ماسوا اور بھی بہت اسباب ہیں۔ اواگون ماننے والوں کے پاس کیا دلیل ہے کہ پوربلی جنم کے اعمال ہی اس کا باعث ہیں۔

تیرہواں جواب۔ قانون قدرت اور اللہ تعالیٰ کے بےانت کارخانہ میں ہزاروں ہزار اسباب ہیں مثلاً غور کرو۔ ان اسباب پر جو علمِ طبّ میں بیان ہوتے ہیں اور ان علامات و معالجات پر جن کے ذریعہ ہم اسباب کا پتہ لگاتے ہیں اور ان کے دفعیہ کی صائب تدبیر کر سکتے ہیں بیماریوں کے اسباب جاننے سے ہم افلاس اور غریبی دولتمندی اور حکومت کے اسباب کا اجمالی علم حاصل کر سکتے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد گزارش ہے اس تفرقہ کا باعث جس سے ایک لڑکا بیمار اور دوسرا تندرست ہے نا ملایم عناصر ہیں اس لئے کہ انسانی اور حیوانی روح یا تو عناصر کا خلاصہ ہے یا فرض کر لیتے ہیں کہ روح کو عناصر کے ساتھ تعلق ہے۔ پہلی صورت میں ظاہر ہے جیسے عناصر ہوں گے ویسی ہی روح ہوگی اور دوسری صورت میں جیسے عناصر کے ساتھ روح کا تعلق ہوگا ویسی تندرستی اور بیماری کے ثمرات روح کو لینے پڑیں گے۔ اور جیسی جگہ ارواح جمع ہوں گے ویسا ہی سکھ اور دکھ بھوگیں گے۔ پہلی صورت میں روح کا وجود ہی عناصر سے ہوا۔ جزا اور سزا سابقہ جنم کی کہاں! اور دوسری صورت پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ ارواح نے ایسی جگہ کیوں تعلق پیدا کیا جہاں ان کو آخر تکلیف اٹھانی پڑی تو اس کا جواب بالکل ظاہر ہے کیونکہ ارواح بقول آریہ کے سَتنتر اور آزاد ہیں ارواح کو کوئی روک نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ اس روح کو جب ابدالآباد ترقی کی راہ کھول دی گئی تو اس پر کوئی ظلم نہ ہوا۔ بلکہ اس پر رحم ہوا۔ اور یہ بھی ہے کہ اگرچہ آج روح کو بظاہر تکلیف معلوم ہوتی ہے کہ ناقص اور دکھی قالب سے اس کا تعلق ہے مگر اسی عنصری میں اسے بڑی بڑی فضیلتوں کے لینے کا موقع دیا گیا ہے۔ اس لئے اس پر رحم ہے ظلم نہیں۔ ہاں ایسے موقع ملتے ہیں اگر روح نے نافرمانی کی تو ضرور سزا کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم، کریم اور عادل چاہے پکڑے چاہے عفو کرے اور وہ اپنے امر پر غالب ہے۔

چودھواں جواب۔ مختلف ملکوں کی آب و ہوا سے ارواح کی مختلف صفات ہم مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ مختلف پیشوں مختلف قسم کے مکانوں جن میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت اور صفائی کے لحاظ سے اختلاف ہو۔ مختلفہ اشیا کے کھانے اور مختلف چیزوں کے پینے پہننے اور استعمال میں لانے سے اور انواع و اقسام کے عادت سے، ارواح کے حالات، صفات اور معاملات میں اختلاف نظر آتا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح ان مختلف تدابیر سے

ہو جاتی ہے جن کو اطبا طب میں اور طبعی حکما علوم طبعیات میں بیان کرتے ہیں۔

جن لوگوں کے لڑکے بیمار پیدا ہوتے ہیں ان کے علاج ومعالجہ وحفظ صحت تبدیل آب وہوا اور کچھ مدت کے ترک جماع سے تندرست بچوں کا پیدا ہونا۔ بگڑی اور خراب گلُوں کی اس حالت کا جس سے تکلیف ہو نیچر کے اسباب سے درست ہو جانا وغیرہ وغیرہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ یا تو ارواح انہیں عناصر کا لطیف جوہر ہیں یا ان عناصر سے ارواح کا تعلق ایسے مختلف اور اقسام اسباب سے ہے جن میں بعض خاص حالتوں میں ہم اعمال کو داخل کر سکتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ پورے پہلے جنم کے اعمال ہوں کیونکہ اس دعویٰ کی دلیل کوئی نہیں اور دعویٰ بے دلیل عقلا کا کام نہیں۔

پندرہواں جواب۔ پہلے جنم کے اعمال ہرگز ہرگز اس تفرقہ کا باعث نہیں جس تفرقہ کو دیکھ کر تناسخ کے ماننے والوں نے تناسخ پر اعتقاد کیا۔ کیونکہ ہم قدرتی نظارہ میں دیکھتے ہیں۔ تمام اشیا انسانی آرام اور راحت کے سامان، روشنی، ہوا، پانی، مٹی، بَرق، نباتات، حیوانات سب کچھ اس کے کام میں لگ رہا ہے مگر یہ پتلا ان اشیا میں سے کسی کے مصرف کا نہیں۔ تو پھر کیا یہ عجوبہ قدرت بالکل لغو اور اتنی بڑی مخلوق پر حکمران محض نکما ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ جیسے ملہمین کو بذریعہ الہام اور سلیم الفطرتوں کو بوساطت فطرت معلوم ہوا ہے کہ یہ لطیفہ عبادت الٰہیہ کے واسطے پیدا ہوا مگر ظاہر ہے جب تک انسان کے پاس یہ چیزیں موجود نہ ہوں انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ پس ثابت ہوا یہ تمام سامان انسان کو عبادت کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اور یہ کل اسباب مقصد عبادت کے آلات اور متممات ہیں۔ یہ مضمون قرآن میں یوں ادا ہوا۔

[1] يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (البقرة: ۲۲،۲۳)

---

[1] اولوگو! فرمانبردار بنے رہو اپنے اس رب کے جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو بنایا۔ اور فرمانبرداری کا یہ فائدہ ہوگا کہ تم دکھوں سے بچے رہو گے اسی رب نے زمین کو تمہارے لئے فراش (آرامگاہ اور گول) اور آسمان کو بناء بنایا۔ اور بادلوں سے پانی اتارا۔ پھر نکالے اس سے کئی قسم کے پھل رزق تمہارے لئے۔ پس خبردار اللہ کا کسی کو کسی امر میں شریک نہ بنائیو۔

اورفرمایا

[1] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ(الذّاریات:۵۷)

جب عبادت الٰہی انسان پر واجب ہوئی اور یہ سامان اس لئے عطا ہوا کہ انسان اپنے فرائض منصبی کوادا کرسکے۔پس یہ سامان جزااورسزامیں داخل نہ ہوگا کیونکہ اگر جزااورسزائے اعمال میں اسے داخل کیا جاوے تو باری تعالیٰ پرظلم کاالزام ہوگا۔اس لئے کہ یہی چیزیں منصبی فرائض کے ادا کرنے میں بھی ضروری تھیں اوریہی اشیامزدوری میں بھی داخل ہوگئیں۔ہاں ان کاوفوراوران کا عمدگی سے میسر ہوجانا بعض وقت اعمال کے بعد ہوتا ہوتو بعید نہیں۔

سولھواں جواب۔اگر یہ تفرقہ جس کے باعث تناسخ کے ماننے والوں کوشبہ پڑا سابقہ جنم کے اعمال کی سزااور جزا ہوتا تو ضرور تھا کہ اتنی مدت کی بات بلکہ یوں کہیے کہ لاانتہا زمانہ کی باتیں ہمیں یادہوتیں۔اتنی لمبی مدت کے ہزاروں ہزار باتیں اورکام ہم یک قلم کیوں بھول گئے؟

اب انعام اورخلعت کے لینے والے کوخبرنہیں کس کس نیک عمل پر مجھے انعام ملا اورسزا پانے والے کواطلاع نہیں کس بدکاری کے بدلہ میں ماخوذ ہوں۔لڑکپن کے حالات بھول جانے پر قیاس نہیں ہوسکتا۔

اول۔تواس لئے کہ اس وقت انسانی عقل ناقص اور بالکل نکمی ہوتی ہے۔

دوم۔جیسے آریہ مانتے ہیں کہ سب آدمی سودر پیدا ہوتے ہیں۔قرآن کریم یوں فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا(النحل:۷۹)

سیوم۔وہ حالت بھی مختصر وقت کی ہے اورکچھ بڑے کاموں سے اس کاتعلق نہیں۔البتہ اہل اسلام اس جنم سے پہلے ارواح پرعہدِ اَلست کازمانہ تجویز کرتے ہیں اوراس زمانہ کو مانتے ہیں۔

[1] جن وانس توصرف اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہیں۔

مگراول تو وہ ایک عالم مثال کے عجائبات اوراس کی نیرنگیوں کی ایک بات ہے۔

دوم اس وقت کو بہت تھوڑا سا وقت سمجھا جاتا ہے مگر پھر بھی غور کرو آج تک اس کا کتنا اثر باقی ہے کہ تمام ارواح کی فطرت میں اس اثر کے باعث باہمہ اختلاف ادیان واز مان اور تباغض و تحاسد کےاس بات پرقریباً اتفاق ہے کہ ہمارا کوئی رب ہے۔

چاہےکوئی اسے اللہ کہےکوئی یہوواہ کوئی اونگ کہے،کوئی یزدان۔کسی کی زبان پر دہر کے نام سےموسوم ہوا۔کسی کے دہن پرشکتی کے نام سے۔

انبیاءعلیہم السلام کولوگوں نے دیکھا ان کے عجائبات معجزات کومشاہدہ کیا مگران کے منکر رہے۔اور باری تعالیٰ کوبن دیکھے یہاں یوں مان لیا کہ گویا وہ عیاں ہے۔دلائل سے یہ اتفاق ہرگز مت سمجھو کیونکہ ہم روزمرہ دیکھ رہے ہیں۔مباحث اور دلائل سے متخاصمین میں جھگڑا اور عناد بڑھتا ہے نہ اتفاق۔بات یہی ہے کہ کبھی کانوں نے اپنے خالق وفاطر کی آواز سن لی ہے۔

پھرہم دیکھتے ہیں کہ مختلف مذاہب کےلوگ کیسی کیسی پرتکلیف عبادات کی طرف اللہ تعالیٰ کوراضی کرنے پرمتوجہ ہیں۔کیا ایسی جان کاہی اوراس طرح کی محبت بدوں کسی تجلی دیکھنے کے صرف شنید سے ہے؟نہیں نہیں۔ایسا ہوتا تو نادیدہ حسینوں کےحسن کوسن کرلوگ ایسے ہی عشق میں مبتلا ہوتے جیسے حسینوں کودیکھ کر جانباز عشاق کا حال ہورہا ہے۔وَ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَةِ(المستدرك للحاكم كتاب التفسير تفسير سورة الاعراف) ایک سلیم الفطرت ہمارے سیدومولیٰ کا مقولہ عَلٰی قَائِلِهَا الصَّلٰوۃ وَالسَّلَام بالکل سچ ہے۔

اس تحقیق پریقین واثق ہے۔بےریب کبھی ارواح کوتجلی الٰہی کی سعادت حاصل ہوچکی ہے گواس عالم میں نہ سہی عالم مثال میں سہی۔اور گواس وقت ہمارے جسمانی ذرات اس قدر عظیم وکبیر ہوں جیسےاس وقت ہیں بلکہ اَلَست کےوقت نہایت چھوٹے اجسام ہوں۔

سترھواں جواب۔ ابدی نجات اور دائمی آرام کا حاصل کرنا تمام صحیح الفطرۃ ارواح کا تقاضا

ہے تو کیا یہ فطری خواہش جبلی طلب اور بے تاب پیاس طالب کو محروم رکھے گی؟ اور باری تعالیٰ کے کامل رحم کامل فضل والے گھرانے سے سچے طالبوں کو صاف جواب ملے گا کہ ابدی نجات، سرمدی راحت اور دائمی آرام و سرور کا سامان اس ہمہ قدرت ہمہ فضل ہمہ طاقت کے گھر میں موجود نہیں ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ اوکم نصیب آریو! ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ ہاں او تناسخ کے ماننے والو! اس کریم کی بارگاہ سے ایسا روکھا سوکھا جواب ہرگز نہ ملے گا! بلکہ بات تو یہ ہے کہ اس کی صفت عدل بھی ہم طالبوں کی سپارش فرما ہوگی اور عرض کرے گی کہ ان غرباء کے فطری اور جبلی تقاضا کو پورا کیجئے اے اللہ الکریم آپ کے دروازہ کو چھوڑ کر کدھر جاویں۔ آپ کی سرب شکتیمان القادر بارگاہ معلّٰی سے محروم ہو کر کہاں سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ کی شب و روز کیا ازل سے ابد تک کی بخششیں ایسی نہیں کہ انہیں کوئی خرچ بھی کم کر سکے تب ہم کو انشاء اللہ تعالیٰ ابدی آرام نصیب ہوگا۔

ہاں تناسخ کے قائل ابدی آرام کے منکر۔ دیانندی آریہ ابدی آرام ابدالآباد نجات سے محروم رہ جاویں تو شاید رہ جاویں۔ اس لئے کہ ان کی فطرت اور جبلّت میں یہ طلب ہی نہیں رہی۔ ان کی روح نے ابدی آرام کا سوال ہی چھوڑ دیا۔ اس اعتقاد نے ان کی فطرت کو اگر مسخ کر دیا تو ممکن ہے ان پر نہ وہ رحم ہو اور نہ عدل ان کی سپارش کرے۔

اٹھارھواں جواب۔ دیانندی آریہ کے نزدیک آواگون ہی ایک جہنم اور یہی مع کچھ دن کی اس آزادی کے جس میں روح جسم سے الگ رہے گی، بہشت ہے وِالّا نہ کوئی بہشت نہ سرگ اور نہ جہنم اور نہ نرگ۔

اور تمام ارواح ازل سے ابد تک ہمیشہ گرفتار رہے اور ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ پس ہم کو سخت حیرانی ہے۔ اگر تمام ارواح کو ہمیشہ ایسی گرفتاری رہی۔ بااینکہ دیانندی آریہ مانتے ہیں کہ ارواح اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں اور نہ اس کے پرتے بمب یعنی ظل ہیں۔ پس دیانندی آریہ صاحبان بتایئے ایسی سخت گیری کسی رحیم یا عادل کا کام ہے۔ قرآن کریم کیسے لطف سے فرماتا ہے۔

[1]وَ لَا یَظۡلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا (الکھف:۵۰)

انیسواں جواب۔ قطع نظر اس امر کے دیانندیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ ارواح کا خالق نہیں اور پھر ان پر ایسا سخت گیر ہے کہ ارواح کو کبھی ابد الآباد نجات نہ دے گا بتقدیر تسلیم اعتقاد آواگون کے وہ رحیم، کریم، محسن یعنی دیالو، کرپالو بھی نہیں (معاذ اللہ) کیونکہ اس رحمٰن، رحیم، کریم کے ہر ایک احسان کے بدلہ میں آریہ لوگ کہہ دیں گے کہ ان کو اپنے اعمال کی مزدوری مل رہی ہے۔ پس بس اللہ تعالیٰ کا کوئی فضل ان پر نہیں۔ مگر سچ ہے وہی کتاب جس میں لکھا ہے نجات اس کے فضل سے ہوگی۔

[2]وَوَقٰهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّکَ (الدخان:۵۷،۵۸)

[3]سَابِقُوۡۤا اِلٰی مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا کَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ۙ اُعِدَّتۡ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (الحدید:۲۲)

نجات کا مسئلہ فصل الخطاب نام رد نصاریٰ میں مفصل ہے۔

بیسواں جواب۔ آریہ صاحبان! باری تعالیٰ کو فضل و کرم سے کس نے روکا۔ اس پر کون غالب۔ اس پر کون حکمران۔ اس نے کب عہد نہیں بلکہ وعید کر دیا ہے کہ کسی پر محض فضل نہ کرے گا؟ ہم تو کہتے ہیں اگر ایسا سخت ڈراوا دیا بھی ہے تو بھی وہ نجات دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر طرح کے عیوب سے پاک جانتا ہے کہ وعدوں کے خلاف کا نام اگر کذب ہے تو وعید کے خلاف کذب نہیں بلکہ کرم اور فضل ہے۔

[4]لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَهُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ (الانبیاء:۲۴)

۱۔ تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

۲۔ اور بچایا ان کو دوزخ کے عذاب سے۔ یہ فضل ہوا تیرے رب کا۔

۳۔ دوڑو اپنے رب کی معافی اور اس جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین کے پھیلاؤ کے برابر۔ رکھی گئی ہے ان کے لئے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

۴۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس پر کسی کو نکتہ چینی اور سوال کی جگہ نہیں اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں اس پر تو نکتہ چینی اور سوال ہو سکتا ہے۔

اکیسواں جواب۔ تناسخ کا مسئلہ جیسے توحید کے خلاف ہے اور شرک کا باعث۔ ویسے ہی اخلاق،اور مارل فلاسفی کا خطرناک دشمن ہے۔

توحید کے خلاف تو اس لئے ہے کہ تناسخ ماننے والوں پر لازم ہے جیسے دیانندیوں کا اعتقاد ہے کہ ارواح اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نہیں۔ پر مانو اس کے مخلوق نہیں۔ زمانہ اس کی کِرِت نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ غیر مخلوق ہے ارواح اور میٹر بھی غیر مخلوق ہے۔ یہ لوگ وحدت وجود کے بھی قائل نہیں۔ جیسے ان کے ویدانتیوں کا خیال ہے تو کہ کہا جاوے کہ اصل واحد کے معتقد ہو کر توحید کے مدعی ہیں اور اخلاق مارل فلاسفی کا اس واسطے خطرناک دشمن ہے کہ بشرطیکہ اعتقاد مسئلہ تناسخ ،کوئی شخص اپنے کسی محسن، خیرخواہ، الٰہی محبّ، انسانی ہمدرد کی نسبت اعتقاد یقین نہیں کر سکتا کہ اس شخص نے مجھ پر احسان کیا یا رحم کھایا۔ بلکہ تناسخ کا معتقد محسن کے ہر ایک احسان کے بدلہ میں کہہ سکتا ہے کہ اس محسن نے کوئی احسان نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ اس نے ہمارے پہلے احسانوں کا بدلہ دیا ہو۔

مجھے یاد ہے ایک مہاراجہ کو بچھو نے کاٹا۔ شدید درد میں ایک مسمریز کرنے والے نے جن کو اس ملک کی زبان میں منتر جھاڑنیوالا کہتے ہیں۔ جھاڑا کیا جب اس عصبی المزاج راجہ کو آرام آیا اور جھاڑا کرنے والے کو انعام دیا اس کا پہرہ معاف کیا۔ تو تناسخ والے خوش اعتقاد بول اٹھے۔ دیکھو کس طرح اس بچھونے سپاہی کا قرضہ اتارا۔

بائیسواں جواب۔ تناسخ کا مسئلہ ماننے سے ثابت ہوتا ہے۔ باری تعالیٰ سخت خودغرض ہیں کہ بے مزدوری کسی پر رحم، احسان وفضل نہیں فرماتے۔

سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ (الانعام:۱۰۱)

تئیسواں جواب۔ ہم لوگ بعض وقت بے وجہ احسان کرتے اور پھر دوسرے وقت احسان

کے خلاف کرتے یا احسان نہیں کرتے اس دو قسم کی مختلف کارروائی سے معلوم ہوتا ہے کہ احسان کرنا ہمارا ذاتی اور خانہ زاد وصف نہیں بلکہ ما بالعرض ہم کو یہ صفت لاحق ہو جاتی ہے اور ہر ما بالعرض کے واسطے ما بالذات ضرور ہے پس لازم آیا کسی جگہ احسان بالذات موجود ہے۔تو کیوں آریو! اس جگہ کا نام باری تعالیٰ کی پاک ذات نہیں جانتے؟

چوبیسواں جواب۔تناسخ کے اعتقاد پر ضرور ہے کہ کسی شخص کو جناب باری تعالیٰ کی پاک ذات سے محبت نہ رہے حالانکہ نص ہے اور آپ مانتے ہیں۔

[1] وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرة:١٦٦)

اور یہ بات کہ تناسخ کو ماننے پر باری تعالیٰ سے محبت نہیں رہ سکتی اس لئے ہے کہ جس جج کی نسبت مجرم کو اعتقاد ہو جاوے کہ ممکن نہیں کہ میری خلاف ورزی قانون اور جرم کے بعد یہ حاکم مجھ قصور وار پر رحم کرے گا وہ حاکم مجرم کو کیوں پیارا ہونے لگا۔ ہاں جس مجرم کو یہ ایمان ہو کہ شاید حاکم سے درگزر ہو جاوے آج نہ سہی کل۔البتہ وہاں محبت ممکن ہے۔

پچیسواں جواب۔حسب الاعتقاد ایسے عدل ایزدی کے جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، عطا اور احسان کی امید نہ رہے۔ بدکار کو اس کی جناب میں دعا، پرارتھنا لغو اور بے ہودہ ہو گی۔معاذ اللہ۔مگر کیا پیارا کلمہ قرآن کریم میں موجود ہے۔

[2] اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف:٨٨)

اور کیا پیارا ہے [3] لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا (الزمر:۵۴)۔

---

[1] ایمان والے تو اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت رکھا کرتے ہیں۔

[2] بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانوں سے اس کے منکر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔

[3] خبردار اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو جیو اللہ تعالیٰ تو تمام گناہوں کو عفو کیا کرتا ہے۔پس ایسے رحیم کریم کے در سے ناامیدی جہل ہے۔

اور کیسا روح افزا ہے یہ کلمہ[1] اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ (البقرة:۱۸۷)

[2] اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ (المؤمن:۶۱)

چھبیسواں جواب۔ بدکاری اور نافرمانی کے بعد تناسخ ماننے والے کو عصیان و نافرمانی سے نکلنے کے واسطے تناسخ کے اعتقاد پر چاہیے کوئی مددگار نہ رہے اس لئے کہ جناب باری تعالیٰ سے کسی عطیہ کی امید نہیں۔ اس واسطے کہ اس عدالت سے سزا ہی سزا بھگتنے کا فتویٰ لگ چکا۔ وہاں سے عفو کی امید نہیں مگر کیسی لطیف بشارت ہے اس کتاب میں جس میں آیا ہے۔

[3] اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل: ۶۳)

ستائیسواں جواب۔ تناسخ کے اعتقاد پر چاہیے کہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہمیشہ ہوتی رہے اور بدی دنیا سے کبھی نہ اٹھے۔

اوّل۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ کو بدی کے قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔

دوم۔ اس واسطے کہ نیکوں اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو بھی بدی کے قائم رہنے کی ضرورت ہے۔

باری تعالیٰ کو اس واسطے کہ جب نیک نے نیکی کی تو حسب الاعتقاد اہلِ تناسخ کے ضرور ہے کہ باری تعالیٰ اس نیک کو نیکی کا بدلہ دیوے۔ بدلہ کیا ہے۔ یہی گھوڑے، ہاتھی، بیل، اونٹ، بکری، خوبصورت عورتیں وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر بدکار بدکاری نہ کریں تو نیکوں کے واسطے وہ

---

[1] جب تجھ سے میرے بندے یہ پوچھیں ہمارا رب کہاں ہے جو ہم اس سے دعا کریں تو کہہ وہ فرماتا ہے میں تو بہت ہی قریب ہوں۔ جب کبھی خاص لوگ دعا مانگنے والے مجھ سے مانگیں۔ پس لوگو! چاہیے اپنے آپ کو ایسا بناؤ کہ تمہاری دعائیں قبول ہوا کریں۔ اور پورے طور پر مجھے مانو۔

[2] مجھ ہی سے مانگو اور میری ہی عبادت کرو۔ میں تمہاری دعا اور عبادت قبول کروں گا۔ جو لوگ میری فرمانبرداری سے تکبر کرتے ہیں وہ تو ضرور ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

[3] اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کون ہے جو مضطر کے اضطراب کے وقت اس کی دعا پر قبولیت عطا کرے اور اس دکھی کے دُکھ کو دور کرے۔

اسباب جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کہاں سے آوے اس واسطے یا تو بدکاروں کا اس پر احسان ہے کہ ایسے سامان مہیا کر دیتے ہیں یا وہ معاذ اللہ بہ مجبوری ان سے بدی کراتا ہے۔ تاکہ اسے نیکوں کے انعام میں مدد ملے۔

نیک اس واسطے بدکاری کو چاہیں کہ ان کو بدوں بدی بدکاروں کے گھوڑے، ہاتھی، خچر عورتیں کہاں سے ملیں۔ مکانات کی لکڑیاں کہاں سے آویں۔ گرمی میں بچارے ہندوستانی کس بڑ، برگد، پیپل کے نیچے آرام کریں۔ اسی واسطے آریہ کے خیال پر لاانتہا زمانہ سے بدکاری دنیا میں موجود ہے اور لاانتہا زمانہ تک بدی میں موجود رہے گی۔

اٹھائیسواں جواب۔ جب گناہ کا ہمیشہ رہنا جیسا ستائیسویں جواب میں بیان ہوا ضروری ٹھہرا اور بدکاری کی سزا اٹھانا بھی ضرور پڑا۔ تو بتاؤ پھر بدکار کو جناب باری تعالیٰ سے محبت ہو گی یا نفرت؟

انتیسواں جواب۔ محسن، مربی، مخدوم، مصلح، ہادی، مکرم کو بُرا کہنا فطرت کی گواہی ہے کہ بہت بڑا ظلم ہے۔ خالق فطرت کے کلام میں ایک صدیق کا ذکر ہے وہ فرماتا ہے۔

[1] اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف: ۲۴) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: ۴۱)

اور خالق فطرت کے کلام میں ہے۔

[2] اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (النور: ۲۷)

مگر تناسخ کے ماننے والے اپنے تمام محسنوں کو بدکار اور بُرا جانتے ہیں بلکہ ان پر سوار ہوتے اور ان سے زنا، لواطت کے واقع ہونے کے مجوز ہیں۔ کیونکہ اگر ان کے محسن برائیوں کے مرتکب نہ ہوں۔ تو وہ آواگون اور جنم مرن میں کیونکر آویں۔ مگر جنم مرن میں آنا تو ضرور ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ وہ لوگ بدی کے بھی مرتکب ہوا کرتے ہیں۔

---

1. وہ تو میرا مربی ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا اگر میں اس سے بدسلوکی کروں تو ظالم بنوں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں رکھتا۔
2. بھلوں کو بھلی بات کہو بھلی باتیں تو بھلوں ہی کے لئے ہیں۔ اور بھلے لوگ ہی بھلی باتوں کے مستحق ہیں۔

مسلمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے قائل ہیں اور جو اعتراض عیسائیوں یہودوں کی تواریخ سے اہل اسلام پر کئے جاتے ہیں ان میں معترضوں کو دھوکا ہے یا وہ دھوکا دیا چاہتے ہیں۔

تیسواں جواب۔ ہم دیانندی آریہ سے پوچھتے ہیں۔ ان کے بزرگ مہاتما نیک خجستہ کردار تھے اور ہیں۔ یا پاپی اور بدکار؟ اگر نیک اور بھلے تھے اور ہیں اور برائی ان میں نہیں تو چاہیے وہ ابدی نجات پا جاویں اور آئندہ اواگون میں جو جہنم اور سزا کا گھر ہے نہ آویں۔ پھر اور لوگ آپ کے محسن، مربی اور بزرگ بن جاویں اور وہ بھی اسی طرح نجات پالیں یہاں تک کہ محدود ارواح کا سلسلہ آخر محدود زمانہ میں ختم ہو جاوے۔ پھر سرشٹی کے پیدا ہونے کا سامان ہی خدا کے یہاں نہ رہے۔ معاذ اللہ

اور بصورت ثانیہ اگر نیک اور بھلے نہیں تو ان میں کوئی بھی قابل اعتبار نہ رہے۔ بھلا بدکار کا اعتبار کیا۔

اکتیسواں جواب۔ میں نے اپنے کانوں بڑے بڑے راجوں مہاراجوں سے سنا اور بتقدیر ماننے مسئلہ تناسخ کے سچ بھی ہے۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے تپ دراج اور راجوں نرگ، کیا معنی تپ یعنی ریاضتوں اور سخت سخت اور مشکل عبادتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ریاضت کنندہ ریاضت کے بعد راجہ ہو جاتا ہے پھر راج کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ انسان یعنی راجہ دوزخی ہو جاتا ہے۔ اس کلام کا دوسرا جملہ یعنی راجوں نرک اس لئے بھی سچ ہے کہ راجوں اور مہاراجوں سے اکثر ظلم و تعدی ہو جاتی ہے۔ ان سے پورا انصاف محال ہے۔ پھر عیاشی اور فضولی وغیرہ وغیرہ آفات میں مبتلا رہتے ہیں۔

بلکہ میرے جیسا تجربہ کار تو شہادت بھی دے سکتا ہے کہ علی العموم یہ دوسرا جملہ سچ ہو کیونکہ دوزخ کا نمونہ ان میں مجھے دکھائی دیتا ہے۔ جیسے سفلس، آتشک، پہاڑی، روگ، گرمی، باد، مشجر، مبارک کہتے ہیں۔ اہل مصر نے نائیٹریٹ آف سلور کا کیسا خوبصورت نام رکھا ہے۔

الحجر الجهنمی میں جب کبھی آتشک کے زخموں پر اس کا استعمال کرتا ہوں اس وقت اس مصری نام کی خوبی جیسی مجھے معلوم ہوتی ہے شاید ایک ناتجربہ کار یا شرائع سے ناواقف کو ہرگز معلوم نہ ہوتی ہوگی۔

بتیسواں جواب۔ ہم نے مانا آرام وتکلیف اعمال کے ثمرات ہیں۔ مگر یہ کیوں نہیں کہا جاتا ہے کہ وہ اعمال دنیوی اور اسی جنم کے ہیں۔ ہاں ثمرات کہنے میں یہ فائدہ بھی ہے کہ جزا سزا میں باعث انعام اور موجب سزا کا علم اور اس کا یاد ہونا ضرور ہے۔

ثمرات میں علم اور یاد اسباب ضروری نہیں۔ غاية ما فی الباب ہمیں وہ اسباب وموجبات یاد نہ ہوں سو ایسی یادداشت تو تناسخ ماننے والوں کے نزدیک بھی ضرور نہیں۔

رہی یہ بات کہ بچہ میں ایسے کون سے اعمال ہیں جن کے باعث بچہ نے سزا بھگتی یا جس کا ثمرہ اٹھایا۔ سو اس کے سردست دو جواب ہیں۔

اول۔ یہ کہ اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ اعمال ہیں جن کا ثمرہ یا جزا لینے میں عامل اور فاعل یا مرتکب کا عاقل و بالغ اور سمجھ دار ہونا جان بوجھ کر قانون قدرت کی خلاف ورزی کا مرتکب ہونا ضرور نہیں۔ مثلاً ایک نادان لڑکا آگ میں ہاتھ ڈال دے۔ زہریلا دودھ پلایا جاوے۔ ایسی خلاف ورزی میں سزا، جزا، اور ثمرہ کا اٹھانا ضرور ہے بہت نہ ہو تھوڑا سہی مگر ایسی صورتیں اگر قدرے قلیل دکھ دائک اور رنج رساں ہوں تو ان کی تلافی اس اجر عظیم سے ہو جاتی ہے جسے شہادت کا مرتبہ کہتے ہیں۔

دوسرے وہ اعمال ہیں جن میں قانون کی خلاف ورزی میں مرتکب جرائم کا عاقل، بالغ، جان بوجھ کر جرم کا مرتکب ہونا ضروری ہے۔ ایسے قوانین کو قانون شریعت، قانون حکما، قانون حکام کہتے ہیں۔ پس لڑکے قانون قدرت کی خلاف ورزی میں گرفتار ہیں انہوں نے خود کی ہے یا ان کے والدین اور مربیوں نے۔

دوئم۔لڑکے بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جان بوجھ کر کسی برائی کے مرتکب ہوا کرتے ہیں اور اسی کی سزا میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یا تو اس لئے کہ برائی کی مرتکب ان کی روح ہے اوران کی روح چیتن ہوشیار اور ان کی کمزوری کے وقت ایسی گن، کرم اور سبھاؤ کے ساتھ ہے جیسے جوانی کے وقت۔اور یا اس لئے کہ جس قدر کے وہ لڑکے ہیں اور جس قدر ان کے جسم اور عناصر کی استعداد ہے اس قدر کی سمجھ والی ان کی روح بھی ہے۔

پھر جیسے چھوٹی سی چیونٹی بھی روح اور سمجھ کا ایک مقدار رکھتی ہے اور سمجھ کے خلاف مرتکب بھی ہوتی ہے۔اسی طرح وہ لڑکے بھی جن کو بیمار دیکھتے ہو۔اپنی وسعت سمجھ کے موافق کسی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہوں۔

جب ہم عقلا اور حکما اور بڑے بڑے سمجھ والوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ بھی عقل اور سمجھ کے خلاف کرتے ہیں اور اس کی سزا پاتے ہیں بھلا چھوٹی سی عقل کے بچے ایسا کیوں نہ کرتے ہوں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔لڑکوں کو کچھ بڑی تکلیف نہیں ہوتی۔اور اس کے والدین و مربی اپنے اسی جنم کے اعمال کی سزا بھگت لیتے ہیں۔اور جائز ہے کہ ایسے لڑکوں کو آئندہ ابدالآباد زندگی میں ترقی کا سامان مل جاوے۔

تیئیسواں جواب۔نیکی کا اثر اگرچہ عمدہ ہوتا ہے مگر نیک اپنی نیکی پر کبھی تکبر کرتا نیکی کو ریا اور لوگوں کو دکھلانے کے واسطے بجالاتا ہے۔کمزور لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اور بدی کا اثر اگرچہ بُرا ہونا چاہئے مگر بدکار اپنی بدکاری پر جب نظر کرتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں عجز و انکسار، اضطراب، شرمندگی ظاہر کرتا اور دعائیں مانگتا ہے۔اس لئے نیک اپنی نیکی کو تباہ کر دیتا ہے اور بدکار بدی کے بعد مقرب بارگاہ الٰہی ہو جاتا ہے۔تب جس کو ہم اور تم عام نگاہ کے لوگ نیک سمجھتے تھے دکھی دیکھتے ہیں اور بدکار کو سکھی۔اور اپنے غلط توہمات سے اگر کہہ دیں کہ یہ تکلیف نیک پر اس کے پوربلے جنم کا پھل ہیں اور یہ آسائشیں بدکار کو اس کے پوربلے جنم کا پھل ہیں تو ہمارا

یہ توہّم غلط ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے ہماری تشخیص نے غلطی کھائی ہو۔

چونتیسواں جواب۔ نیکیوں کے بہت اقسام ہیں پھر جیسے نیکیوں کے انواع و اقسام ہیں۔ ایسے ہی نیکیوں کے ثمرات اور نتائج کے بھی اقسام ہیں۔ اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے۔ ایک قسم یا سو ہزار قسم کی نیکی کرتے ہیں اور جس جس قسم کی نیکی کرتے ہیں۔ اس کے انواع و اقسام کی برکات اور ثمرات کو حاصل کرتے ہیں۔

مگر وہی نیک ایک قسم کی نیکی کرنے والے اور اور طرح کی بدی بھی کرتے ہیں اور ان بدیوں کی سزا بھگتتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ بعض نیکیاں اس قسم کی ہیں کہ جلد اپنا پھل دیتی ہیں اور بعض نیکیاں اپنا ثمرہ مدت کے بعد ظاہر کرتی ہیں۔

ایسی حالت میں نظارہ کنندہ کبھی غلطی میں پھنس کر کسی قسم کی بدی کے مرتکب کو مطلق نیک اور کسی قسم کی نیکی کرنے والے کو بدکار کہہ بیٹھتا ہے۔ اس جواب کو یہ قصہ واضح کرتا ہے۔

خاکسار ایک بار مجلس میں اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (المومن: ۵۲) پر احباب کو کچھ سنا رہا تھا ایک شخص نے اس میں دریافت کیا کہ جب تمام آرام ایمان سے حاصل ہو سکتے ہیں اور انواع و اقسام آلام کفر و نافرمانی سے تو انگریز کیوں حیاتِ دنیا میں منصور و دولتمند ہیں۔

تب خاکسار نے اسے اور عام اہل مجلس سے عرض کیا کہ ایمان کے ادنیٰ ترین شعبوں میں سے اِمَاطَۃُ الۡاَذٰی عَنِ الطَّرِیۡقِ (ترمذی کتاب الایمان باب ما جاء فی استکمال الایمان) ہے۔ یعنی رستوں کو صاف کرنا، راستوں میں سے دکھ دینے والی اشیاء کو دور کرنا اور مومنوں کی تعریف میں آیا ہے۔

وَاَمۡرُہُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَہُمۡ (الشوریٰ: ۳۹) مومن وہ ہے جن کی حکومت جن کے کام مشورہ سے ہوں اور مومنوں کو کہا گیا ہے۔

^۱^ وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰى (النجم:۴۰،۴۱)

میرے پیارے مخاطبو! ان چند ایمانی احکام پر انگریزوں نے عمل کیا اور تم نے ان احکام پر عمل درآمد سے منہ موڑا۔ جن لوگوں نے ان احکام اسلام کو لیا وہ ان احکام کے پھل بھی اٹھا رہے ہیں۔ تم نے نافرمانی کی اس کا بدلہ بھی بھگت رہے ہو یہ تو اوامر کی تمثیل ہے۔ ایسا ہی الٰہی نواہی پر نظر کرو۔

^۲^ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ (الانفال:۴۷)

آیت شریف بالا میں تم کو حکم ہے باہمی جنگ وجدال چھوڑ دو وَ اِلَّا بودے ہو جاؤ گے۔ تمہاری ہوا بگڑ جائے گی۔ اس نہی کی تم نے پروا نہ کی۔ اللہ کے فضل سے تم بھائی بھائی تھے مگر باہم اعداء ہو گئے۔

غرض تم لوگ اپنی نافرمانیوں کے وبالوں میں گرفتار ہو۔ ہاں نمازیں پڑھتے ہو روزے رکھتے ہو زکوتیں دیتے ہو، حج ادا کرتے ہو اور ان سب سے مقدم توحید پر ایمان لائے ہو۔ اور انگریز مثلاً ان احکام کے منکر ہیں تو ان اعمال کے ثمرات تم ہی اٹھاؤ گے۔ انگریز ان کا پھل نہ لیں گے غرض جو شخص جس قسم کا بیج بوئے گا اس قسم کا پھل اٹھائے گا۔

^۳^ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ (البقرة:۲۲۰،۲۲۱) کی صدا سن کر صحابہ کرام اور ان کے اتباع عظام نے دین اور دنیا دونوں حسنات کا بیج بویا تھا۔ دونوں کا پھل اٹھایا۔

پینتیسواں جواب۔ نیک شخص کے دو پہلو ہیں ایک جہت میں وہ اللہ تعالیٰ کا محبّ اور ایک جہت میں بباعث اپنی نیکیوں کے اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ نیک پر تکالیف کا آنا ممکن ہے کہ محبت کی جہت سے ہو نہ محبوبیت کی جہت سے اور انعامات محبوبیت کی جہت سے ہوں نہ محبّ ہونے کی وجہ سے۔

۱؎ آدمی کو اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ ملا کرتا ہے۔ اور اپنی کوشش کے نتائج کو دیکھے گا۔
۲؎ آپس میں مت جھگڑا کرو۔ باہمی اختلافات سے بودے ہو جاؤ گے اور تمہاری عزت وہوا اڑ جائے گی۔
۳؎ تو کہ تم دنیا اور آخرت میں فکر کرو۔

تناسخ پر عقلی بحث تو بقدر ضرورت لکھ چکا ہوں اب ایک نقلی سنیئے اور اس بحث کی ضرورت اس لئے پڑی کہ تنقیہ دماغ کے مصنف نے تناسخ کے اثبات میں قرآن کریم کی آیات کریمہ سے استدلال کیا ہے اگر چہ عقل والے اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اس سمجھدار قوم کو اتنی عاقبت اندیشی نہیں مسلمان تو تیرہ سو برس میں تناسخ جیسے ضروری اور اعتقادی مسئلہ کو جو قرآن میں (معاذ اللہ) موجود ہو نہ سمجھیں۔ اور یہ ہندی نژاد جس کو عربی لٹریچر کی بھی خبر نہیں قرآن سے تناسخ کو سمجھ جاوے۔ خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ تنقیہ دماغ والے نے تناسخ کی لفظی بحث میں تین مقدمے قائم کئے ہیں اور تینوں کا ثبوت قرآن سے دیا ہے۔

اول۔ روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں آنا۔

دوم۔ ایک صورت سے دوسری صورت میں آنا۔

سوم۔ پاپ کرموں کی وجہ سے بار بار سنساروں میں جنم لینا۔

امر اول کا ثبوت یہ دیا ہے۔

[1] قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (بنی اسرائیل:۵۰)

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ (بنی اسرائیل:۱۰۰)

دوسری دلیل یہ دی ہے۔

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (الانبیاء:۱۰۵)۔ اس کا ترجمہ کیا ہے۔ جیسا ابتدا سے بنایا ہم نے پہلی بار پھر اس کو دہرادیں گے وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر بے شک ہم کرنے والے ہیں۔

مصدق۔ مگر ناظرین یادرکھیں ان دونوں آیات کریمہ سے تو اتنا ثابت ہوا کہ دنیا کے ختم ہو جانے پر قیامت کے روز لوگ پھر جی اٹھیں گے اور اسلامیوں کو اس بات سے انکار نہیں۔

---

[1] ترجمہ مصنف تنقیہ دماغ۔ بولے کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چورا۔ کیا ہم پھر اٹھیں گے نئے بن کر۔ کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے بنائے آسمان اور زمین سکتا ہے ایسوں کو بنانا۔

امر ثانی یعنی ایک صورت سے دوسری صورت میں آنا اس کے اثبات میں کہا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرة:۶۶،۶۷)

اوراس کا ترجمہ کیا ہے۔

''اورالبتہ جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے زیادتی کی ہفتہ کے دن میں تو کہا ہم نے ہو جاؤ بندر پھٹکارے۔ پھر ہم نے وہ دہشت رکھی اس شہر کے روبرو والوں کے اور پیچھے والوں کو۔ اور نصیحت رکھی ڈروالوں کو''۔

''قوم عاد بھی بندر بنائی گئی تھی''۔

ناظرین غور کرو یہ آیت کریمہ تو تناسخ کا ابطال کر رہی ہے۔ کیونکہ بظاہر اور بلحاظ ترجمہ مصنف تنقیہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود جیتے جیتے بندر بن گئے تھے۔ اور تناسخ ماننے والوں کا اعتقاد یہ ہے کہ جاندار مرکر دوسرے جنم میں ظہور پاتا ہے۔

اور انندے لال جی کا یہ اضافہ بھی کہ'' قوم عاد بھی بندر بنائی گئی تھی'' آفرین کے قابل ہے۔ جس کا اشارہ بھی قرآن واحادیث میں نہیں۔

امر ثالث پاپ کرموں کی وجہ سے بار بار سنساروں میں جنم لینا اور اس کا ثبوت یہ دیا ہے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء:۹۶تا۹۷)

اوراس آیت کریمہ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

''اور مقرر ہو رہا ہے ہر بستی پر جس کو ہم نے کھپا دیا کہ وہ نہیں پھریں گے۔ یہاں تک کہ

جب کھولا جاوے یاجوج ماجوج اور وہ ہراوچان سے پھیلتے آویں‘‘۔ پھر کہا ہے۔

’’یہ ترجمہ ذرہ صاف نہیں اس واسطے ہم اس کا انگریزی ترجمہ جو سیل نے کیا ہے یہاں لکھتے ہیں‘‘ پھر انگریزی ترجمہ لکھا ہے۔ افسوس آپ کو دعویٰ ہے مگر اتنی سوجھ نہیں کہ مسلمان قرآن کا ترجمہ صاف نہیں کرسکے۔ اس لئے آپ کو سیل صاحب کے ترجمہ کی ضرورت پڑی۔ خود ہی لفظی ترجمہ کرلیا ہوتا یا کسی مسلمان سے پوچھ لیا ہوتا۔

آریو! اگر میں یا کوئی اور مسلمان ولسن ویدک ترجمہ کے رو سے تم پر الزام لگانا چاہے تو کیا انصاف ہوگا۔ خیال ہی نہیں انصاف کرلو۔

اس آیت کریمہ میں اول حرام کا لفظ تحقیق طلب تھا۔ مگر تنقیہ کے مصنف نے جس کا تنقیہ خبط کے واسطے مناسب ہے جو معنی لئے وہی مناسب اور عمدہ ہیں۔ اور وہ معنی کیا ہیں۔ ’’مقرر ہو رہا ہے‘‘۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنے ’’واجب‘‘ کئے ہیں۔ ان معنی کا ثبوت گو تفسیر میں مخاطب کے لئے ضرور نہیں مگر قوم کے واسطے بہت مفید ہوگا۔ میں اس معنی کی شہادت قرآن سے دیتا ہوں۔[۱] قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (الانعام: ۱۵۲)

دوسرا لفظ اس آیت کریمہ میں لَا يَرْجِعُوْنَ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ نہیں پھریں گے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ کس طرف نہ پھریں گے۔

اوّل۔ احتمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہ پھریں گے اور جزا سزا کے واسطے زندہ نہ ہوں گے۔ سو یہ معنی تو صحیح نہیں کیونکہ اس آیت کے ماقبل گزر چکا ہے۔ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ (الانبیاء: ۹۴) اور اس کے معنی ہیں تمام لوگ ہماری طرف رجوع کریں گے۔

---

[۱] تُو کہہ، آؤ میں پڑھ دوں تم پر وہ باتیں جو اللہ نے تم پر مقرر کر دی ہیں وہ یہ ہیں کہ مت شریک کرو اللہ کا کسی کو اور والدین سے سلوک رکھو۔

دوم معنی ہیں دنیا میں پھر کر نہ آویں گے۔

سوم معنی ہیں وہ شریر جن کو اللہ تعالیٰ نے کھپایا اور ہلاک کیا اپنی شرارت سے پھرنے والے نہیں۔ یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔

تیسرا لفظ حَتّٰی کا ہے جو حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ (الانبیاء:۹۷) میں ہے یہ حَتّٰی حرف ابتدا ہے فقط جیسے زمخشری اور ابن عَطِیَّہ نے کہا ہے۔ اس صورت میں حَتّٰی کے معنی یہاں تک کرنے صحیح نہ ہوں گے بلکہ یہ کلام علیحدہ ہوگا اور جملہ شرطیہ اِذَا فُتِحَتۡ کا جواب فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ کا اِذَا اچانک کے معنے دیتا ہے جس کو عربی میں مفاجات کہتے ہیں اور یہ اِذَا، فا کی تاکید ہوا کرتا ہے۔ یا حَتّٰی کا حرف اِلٰی کے معنی رکھتا ہے۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ جن جن بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا ہے یاجوج اور ماجوج کے فتح مند ہونے یا شکست پانے اور قیامت کے نزدیک آ جانے تک۔ جتنے شریر ہلاک ہو رہے ہیں وہ نہ تو دنیا میں واپس آویں گے اور نہ وہ اپنی شرارت سے باز آویں گے۔ ہاں جب دنیا کا کارخانہ ہی ختم ہو گیا اور قیامت آ گئی اور جزا و سزا کا وقت آ پہنچا تو سب آ جائیں گے جیسے کُلٌّ اِلَیۡنَا رٰجِعُوۡنَ (الانبیاء: ۹۴) سے ثابت ہو چکا تھا جو پہلے گزر چکا۔ معلوم ہوتا ہے مصنف تنقیہ کو لفظ حَتّٰی سے خیال پیدا ہوا ہے کہ اس کا ماقبل مابعد کے خلاف ہوا کرتا ہے۔ مگر اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔

وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ اَضۡعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا (الجن: ۲۴، ۲۵)

اب ہم تناسخ کے مدعیوں کو جن کو دعویٰ ہے کہ تناسخ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے دو تین آیت قرآنیہ سنا کر تناسخ کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔

اوّل۔[۱] اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (یٰسٓ:۳۲،۳۳)

دوم۔[۲] فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (یٰسٓ:۵۱)

سوم۔[۳] وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ہود:۱۰۹)

اور مصنف تنقیہ دماغ کا یہ کہنا کہ قرآن میں لکھا ہے۔ ’’اصحاب کہف کا کتا نیک اعمال کے باعث بہشت میں چلا گیا اور جانور گواہی دیں گے‘‘۔ یہ باتیں اس قابل نہیں کہ عقل والا جواب دے کیونکہ ان لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ باتیں قرآن کریم میں مندرج ہیں حالانکہ قرآن مجید میں مندرج نہیں۔

۱؎ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان سے پہلے کئی بستیاں ہم کھپا چکے وہ ان کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ یقیناً سب کے سب ہمارے حضور میں حاضر ہونے والے ہیں۔

۲؎ نہ تو وہ وصیت ہی کر سکیں گے اور نہ انہیں اپنے خاندان کی طرف لوٹنا ملے گا۔

۳؎ سعادت مندوں کو تو جنت ملے گی۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں۔ مگر جو تیرا رب چاہے یہ بخششیں کبھی بند نہ ہوں گی۔